تصوف کی بنیادی اور مشہور کتاب کا سلیس اردو ترجمہ

فتوح الغیب

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ



ادارہ اسلامیات

۱۹۰- انارکلی لاہور



كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا

(حدیثِ نبویؐ)



"حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے، جہاں بھی اُسے پائے حاصل کرلے، کیونکہ وہی اُسکا بہترین مُستحق ہے"



زمن گو صُوفیانِ باصفا را
خُدا جویانِ معنی آشنا را
غلامِ ہمّتِ آں خود پرستم
کہ با نُورِ خودی بیند خُدا را

(علامہ اقبالؒ)

فہرست

مقالہ نمبر	فہرست مقالات	صفحہ نمبر
۳۲	غیر اللہ کی محبت شرک ہے	۸۹
۳۳	اہلِ اللہ کی محبّت	۹۱
۳۴	عبادت میں اخلاص	۹۳
۳۵	راستبازی تزکیۂ باطن کی اصل ہے	۹۶
۳۶	دین و عقبیٰ کو دُنیاداری پر مقدم رکھو	۹۸
۳۷	مذمت حسد	۱۰۳
۳۸	اہلِ اللہ کا اجر	۱۰۶
۳۹	ردِّ نعمت کفرانِ نعمت ہے۔	۱۰۷
۴۰	درجۂ ولایت کی تفسیر	۱۰۸
۴۱	ابتلا کے بعد الطافِ الٰہیہ	۱۱۰
۴۲	نفسِ انسانی کی دو حالتیں	۱۱۳
۴۳	غیر اللہ سے سوال کا سبب	۱۱۶
۴۴	مومن کی بعض دعائیں نہ قبول ہونیکی وجہ	۱۱۷
۴۵	اصحابِ عُسر اور اصحابِ یُسر	۱۱۹
۴۶	حدیثِ قدسی "جسکو میرے ذکر نے سوال سے باز رکھا"	۱۲۴
۴۷	قربِ الٰہی کی ابتداء و انتہا	۱۲۶
۴۸	مدارجِ عبادت	۱۲۷
۴۹	نیند اور اکل حرام کی مذمت	۱۲۹

فہرست مقالات



بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

مقالہ نمبر ۱

مومن کی تین ۳ لازمی صفات

حضرت قُطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"ہر مومن کے لیے تمام احوال میں تین صفات لازمی ہیں :-
پہلی ۱ یہ کہ "اوامر" یعنی احکامِ خُداوندی کی تعمیل کرے۔
دُوسری ۲ یہ کہ "نواہی" یعنی محرّمات و ممنوعات سے بچے اور تیسری ۳ یہ کہ مشیتِ الٰہی اور تقدیر پر راضی رہے۔
پس مومن کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ وہ کسی بھی وقت ان تین چیزوں کی پیروی سے غافل نہ ہو اور اُس کا دل اِن کے ارادہ و نیّت کو لازمی قرار دیدے۔ وہ نفس کو ہمیشہ اُن کی تلقین کرے اور تمام احوال میں اپنے اعضائے جسم کو اُن کا پابند و مکلّف بنائے۔



مقالہ نمبر ۲

نصائح تعلیماتِ قرآن کی روشنی میں

حضرت قطبِ ربانی نے ارشاد فرمایا :-

مسلمانو! سُنت کی پیروی اختیار کرو اور بدعات سے مجتنب رہو۔ اللہ اور اُس کے رسولِ برحق کی فرمانبرداری کرو اور اُن کی حکم عدولی مت کرو۔

اللہ تعالےٰ کو واحد یکتا سمجھو اور مخلوقات میں سے کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

خدا تعالےٰ کو تمام عیوب سے پاک جانو اور اُس پر بہتان نہ لگاؤ۔ اسلام کو ایک سچّا اور نجات دہندہ مذہب یقین کرو اور اُس میں شک و شبہ نہ لاؤ۔ مصائب اور آفات میں صبر و تحمّل سے کام لو اور گھبراؤ ہرگز نہیں۔ مُشکلات میں ثابت قدم رہو اور خوف زدہ ہو کر بھاگو نہیں۔ اللہ تعالےٰ سے اُس کا فضل و کرم طلب کرو اور سوال و التجا میں تامل مت کرو۔

رحمتِ خُداوندی کا انتظار کرو۔ اُمید رکھو اور مایوس و نااُمید مت ہو۔

آپس میں دوستی، خُدا ترسی اور محبّت و رواداری کا سلوک رکھو اور باہم عداوت و فساد مت رکھو۔ گناہوں سے بالکل پاک و محفوظ رہو اور غفلت و بے احتیاطی سے اُن میں شامل و آلودہ مت ہو۔

اپنے پروردگار کے ذکر و عبادت سے حقیقی زیب و زینت حاصل کرو۔

اپنے خالق و مالک کی بارگاہ سے دُور نہ رہو اور اُس کی طرف متوجّہ ہونے سے مُنہ نہ پھیرو۔ توبہ کرنے میں تاخیر ہرگز نہ کرو اور اپنے پروردگار کے حضور گزشتہ گناہوں کی معافی چاہنے میں شب و روز کی بھی دِقّت شرم یا جھجک محسوس نہ کرو۔ کیونکہ ان کا درِ مغفرت ہر وقت باز ہے۔

جب تم میرے ان نصائح پر عمل پیرا ہو گئے تو اُمید ہے کہ خُدا تعالےٰ کی طرف سے رحم کئے جاؤ اور نیک بخت قرار دیئے جاؤ۔ عذابِ دوزخ سے بچائے جاؤ اور جنّت میں خوش و خرم پہنچائے جاؤ۔ تمہیں اللہ تعالےٰ کا قرب و وصل نصیب ہو اور دارالسلام میں بہشت کی تمام نعمتوں سے محفوظ و فیضیاب کئے جاؤ اور پھر اس ناز و نعم میں ہمیشہ رکھے جاؤ۔ طرح طرح کی خوشبوؤں اور خوش آواز لونڈیوں کے ساتھ مسرور و مطمئن کئے جاؤ اور سب سے مبارک یہ کہ انبیاءؑ، صدیقینؒ، شہداء اور صالحینؒ کے ساتھ مقام علیّین میں عزّت و رفعت بخشے جاؤ۔



مقالہ نمبر ۳

کامل تسلیم و رضا

حضرتِ قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :۔

"جب بندہ مصائب و آفات میں مُبتلا کیا جاتا ہے تو شروع میں خود ہی اُن سے نجات پانے کے لیے جدوجہد کرتا ہے اور جب اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوتا تو بیماریوں اور مصیبتوں میں اغیار سے امداد و اعانت چاہتا ہے۔ مثلاً وہ بادشاہوں، عہدے داروں، مال داروں اور طبیبوں وغیرہ سے رجوع کرتا ہے، لیکن جب وہ اُن کے ذریعہ بھی مصائب سے رہائی نہیں پاتا تو پھر اپنے پروردگار کی جانب دُعا و آزاری اور حمد و ثنا کے ساتھ مائل ہوتا ہے۔ الغرض جب تک بندہ اپنے نفس میں طاقت و توفیق پاتا ہے، ردِّ مصائب میں خود کوشاں ہوتا ہے۔ لیکن بعدازاں مخلوقات سے مدد و نصرت چاہتا ہے اور جب تک وہ مخلوق سے امداد و اعانت اور حاجت روائی پاتا ہے، خدا کی طرف ہرگز رجوع نہیں کرتا اور جب مخلوقات سے بھی اُس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی نہیں ہوتی تو پھر دُعا و آزاری کے ساتھ اظہارِ عجز و احتیاج کرتا ہوا بے اختیار خُدا تعالےٰ کے سامنے گِر پڑتا ہے اور اس پہ

خوف و رجا کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ ابھی اس کی دُعا کو قبول نہیں فرماتا اور اُس کی حاجت روائی نہیں ہوتی تو وہ تمام اسبابِ ظاہری و مادی سے نا اُمید ہو جاتا ہے۔ اُس وقت بندہ پر قضا و قدر، افعالِ الٰہیہ اور توحید کے اسرار منکشف ہوتے ہیں اور وہ اسباب و تعلقاتِ دنیوی سے فانی ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں وہ صرف افعالِ الٰہیہ پر نظر رکھتا ہے۔ کامل تسلیم و رضا کے ساتھ اور ضرورتاً صاحبِ یقین موحّد ہو جاتا ہے۔

پس یقین کے اس درجے پر اُس کا یہ ایمان ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی فاعلِ حقیقی نہیں اور اُس کی ذاتِ واحد کے علاوہ کوئی ایسی ہستی نہیں جو حرکت یا سکون، بھلائی یا بُرائی، نفع یا نقصان، موت یا حیات، عزت یا ذلّت، دولت مندی یا محتاجی، صحت یا بیماری، الغرض کوئی بھی چیز دینے یا نہ دینے کی مختار و مجاز ہو۔ پس ایسی حالت میں وہ بندہ قضا و قدر کے تحت دایہ کے ہاتھ میں ایک شیر خوار بچّہ کی طرح، غسّال کے ہاتھ میں میّت کی طرح، اور چوگان سوار کے سامنے ایک بے بس گیند کی طرح ہو جاتا ہے اور اپنے تمام حوائج و معاملاتِ زندگی کا مختارِ کل صرف اللہ تعالےٰ کو سمجھتا ہے۔ وہ ایک حال سے دُوسرے حال کی طرف، ایک وضع سے دُوسری وضع کی طرف، ایک فعل سے دُوسرے فعل کی طرف پلٹتا اور پھرایا جاتا ہے۔ اور اس کو اپنے یا غیر کے حق میں کسی حکم یا حرکت کی توفیق و قدرت باقی نہیں رہتی۔ اب وہ اپنے پروردگار کے ارادہ و فعل میں اپنے آپ سے

غائب و نابود ہے۔ وہ دیکھتا ہے تو مشیتِ الٰہی کے ساتھ۔ سُنتا ہے تو مشیتِ الٰہی کے ساتھ، بولتا ہے تو مشیتِ الٰہی کے ساتھ اور کوئی بات سمجھتا ہے تو مشیتِ الٰہی کے ساتھ۔

اب اس کا علم خُدا تعالےٰ کے علم سے ہوتا ہے اور اُس کا کلام بھی خدا تعالےٰ کے کلام سے۔ وہ اسی کی نعمت سے نعمت یافتہ، اُسی کے قُرب سے نیک بخت، اُسی کے جمالِ معنی سے بزرگ و آراستہ اور اسی کے ذکر سے صاحبِ سکون و اطمینان، اُسی کی فکر سے صاحبِ فہم و ذکاء اور دُنیا و عقبیٰ میں اُسی کے وعدوں سے خوش و خرم ہوتا ہے۔ مقامِ تسلیم و رضا میں وہ فقط حق تعالےٰ سے مانوس و مربوط ہوتا ہے اور اُس کے ہر غیر سے گریزاں اور متوحش ہوتا ہے، وہ اسی کے قرب و وصل کی آرزو کرتا ہے اور اسی کی پناہ پکڑتا ہے۔ اُس کا رشتۂ عشق و محبت حق تعالےٰ کے ساتھ مضبوط و مستحکم ہوتا ہے اور وہ ہر معاملہ میں صرف اسی پر توکّل رکھتا ہے۔ وہ اسی کے نورِ معرفت سے ہدایت پاتا ہے اور اُسی کے صفاتِ عالیہ سے اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ ہی کے عطا کردہ علمِ لدّنی سے اسرارِ قُدرت پر آگاہ و مطلع ہوتا ہے اور اُسی کی توفیق سے قدرت کے نادر بھیدوں کو اپنے سینے میں ضبط و محفوظ رکھتا ہے اور پھر خاص اوقات میں اپنے منعمِ حقیقی کی تمام نعمتوں پر اُس کی حمد و ثنا کرتا اور شکر بجا لاتا ہے۔

مقالہ نمبر ۴

خُدا کی لازوال نعمتیں

حضرت قُطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا:-

"جب تُو مخلوق سے مَر جائے گا تو تجھے کہا جائے گا کہ تجھ پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہو اور جب تُو اپنی خواہشات سے مرجائے گا اور رضائے الٰہی کے ساتھ زندہ و باقی ہو گا تو تیرے لیے کہا جائے گا کہ اللہ تعالےٰ تجھ پر رحمت کرے اور اپنی لازوال نعمتوں کا دروازہ تجھ پر کھول دے۔ پھر جب تُو مشیتِ الٰہی کے احترام میں اپنے ارادہ اور آرزو سے مرجائے گا تو تیرے لیے کہا جائے گا کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرمائے اور تیری تقدیر میں اُس کی طرف سے خیر و برکت ہو۔

اُس وقت اللہ تعالےٰ تجھے حقیقی معنوں میں زندہ کرے گا اور تُو ایسی حیاتِ جاوداں پائے گا جس کے بعد موت نہیں اور ایسی دولت سے مالدار بنایا جائے گا، جس کے بعد محتاجی نہیں اور تجھ پر ایسی بخشش و عنایت کی جائے گی جس کے بعد تنگ حالی اور رکاوٹ نہیں اور تُو ایسی راحت و طمانیت سے محفوظ کیا جائے گا، جس کے بعد عُسرت و پریشانی نہیں اور ایسا

مسرور و شادمان کیا جائے گا۔ جس کے بعد رنج و غم نہیں اور ایسا علم دیا جائے گا جس کے بعد جہل نہیں اور ایسا امن دیا جائے گا جس کے بعد خوف نہیں اور ایسا نیک بخت بنایا جائے گا جس کے بعد تیرے لیے بدبختی نہیں اور ایسی عزت بخشی جائے گی جس کے بعد ذلت نہیں اور ایسا مقربِ بارگاہِ الٰہی کیا جائیگا کہ کہ پھر اُس سے دُور و مہجور نہ ہو گا اور تجھے ایسا عروج عطا کیا جائے گا جسکے بعد تنزلی نہیں اور ایسا پاک و معصوم کیا جائے گا کہ پھر گناہوں میں آلودہ نہ ہو گا۔

یہ رُتبہ پانے پر تُو خُدا تعالےٰ کا محبوب اور ملجا و ماویٰ بن جائے گا اور تیری شان میں لوگوں کی مدح و ثنا بالکل سچ اور بجا ہو گی۔ تو ازالۂ امراضِ روحانی کے لیے بذاتِ خود اکسیرِ اعظم بن جائے گا۔ پھر لوگ تیری باطنی صفات اور تیرے بلند رُتبہ کو پہچان بھی نہیں سکیں گے اور تُو ایک ایسا بزرگ ہو گا، جس کا کوئی مثل نہ ہو گا۔ ایسا مردِ نادر و یکتا ہو گا جس کا کوئی ہم رُتبہ و ہم جنس نہ ہو گا۔

اُس وقت میں تُو طاق، فقید المثال، غیب الغیب اور سرّ الاسرار ہو جائے گا۔ اُس وقت تُو ہر رسولؐ، ہر نبی اور ہر صدیق کا روحانی وارث ہو گا۔ تجھ پر ولایت کی انتہا ہو گی اور تیرے پاس کسبِ فیض کے لیے ابدال آئیں گے۔ تجھ سے خلقِ خدا کی مشکلات حل ہوں گی۔ تیری دُعا سے بارانِ رحمت کا نزول ہو گا۔ تیری برکت سے کھیتیاں اُگائی اور سرسبز و شاداب کی جائیں گی اور تیری دُعاؤں سے ہر خاص و عام، اہلِ سرحدات،

راعی و رعایا، حاکم و محکوم، آئمہ اُمت و افراد، الغرض تمام مخلوق کی مصیبتیں اور بلائیں رفع کی جائیں گی۔

اس حالت میں تو شہروں اور اُن کے باشندوں پر ایک حاکم و مختار کوتوال ہو جائے گا اور اُنہیں تیرے احکام و فرمودات کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ لوگ قطع مراحل کرتے ہوئے دُور دُور سے رواں دواں تیرے پاس آئیں گے اور خالقِ کائنات کے حکم سے تمام احوال میں تحائفِ نقد و جنس تیری خدمت میں لائیں گے۔ وہ ہر جگہ تیری برگزیدہ صفات و اخلاق کے چرچے کریں گے۔ تیری تعریف و توصیف میں رطب اللساں ہوں گے اور تیری عظمت و شان کے متعلق کہیں اہلِ ایمان میں بھی اختلاف نہ ہوگا۔

اے ستودہ صفات! اے نیک بخت! اے مقبولِ بارگاہِ خداوندی! اے رشکِ نوعِ انسانی! آبادیوں میں رہنے والوں اور جنگلات میں چکر لگانے والوں میں سے تیری ذات پر یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل و کرم ہے اور اللہ صاحبِ فضلِ عظیم ہے۔



مقالہ نمبر ۵

دُنیا کے فِتنوں سے اِجتناب

حضرت قُطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

" جب تُو دُنیا کی محو ہو جانیوالی آرائش و زیبائش، اُس کے دل کو لبھانے اور جذب کرنیوالے مکر وفریب، اُس کی گمراہ و ہلاک کرنیوالی لذات، راہِ راست سے بھٹکانے والی ترغیبات بظاہر خوشگوار لیکن بباطن مکروہ وگناہ پرور مناظر اور دُنیا کی بیوفائی و عہد شکنی، غافل و بے خبر دُنیا پرستوں کو دیکھے تو ایسا سمجھ جیسے کوئی برہنہ جائے ضرور پر بیٹھا ہُوا ہو اور غلاظت کی بدبُو اُس کے ماحول میں پھیل رہی ہو۔ یہ منظر اور یہ کیفیت دیکھ کر تو اپنی آنکھیں اور ناک بند کر لے گا تاکہ تیرے حواس اس کا مکروہ و ناگوار اثر قبول نہ کریں۔ اسی طرح تُو دُنیا داروں اور اُن کے معصیت آلود ماحول سے اپنے حواس کو دُور و کنارہ کش رکھ اور اُنکی شہوات کے تعفن سے مشامِ جان کو محفوظ کر لے تاکہ تیری رُوح کی فطری طہارت و پاکیزگی تلف نہ ہو جائے اور آفاتِ دُنیا سے نجات پا لے۔ دُنیا جسقدر بھی تیری قسمت میں ہے وہ تجھے ضرور ملے گی اور تُو لازمی طور پر اُس سے متمتع ہو گا۔ لہٰذا ضروریاتِ دنیوی میں تیری تشویش و پریشانی بالکل فضول ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیؐ سے فرمایا :" دُنیا کے ظاہری مال و اسباب سے جو چیزیں ہم نے کفّار کو دے رکھی ہیں اُنھیں گھور گھور کر مت دیکھئے کیونکہ ان اشیاء کا مقصد تو ان کفار کو فتنہ و امتحان میں مُبتلا کرنا ہے اور آپکے پروردگار کا عطا کردہ رزق آپکے لیے بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے "۔

مقالہ نمبر ۶

نفسِ امّارہ کی مخالفت توحید کی تکمیل ہے

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:۔

"تُو اللہ تعالےٰ کے احکام اور افعال کا احترام کرتے ہوئے اپنی خواہشات و لذات کو فنا کر دے، کیونکہ اس عمل سے تیرے دل میں علمِ الٰہی کا ظرف ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ تعلق باللہ کو مضبوط بنانے کے لیے فاسق و غافل مخلوق سے قطع تعلق کرنا نہایت ضروری ہے اور اپنی خواہشات سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ نفع و نقصان، دفع ضرر و شر، اسبابِ دنیوی اور جد وجہد کے تمام معاملات میں اپنی ذات پر بھروسہ کرنے کی بجائے ان امور کو کُلّی طور پر اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیا جائے اور قاضی الحاجات سمجھا جائے۔ خدا کو مختارِ کُل نہ سمجھ کر اپنے نفس پر اعتماد کر لینا ہی شرک ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی زمانۂ ماضی میں اپنے ہر بندہ کے امور و معاملات کا کفیل و ذمّہ دار رہا ہے۔ زمانۂ حال میں بھی وہی کفیل و ذمّہ دار ہے اور مستقبل میں بھی وہی رہے گا اور اُسکی یہ نگرانی و ذمّہ داری اُس وقت بھی تھی جب تُو بطنِ مادر میں تھا اور پھر ماں کی آغوش میں ایک شیر خوار بچّہ تھا اور خُدا کے ارادے کی خاطر اپنے ارادے سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ تُو کسی خواہش و مراد کا قصد نہ کرے۔ اس لیے کہ ارادۂ خداوندی سراسر خیر و بہتری پر مبنی ہے اور اس میں تیرا

قصد کرنا بھی شرک ہو جائیگا۔ خواہشاتِ نفسانی کی نفی سے اللہ تعالےٰ کا فعل تجھ پر جاری رہے گا اور افعالِ الٰہی کے نافذ ہوتے وقت تیرے اعضاءُ ساکن و غیر متحرک ہوں گے، قلب مطمئن ہو گا۔ سینہ فراخ و کشادہ ہو گا۔ چہرہ روشن و پُر نور ہو گا اور تعلق باللہ کی روحانی توانائی پا کر تُو کائنات کی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جائے گا۔

عرصۂ ہستی میں دستِ قدرت تجھے پھرائیگا، زبانِ قدرت تجھے پکاریگی اور ہدایات دے گی، تجلّیاتِ الٰہی تجھے ماہیّت اشیاء دکھائیں گی۔ خلعتِ نورانی تجھے لباسِ معرفت پہنائے گا۔ پروردگارِ عالم خود تجھے علم سکھلائے گا اور اس علم و عرفان کی برکت سے تجھے سلفِ صالحین اور برگزیدہ عارفین کے مقامات پر پہنچائیگا پھر تو مخلوقات سے برگشتہ و کنارہ کش رہے گا۔ تجھ میں ذاتی خواہش و ارادہ باقی نہ رہے گا۔ تو بشریت کے رذائل سے پاک و صاف ہو جائے گا اور تیرا دل توحید کا شناسا ہو کر ارادۂ الٰہی کے سوا کسی چیز کو ہرگز قبول نہ کرے گا۔

اس رتبہ پر پہنچ کر کرامات و تصرّفات تیری طرف منسوب کئے جائیںگے۔ یہ تصرفات ظاہراً فعل و حکم میں تو تجھ سے مشاہدہ کئے جائیں گے لیکن حقیقت میں وہ خدا کے افعال و احکام ہوں گے۔ پھر تو ان شکستہ دل اولیاء اللہ کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا، جن کی خواہشاتِ نفسانی اور ارادۂ بشری بالکل فنا ہو گئے اور پھر از سرِ نو اُن کے قلوب میں ارادۂ ربانی اور مشیتِ ایزدی کی کامل اطاعت کا جذبہ پیدا کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میرے مخلص بندے خود کچھ بھی نہیں چاہتے مگر وہی کچھ چاہتے ہیں جو اللہ چاہے"۔ نیز فرمایا میں اُن لوگوں سے بالکل قریب ہوں جن کے دل میری

ہی وجہ سے شکستہ ہیں"۔ پس اللہ تعالیٰ تیرے پاس نہ رہے گا تاوقتیکہ تیری تمام خواہشات اور تیرے سب ارادے اس کے ارادہ و رضا کے لیئے شکستہ نہ ہوجائیں لیکن جب تُو اپنے ارادوں کو خدا کے ارادوں میں فنا کردے اور ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کی طرف متوجّہ نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ تجھے نئے سِرے سے پیدا کرے گا اور تو نئی باطنی صفات کا حامل ہوگا۔ تیرے نفس میں شرک کے محرّکات محو ہوجائیں گے اور توحید قلب و دماغ میں راسخ ہوجائیگی۔ پھر تجھے دیدارِ الٰہی حاصل ہوگا۔ یہی معنی ہیں آنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ الْقُلُوْبُ کے۔ یعنی میں شکستہ دل لوگوں سے بہت قریب ہوں"۔

حدیثِ قدسی میں وارد ہے، میرا بندہ مومن ذکر و عبادت کی کثرت سے میرا قُرب چاہتا ہے، حتیٰ کہ وہ مُجھے بہت محبوب ہوجاتا ہے اور ربط کامل ہے مَیں اُس کے کان ہوجاتا ہوں، جس سے وہ سُنتا ہے، مَیں اُس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، مَیں اُسکی زبان ہوجاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ مَیں اُسکے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور مَیں اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ پس فنا کی کوئی حالت اس کے سوا نہیں ہے کہ تُو اپنے آپ سے اور مخلوق سے فانی ہوجائے اور مخلوق یا تو نیک ہے یا بد۔ اسی طرح تو بھی نیک ہے یا بد۔ پس جب تُو اپنی فطری اور ازلی صفات کو ضبط و محفوظ کرتے ہُوئے مخلوق کے خلافِ شریعت تاثرات کو قبول نہ کرے گا۔ اپنی توقعات کو اُس سے وابستہ نہ کریگا اور اُس کے شر سے خائف و ہراساں نہ ہوگا تو پھر تیرے نفس میں اللہ ہی اللہ باقی رہ جائے گا، جیسا کہ تیری پیدائش سے پہلے تھا۔ اس حقیقت کو نہ بھول کہ خیر و شر اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار و قدرت میں ہے اور جب تُو خدا تعالےٰ پر

یقینِ کامل رکھے گا تو وہ تجھے قضاء و قدر کے شر سے بے خوف کر دیگا اور خیر کی برکات تیرے لیے بسیط ہو جائیں گی۔ پھر تُو ہر خیر کا محل، ہر نعمت و مسرت کا مرجع، ہر نور و ضیاء کا مرکز اور ہر امن و آرام کا سرچشمہ بن جائے گا۔

پس عاشقانِ حق کا مطلوب و منتہا یہی فنا ہے اور یہیں اولیاء اللہ سیر و سلوک کے بعد اپنی منزل پاتے ہیں۔ اپنے اسی ارادہ سے فنا ہو کر خدا کے ارادہ میں محو و نابود ہو جانے کو تمام سابقہ اولیاء و ابدال نے طلب کیا ہے۔ وہ تادمِ واپسیں ارادۂ حق ہی کے ساتھ ہر ارادہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے نام ابدال رکھے گئے۔ پس اُن حضرات کے نزدیک ارادۂ حق میں اپنے ارادہ کو شریک کرنا گناہ ہے۔ ہاں سہو و نسیان مجذوبیت اور غلبۂ حال و خوف کی صُورت میں اُن سے کوئی بے اعتدالی ہو گئی ہو یا ہونے کا احتمال ہو تو اللہ تعالےٰ اُنہیں خبردار و متنبہ کر دیتا ہے اور وہ اُس سے باز آجاتے ہیں اور ساتھ ہی توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ کیونکہ فرشتوں کے علاوہ خواہش و ارادہ سے کوئی معصوم نہیں۔ فرشتے ارادے سے پاک اور انبیائے کرام خواہشاتِ نفس سے آزاد و محفوظ رکھے گئے ہیں، لیکن باقی مکلّف مخلوق مثلاً جنّ اور انسان ارادہ اور خواہشِ نفس سے معصوم نہیں۔ نوعِ انسانی میں سے خدا کے برگزیدہ بندے مثلاً اولیاء اور ابدال ارادہ و خواہشِ نفس سے محفوظ تو یقیناً ہیں لیکن ان سے ارادہ و خواہش کی طرف کسی وقت مائل ہو جانا عین ممکن ہے لیکن خدائے پاک اپنی رحمتِ خاصہ سے بیداری میں اُنہیں وہ لغزش جتلا دیتا ہے اور بروقت تدارک کر کے تلافیٔ آفات کر لیتے ہیں۔ بہرکیف نفسِ امّارہ کی خواہشات سے انحراف ہی توحید کی تکمیل ہے۔

مقالہ نمبر ۷

اطمینانِ قلب کا راز

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"اپنے نفس کی پابندیوں سے آزاد ہو اور اُس کی متابعت میں اپنی ہستی کے اسرار سے بیگانہ و ناآشنا ہو جا۔ اپنا ہر معاملہ کلی طور پر اپنے پروردگار کو سونپ دے اور اپنے دل کے دروازہ پر اللہ کا دربان بن جا تاکہ وساوسِ شیطانی اس میں داخل نہ ہوں۔ خُدا جس چیز کو دل میں آنے کا حکم دے، اُسے آنے دو اور جس سے منع کرے اُسے روک دے۔ ارادۂ حق کے علاوہ کسی ارادہ کی خواہش مت کر اور ارادۂ حق شریعتِ اسلامیہ کا مکمل اتباع ہے۔ طولِ امل یعنی خواہشات کی کثرت بندہ کیلئے پریشانی اور بربادی کا ایک ہلاکت خیز جنگل ہے اور اس طولِ امل کا محو ہونا ذاتِ حق میں جذب ہونے کے بغیر ناممکن ہے۔ ہمیشہ احکامِ الٰہی کا اتباع کر اور اس کی منہیات سے اجتناب کر۔ خدا کے مقدرات کو اسی کے اختیار و رضا پر رہنے دے اور مخلوقات میں سے کسی چیز کو اس کا شریک نہ کر۔ تیرے ارادے اور تیری آرزوئیں سب اسی کی مخلوق ہیں۔ پس تیرا ارادہ و خواہش کرنا گویا مخلوق کو خالق کے ساتھ شریک کرنا ہے اور اس حال میں تو مشرک ہو گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :

"جو شخص اللہ تعالےٰ کے دیدار کی توقع رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ نیک کام کرلے۔ اور مخلوقات میں سے کسی کو بھی خدا کی عبادت میں شریک نہ ٹھہرائے"۔

واضح ہو کہ صرف بُت پرستی ہی شرک نہیں، بلکہ خواہشاتِ نفس کی اندھادھند پیروی کرنا اور دُنیائے فانی میں کسی بھی ہستی یا کسی بھی شئے سے قلب و دماغ کو بدرجۂ عشق وابستہ کر لینا بھی صریحاً شرک ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اے نبیؐ! کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی ہوائے نفسانی ہی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے"۔

پس اللہ تعالےٰ کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ غیر اللہ ہے اور جب تو غیر اللہ میں مشغول و محو ہُوا تو بلاشبہ تو نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور خود مشرک ہو گیا۔ پس ذکرِ حق میں جدوجہد کر، آرام نہ لے، خوفِ خدا رکھ، بے خوف نہ ہو، تلاشِ حق میں صداقت کر، غافل نہ رہ اور سلوک میں جو مقامات تجھے حاصل ہوں، انہیں اپنی ذات سے منسوب نہ کر بلکہ توفیق و عطائے ایزدی سمجھ۔ پھر اگر تجھے کوئی حال یا مقام بخشا جائے تو اُسے مخفی رکھ اور نا اہلوں سے اُس کا ذکر نہ کر۔ اس طریق سے تجھے اور بھی روحانی فروغ ملے گا۔ کیونکہ تیرا تعلق براہِ راست اللہ تعالیٰ سے اور حسبِ کلام اللہ "ہر دن اللہ تعالیٰ کی نئی شان ہے"۔

پس ہونے والے احوال کا مخلوق سے تذکرہ خفت کا باعث ہوگا۔ اگر تیرا حال برقرار رہے تو اُسے خُدا کی بخشش جان اور توفیق شکر و زیادتی نعمت کا خُدا سے سوال کر۔ اگر تیرا وہ حال باقی رہا تو اس میں تیرے لیے ترقی علمِ معرفت اور اضافۂ ادب ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہم جب کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلاتے ہیں تو پھر اس سے بہتر یا اس کی مثل اور آیت مہیا کرتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔ پس اللہ تعالیٰ کو اسکی قدرت و اختیار میں عاجز نہ جان اور تدبیر و تقدیر میں اُسے کبھی متہم نہ کر۔ اسکے وعدوں میں کوئی شک نہ لا اور

اس کی رحمت و بخشش سے کبھی مایوس نہ ہو۔ اُس کے رسولِ برحق کا اُسوۂ حسنہ اختیار کر اور سمجھ لے کہ آنحضرتؐ پر نازل کی ہُوئی بعض آیات بعد میں منسُوخ کی گئیں۔ اور اُن کی بجائے دُوسری آیات لائی گئی اور آنحضرتؐ سے ان نئی نازل شدہ آیات پر عمل کرایا گیا۔ یہ حال شریعت ظاہرہ میں ہے، لیکن باطنی علم و احوال کا تغیّر خدا اور آنحضرتؐ کے درمیان راز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے متعلّق حضورؐ فرماتے ہیں "میرے دل پر بعض اوقات ایک حجاب وارد ہوتا تھا اور میں اُس کے ازالہ کے لیے ہر دن میں ستّر بار خُدا سے طلبِ مغفرت کرتا تھا۔"

پس آنحضرتؐ ایک حالت سے دُوسری حالت کی طرف منتقل کئے جاتے تھے۔ اور اس طرح حضورؐ منازلِ قرب اور عرصۂ غیب کو عبور فرماتے رہے تھے۔ نُورانی اور ربّانی خلعتیں آپ کو پہنائی اور بدلی جاتی تھیں اور کشف و معرفت کی ہر دوسری حالت اپنی پہلی حالت کے رفیع و اعلیٰ ہُوا کرتی تھی۔ ہاں اس دوران میں جب کبھی حجاب وارد ہوتا جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے تو حضورؐ بکثرت استغفار فرماتے اس لیے کہ استغفار تزکیۂ رُوح اور جِلائے قلب کا باعث ہے اور ہر مومن کے لیے مفید ہے۔ توبہ و استغفار ہر حال میں عبدؔ (بندہ) کی دو لازمی صفات ہیں اور یہ دونوں صفات حضرت ابوالبشر آدم علیہ السّلام کی مقدّس میراث ہیں۔ جب ان کے احوالِ باطن پر مھو دسیّاں اور عہد کی خلاف ورزی نے تاریکی ڈالی تو وہ اپنے ارادہ و خواہش کی پیروی میں مُبتلا ہو گئے اور اس وقت ارادہ آدمؑ ارادۂ الٰہی کے ساتھ شریک ٹھہرا۔ پس اس وجہ سے یہ ارادہ توڑ دیا گیا۔ پہلی باطنی حالت زائل ہو گئی اور وہ ولایت سے معزول کر دیئے گئے۔ اُن کی وہ منزلت جاتی

رہی۔ قربِ خداوندی تلف ہوگیا انوار تاریک ہو گئے۔ اور پھر انہیں اُن کی لغزش پر تنبیہ کی گئی اور نسیان و حکم عدولی کا اقرار کرتے ہوئے بصورتِ توبہ و استغفار گناہ کا اعتراف کرنے کی تلقین کی گئی۔ چنانچہ حضرتِ آدمؑ نے گڑگڑا کر بارگاہِ الٰہی میں التجا کی "پروردگار ہم نے تیری حکم عدولی سے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ اور اگر تو ہمیں معاف نہ فرمائے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم خسارہ پانیوالوں میں سے ہو جائیں گے۔"

پھر توبہ و استغفار کی برکت سے اُن پر اللہ تعالےٰ کے وہ اسرار و علوم منکشف ہوئے اور ایسی تجلّیات کا ورود ہوُا۔ جن سے وہ بیشتر ازیں بہرہ ور نہ تھے۔ بعد ازاں اُن کا ہر ارادہ خُدا کے ارادے کا مطیع و ماتحت رہا اور ان کی ہر دُوسری حالت پہلی حالت سے بہتر و ارفع ہوتی چلی گئی۔ اس درجہ پر اُنہیں ولایت کبریٰ، قبولیّتِ حق اور دُنیا و عقبیٰ میں سرفرازی نصیب ہُوئی۔ اُن کی اولاد رُوئے زمین پر خوب پھُولی پھلی اور اس میں سے بڑے بڑے جلیل الشّان انبیاء اور برگزیدہ اولیاء اللہ پیدا کئے گئے۔ پھر دُنیا کے بعد عقبےٰ ان کی جائے پناہ، بشارت اور حیاتِ ابدی کی قرار گاہ ہوگئی۔

پس تجھے بھی توبہ و استغفار اور عرض و نیازمندی کے لیے رسول کریمؐ کا اُسوۂ حسنہ اور نوعِ انسانی کے باپ حضرت آدمؑ کے خصائل اختیار کرنا چاہئیں اور یہی خدا تعالےٰ کے سچّے عاشقوں اور دوستوں کی سُنّت ہے، جو نجات کی ضامن ہے۔



مقالہ نمبر ۸

قربِ خداوندی کے مراحل

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :۔

"خدا کی جانب سے تو روحانی و باطنی حیثیت سے جس حالت پر ہو، اس کے سوا کسی بلند یا پست حالت کی آرزو نہ کر۔ جب تو شاہی محل (عالمِ لاہوت) کے دروازہ پر ہو تو محل میں داخل ہونے کا از خود متمنی نہ ہو، یہاں تک کہ حکمِ شاہی (امرِ ربی) سے تجھے جبراً داخل نہ کیا جائے۔ "جبر" سے مراد وہ حکم ہے جو ازلی، تاکیدی اور بار بار ہو محض نفس کی ترغیب داخلہ پر قناعت نہ کر۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اس بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے امتحان ہو۔ لیکن اس وقت تک صبر و تحمل سے کام لے، جبکہ تجھے داخل ہونے پر مجبور کر دیا جائے اور تیرا داخلہ سراسر اذنِ شاہی کے تحت ہو جب تو جبر اور حکم شاہی سے محل (قرب و جوار خداوندی) میں داخل کیا جائے گا تو تجھے بادشاہ اپنے ارادہ و فعل کے باعث کوئی عذاب نہ کریگا۔ اس کا قہر و عذاب تو صرف بندہ کے فقدانِ صبر، اتباعِ ہوس، بے ادبی اور ترک تسلیم و رضا کے باعث ظہور میں آیا کرتا ہے۔

پس جب تو قصرِ شاہی میں جبراً داخل کیا جائے تو اسے اپنی بہت بڑی سعادت اور خوش نصیبی سمجھ اور خاموش سرنگوں اور مودب و فرمان پذیر ہو کر

اس کی بارگاہ میں جا کھڑا ہو اور جس خدمت یا تعمیل فرض پر تجھے معیّن و مامور کیا جائے۔ اس کی بجان و دل پیروی کر اور حیل و حجت کو اس میں قطعاً دخل نہ دے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی اکرمؐ سے ارشاد فرمایا "دُنیا کے ظاہری مال و اسباب سے جو چیزیں ہم نے کفّار کو دے رکھی ہیں، اُنہیں گھور گھور کر مت دیکھئے۔ کیونکہ ان اشیاء کا مقصد تو اُن کفّار کو فتنہ و امتحان میں مبتلا کرنا ہے اور آپ کے پروردگار کا عطا کردہ رزق آپ کے لیے بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔

پس قولِ خداوندی رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى میں آنحضرتؐ کو حفظِ احوالِ باطن، صبر و شکر اور اپنی دی ہوئی نعمتوں پر راضی رہنے کی تلقین کی گئی ہے، یعنی ہم نے آپ کو جو عطیاتِ عظمیٰ بصورتِ منصبِ نبوّت، علمِ راسخ، حکمت و فہم دینِ اسلام، توحید و معرفت، جہاد فی سبیل اللہ اور فتوحِ غیبی تفویض کئے ہیں وہ دُنیا کے دیگر مال و جائداد اور سامانِ عیش و عشرت سے بہت بہتر ہیں اور دائمی طور پر باقی رہنے والے ہیں۔ پس حق تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر و رضامندی اور دیگر فانی و عارضی چیزوں سے ترکِ التفات ہی تمام نیکیوں اور برکتوں کی اصل ہے۔ تمام اشیائے دنیوی کو اللہ تعالےٰ نے بندوں کی آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے۔ کوئی بھی چیز یا تو تیری قسمت ہے یا کسی غیر کے لیے یا کسی کے لیے نہیں بلکہ اللہ نے اسے آزمائش کیلئے پیدا کیا ہے۔ اگر وہ مشیتِ الٰہی میں تیرا حصّہ ہے تو اُسے چاہے یا نہ چاہے وہ تجھے ضرور ملے گا۔ اس کی طلب و جستجو میں تیری طرف سے غفلت، گستاخی یا سوءِ ادب کا اظہار زیبا نہیں اور اگر وہ چیز کسی اور کی قسمت ہے تو تو اُسے کیوں آزماتا ہے اور اگر وہ خیر و عافیت اور سلامتی کے

ساتھ کسی فردِ بشر کی قسمت میں نہیں اور مخصوص فتنہ و امتحان ہے تو پھر کوئی بھی صاحبِ عقل و شعور فتنوں اور پریشانیوں میں کیوں مُبتلا ہوگا۔

پس حاصلِ کلام یہ ہے کہ خیر و سلامتی اور اطمینانِ قلب حفاظتِ احوالِ باطن اور تسلیم و رضا میں ہے۔ قصرِ شاہی میں داخل ہونے کے بعد جب تُو بالاخانے (اوجِ روحانی) اور وہاں سے چھت (منزلِ مقصود علیین) پر چڑھایا جائے تو جیساکہ ہم نے بیان کیا، خاموش، سرنگوں اور مؤدب رہ، بلکہ ان امور میں پہلے سے زیادتی کر، کیونکہ اب تو بادشاہ سے قریب تر اور خطرات کے نزدیک ہے۔ یہاں پہنچ کر تو اس سے احوال و مقامات میں سے کسی بھی حال یا مقام کی از خود آرزو نہ کر۔ اس لیے کہ یہ نعمتِ موجودہ کی ناشکری ہوگی اور ناشکری ایک ناشکر گزار شخص کو دُنیا و عقبےٰ میں ذلیل و خوار کرتی ہے۔

جیساکہ ہم نے پیش ازیں بیان کیا تُو ذکر و فکر اور عملِ صالح کی جدوجہد میں مشغول رہ تاکہ تُو ایسے مقامِ بلند پر پہنچایا جائے جو دائمی و ابدی ہو اور یاد رکھ کہ وہ مقام خدا کی ظاہر و باہر آیات و کرامات ہیں جو بندہ کے قول و فعل سے ظہور میں آتی ہیں۔ اس مقام سے غفلت و بے اعتنائی ہرگز نہ کر، اُسکی حفاظت کر اور ثبات و استقلال سے وہاں قائم رہ۔ پس احوال تو اولیاء کے لیے ہیں اور مقامات ابدال کے لیے۔



مقالہ نمبر ۹

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلالی و جمالی

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں اس کی صفاتِ جلالی اور صفاتِ جمالی کا تذکرہ واضح طور پر موجود ہے اور وہ اپنے بندوں کی طبائع میں ان صفات کا ظہور فرماتا رہتا ہے۔ کشف، مشاہدہ اور افعال میں اولیاء اور ابدال کے لیے صفاتِ خداوندی کے تحت ایسے امور ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں جو عقل و فہم کو مغلوب کر لیتے ہیں، رسوم و عادات کو فنا کر دیتے ہیں اور حواسِ انسانی میں یا تو ضعف و دہشت، یا لطف و محبت و موانست کے تاثرات پیدا کرتے ہیں۔

یہ افعالِ الٰہی دو قسم کے ہیں۔ جلالی و جمالی۔ بس خدا کا ظہورِ جلال و عظمت یہ ہے کہ دل پر خوف و ہیبت کا غلبۂ عظیم ہوتا ہے اور اعضائے جسم پر دہشت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث میں روایت کی گئی ہے کہ آپ کے سینۂ مطہر و مقدس سے نماز میں جوش کھاتی ہوئی دیگ کی سی آواز سنائی دیتی تھی۔ اس لیے کہ اُعْبُدْ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاہُ کے مصداق آپ اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت

کو مشاہدہ فرماتے تھے اور آپ پر اس کی عظمت و ہیبت کا انکشاف ہوتا تھا۔

اسی طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام کا جلال بھی مشہور ہے کہ حفظِ توحید اور غیرتِ دینی کے جذبے سے اپنے بھائی ہارون کو داڑھی سے پکڑ کر مارا اور یہ اُن کا معمول و مزاج تھا جس پر قرآن شاہد ہے۔ ایسا ہی جلال وجبروت حضرت خلیل اللہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حالات میں منقول ہے جو اپنی ذات کے لیے نہیں، بلکہ ہمیشہ غیرتِ حق اور حفظِ توحید کے تحت ہُوا کرتا تھا۔ لیکن مشاہدۂ جمال کیا ہے؟ دلوں اور مزاجوں میں خدا کی صفاتِ رحمت، رحم وکرم، بخشش وعنایت، لُطف ومحبت عفو و گزر اور بذل وسخا کا ظہور ہے جو قُربِ خداوندی اور بشارتوں کے ساتھ بندہ پر تجلّی پذیر ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی صفاتِ جمالی کا عظیم ترین مظہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہستی تھی کہ ہمیشہ ہر بُرائی کرنے والے سے بھلائی کرتے رہے ہر ایذا دینے والے کو راحت پہنچائی، ہر بدخواہ و بدگو سے محبّت و مؤدت کا سلوک رکھا اور انتہا یہ ہے کہ فتح مکّہ کے وقت اپنے بدترین دشمنوں کو "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ" کہہ کر نہایت فراخ دلی سے مُعاف فرما دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفتِ جمالی اور "خلقِ عظیم" اُمّت کے بہت سے اولیاء اور ابدال میں بھی باحسن وجوہ ظہور پذیر ہوتا رہا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے مشاہدۂ جمال کی یہ نعمت خاص خاص افرادِ اُمت پر وسیع و بسیط رکھی ہے اور اُنھیں تمام زندگی اس سے مستفید کیا ہے تاکہ فرطِ شوق کے سبب محبت کے جذب و مستی میں اُن کی روحانی قوتیں سُست و مضمحل نہ ہو جائیں اور وہ ہجر و فراق کی افسردگی میں حقوقِ عبدیت کی تعمیل سے قاصر نہ رہیں۔

اس لیے کہ اللہ تعالےٰ حکیم و دانا ہے، رحیم و کریم ہے اور تشنگانِ جمال کے اضطراب کو خوب جانتا ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) مؤذن سے فرمایا کرتے تھے:

"اے بلال! اذان دے تاکہ ہم ذکر و نماز سے راحت حاصل کریں"۔

ان کے لیے نماز اس بناء پر راحتِ قلب و روح تھی کہ انھیں کامل محویت و استغراق میں نماز کے دوران مشاہدۂ جمال الٰہی ہوا کرتا تھا۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کا آرام نماز میں رکھا گیا ہے۔



مقالہ نمبر ۱۰

اتباعِ قرآن وسنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت قطبِ ربانی نے ارشاد فرمایا :-

"اس میں شک نہیں کہ تیرا نفس اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور ملک ہے، لیکن دنیا کی شہوانیات و لذات اور اسبابِ نمود و تکبّر اسے راہِ راست سے برگشتہ کئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں انسان کے مزاج سے مناسبت رکھتی ہیں۔ پس اگر تو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے نفس کی مخالفت اختیار کرے گا تو تیری جانب سے یہ جہاد ہوگا اور فلاح و بہبود کا ذریعۂ جہادِ نفس کے بعد اللہ تعالیٰ سے تیری دوستی اور عبودیت پایۂ ثبوت کو پہنچے گی اور تجھے پاک و صاف اور خوشگوار نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ تمام اشیائے کائنات تیری تابع ہوں گی اور تیری خدمت و تعظیم کریں گی۔ یہ مسلّمہ اصول ہے کہ جو شخص خدا کا مطیع ہو جاتا ہے، دنیا اس کی مطیع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جو خدا کی حمد و ثنا بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ نیز فرمایا میں نے آسمانوں اور زمین سے کہا کہ تم میری اطاعت و فرمانبرداری طوعاً خوشی اور آمادگی سے یا کرہاً ناراضی اور غیر آمادگی سے) قبول کرو تو یہ سن کر انھوں نے کہا اے خالقِ کائنات! ہم

تیری اطاعت خوشی اور آمادگی سے قبول کرتے ہیں۔ پس مکمّل عبودیت اپنے نفس کی بُری اور سفلی خواہشات کی مخالفت سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں متعدد جگہ وارد ہے کہ نفسِ امارہ کی پیروی انسان کو صراطِ مستقیم سے گمراہ کر دیتی ہے۔ حدیثِ قدسی میں وارد ہے کہ حضرت داؤد سے فرمایا گیا خواہشاتِ نفس کی پیروی کبھی نہ کر، کیونکہ میری زمین میں اتباعِ نفس سے زیادہ فساد انگیز چیز اور کوئی نہیں۔ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کے متعلق ایک حکایت مشہور ہے کہ جب انہوں نے خواب میں ربّ العزّت کو دیکھا تو عرض کی یا اللہ! تیرے پاس پہنچنے کا راستہ کیا ہے؟ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اپنے نفس کی اطاعت چھوڑ دے اور میرے پاس آجا۔" حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ بعد ازاں مَیں نے سانپ کی کینچلی کی طرح اپنے نفس کو چھوڑ دیا۔

الغرض ہر حال میں اپنے نفس کی سفلی خواہشات سے احتراز ہی وجہ نجات ہے۔

پس تو اگر متقی اور پرہیزگار ہے تو مالِ حرام سے اور مخلوقات سے خوف و خدشہ رکھنے سے اجتناب کر اور اپنی توقعات کو مخلوق سے وابستہ کرنے کی بجائے خالق سے وابستہ کر اور بطریقِ زکوٰۃ و صدقہ وغیرہ بھی مخلوق کے عطیات پر نظر نہ رکھ اور اچھی طرح سمجھ لے کہ رزق و روزی کے تمام امور فاعل کے فعل و تدبر سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور فاعل و مدبر اللہ تعالیٰ ہے بایں ہمہ مخلوق کی طرف سے سعی و محنت اور جد و جہد کے اصول کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ تاکہ تو مذہب "جبریہ" کے عقائد سے نجات پائے اور یہ بھی مت کہہ کہ مخلوق کے افعال میں خدا کی قدرت کو کوئی دخل نہیں اور بندہ ہی ہر ارادہ و فعل کا مختار و مجاز ہے۔

اس عقیدہ سے تُو کافر ہو جائے گا اور "قدریہ" میں جا شامل ہو گا۔ بلکہ درست عقیدے کا تعین کرتے ہوئے یہ کہہ کر مخلوق کے افعال و اعمال مشیّتِ خداوندی سے ہیں، جن کی بجا آوری کے لیے حسبِ ارشاد لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی مخلوق کی طرف سے سعی و محنت لازمی ہے۔ جیسا کہ ثواب و عذاب اور جزا و سزا کے متعلق قرآن اور حدیث میں مثالیں وارد ہیں۔

پس احکامِ خداوندی سے تجاوز نہ کر، کیونکہ اس کے احکام تمام مخلوقات پر طوعاً و کرہاً جاری ہو رہے ہیں۔ احکم الحاکمین کے ہوتے کسی امر میں حاکم نہ بن بیٹھ۔ تیرے حاکم کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ ہیں۔ اگر تیرے دل میں کوئی خیال وسوسہ گزرے یا الہام کی کیفیت پائی جائے تو اس کو قرآن و حدیث کے معیار پر پرکھ لے۔ اگر قرآن و حدیث میں اُس کی حرمت و ممانعت موجود ہو۔ مثلاً زنا، سُود، چوری، غصب، ظلم و عدوان، کذب و فریب اور دیگر اعمالِ فسق و فجور، تو ایسی باتوں کو اپنے قلب و دماغ سے دُور کر اور ان پر ہرگز عمل پیرا نہ ہو، بلاشُبہ ایسے وسوسے شیطان کی جانب سے ہُوا کرتے ہیں اور بہت خوشگوار صورتوں میں انسان کے سامنے آتے ہیں اور اگر وہ خیال و وسوسہ قرآن و حدیث کی رُو سے جائز و مباح ہو اور اُس میں حرمت کا کوئی شائبہ نہ پایا جائے تو پھر بلا تامل اس کی تعمیل کر لے۔ کیونکہ اس میں گناہ کا خدشہ نہیں۔ مثلاً حلال چیزوں کا کھانا پینا، نکاح، عمدہ لباس، کسی مردِ صالح کی صحبت، حج بیت اللہ، بیوگان و یتامیٰ و غرباء کی امداد، رفاہِ عامہ کے کام وغیرہ ایسے الہام پر دل سکون و اطمینان محسوس کرتا ہے اور فطرت اس کی تائید و تصدیق

کرتی ہے۔ افعالِ الٰہی اور اوامرِ الٰہی کی تکمیل کے لیے اللہ تعالےٰ خود ہی بندہ میں فاعل ہو جاتا ہے اور اس کی امداد و نصرت فرماتا ہے اور جب خالصتاً فعلِ حق باقی رہ گیا اور تجھے تائیدِ حق کا مقام حاصل ہو گیا تو پھر اگر تجھے کوئی فتنہ بھی پیش آئے گا تو تُو اس کے شر سے محفوظ و بری رکھا جائے گا۔ کیوں کہ اللہ تعالےٰ اپنی مشیت اور اپنے فعل پر تجھے عقوبت و گرفت نہیں کرے گا۔ بندہ کو عذاب امورِ الٰہی میں دخل دینے کے باعث کیا جاتا ہے۔ اگر تُو حالتِ ولایت کا خواہاں ہے تو نفس کی مخالفت کر اور اوامرِ حق کا پُوری طرح متبع ہو جا۔ اور اوامرِ الٰہی کی پیروی دو قسموں پر ہے :۔

پہلی قسم یہ ہے کہ اسراف سے اجتناب کیا جائے، لذتِ نفسانی کی پیروی سے احتراز ہو، فرائض ادا کئے جائیں اور اپنے ظاہر و باطن کو گُناہوں سے محفوظ رکھا جائے۔ دُوسری قسم یہ ہے کہ خدا کے جو احکام الہام یا القا کے طور پر دل میں وارد ہوتے ہیں، اُن کی اطاعت پُورے احترام سے کی جائے اور خدا کے وقتاً فوقتاً مشوروں سے غفلت نہ برتی جائے۔ یہ امر باطن اُس مباح میں بھی پایا جاتا ہے، جس کے متعلق شریعت میں کوئی حکم موجود نہیں ہے، اس طور پر کہ نہ تو وہ ممنوع ہے اور نہ حکمِ وجوب میں ہے اور اس پر بندہ کو اختیار دیا گیا ہے خواہ وہ اسے تصرّف و استعمال میں لائے یا نہ لائے۔ اسی کا نام "مباح" ہے۔

پس ایک متقی اور باخدا شخص کو چاہیئے کہ وہ ہر ایسی چیز کے متعلق استخارہ کرے اور انتظارِ حکمِ باقی میں رہے۔ جب حکم پائے تو اُس کے مطابق تصرّف کرے۔ ایسی حالت میں بندہ کے تمام اعمال اور حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ہوں گے۔ جن چیزوں کا حکم شریعت میں موجود ہے۔ اُن کو شرع کی رُو سے اور جن چیزوں کے متعلّق حکمِ شریعت موجود نہیں۔ اُنہیں بندہ بذریعہ استخارہ حاصل ہونے والے امرِ باطن کے تحت بجا لائے گا۔ اُس مقام پر بندہ "اہلِ حقیقت" میں سے ہو جائے گا اور اس کا شمار اولیاء اللہ میں ہوگا اور اگر تُو حق الحق کی حالت میں ہے جو ذاتِ خداوندی میں محو و فنا ہو جانے کی حالت ہے تو اسے خدا کا بہت بڑا عطیہ سمجھ۔ کیونکہ یہ اُن ابدال کی حالت ہے جن کے دل عشق و محویت سے شکستہ ہیں، وہ موحّد ہیں، عارفین ہیں، صاحبِ علم و عقل ہیں امراء کے بھی آقا، خلقِ خدا کے پیشوا و نگہبان، نائبینِ حق تعالےٰ اور خاصان محبانِ الٰہی ہیں۔

پس اس مقام پر امر کی پیروی یہ ہے کہ تُو نفسِ امّارہ کا مخالف ہو جائے اور دُنیا یا آخرت کی کسی چیز کی طرف تیری رغبت و توجّہ نہ رہے۔ اُس وقت تو بندۂ مالک الملک ہو گا نہ کہ بندۂ ملک، تو امرِ حق کا غلام ہو گا نہ کہ خواہش کا۔ تو ظاہرًا اور باطنًا کلی طور پر اس طرح سپردِ خدا ہو گا جس طرح دایہ کے ہاتھ میں شیر خوار بچّہ اور طبیب کے روبرو بے ہوش بیمار۔ پس اللہ تعالےٰ کے امر و نہی کی شناخت و پیروی کے علاوہ تُو دیگر تمام امور سے بیہوش و بے خبر ہو گا۔

٭٭٭

مقالہ نمبر ۱۱

صبر و توکّل کے بیان میں

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"جب غربت و ناداری کی حالت میں تیرے دل میں خواہشِ نکاح پیدا ہو، اور تُو اُس کی ذمہ داریاں اور بوجھ اُٹھانے سے قاصر ہو تو اللہ تعالےٰ سے کشائش و خوش حالی کی اُمید رکھتے ہوئے اس کے حضور تحصیلِ رزق کی دُعا کرتا رہ۔ جس پروردگار نے دنیا میں ضرورتِ نکاح انسان پر لازم کی ہے اور اُس کی خواہش بنی نوعِ انسان کے ہر فرد پر رکھی ہے، وہی اُس کے اسباب و ذرائع بھی پیدا کرے گا۔ وہی مشکل کشا اور قاضی الحاجات تیرے رنج و پریشانی کے بغیر ہی بطریقِ بخشش تیرے نکاح کا سامان مہیّا کرے گا جو تیرے لیے باعثِ طمانیت و برکات ہو گا۔

اب تیرا صبر اور انتظار حمد و شکر کے ساتھ بدل جائے گا اور اللہ تعالےٰ نے اپنے کلامِ پاک میں شاکرین سے زیادتی نعمت کا وعدہ فرمایا ہے:

"اگر تم ہمارا شکر بجا لاؤ گے تو یقیناً ہم تمہیں زیادہ دیں گے اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر یاد رکھو کہ ہمارا عذاب بہت شدید ہے" اور اگر ایک عرصہ

کے لیے تجھے اسباب و ضروریاتِ نکاح مہیّا نہ ہوں، تو بھی صبر سے انتظار کر اور حسبِ ارشاد لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، خُدا تعالےٰ کی رحمت و مدد سے ہرگز مایوس نہ ہو۔

لیکن اندریں اثناء خدا تعالےٰ کی مشیت اور ترتیبِ عمل میں بالکل دخل نہ دے اور خواہشاتِ نفسانی سے احتراز کرتے ہُوئے ذکرِ الٰہی کے ساتھ صبر و تحمل کا التزام کر۔ دستورِ قضا و قدر سے با وفادہ اور امرِ ربّی کی اطاعت کر اور یقین رکھ کہ آخر تیرا پروردگار تجھ پر فضل و کرم فرمائے گا اور رزق میں وسعت و کشادگی پیدا کرے گا۔ نیز گناہوں سے بچنے اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی تجھے قوت اور توفیق عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

"بلاشُبہ صبر کرنے والوں کو بے اندازہ و بے حساب اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔"



مقالہ نمبر ۱۲

مال وجائداد کے باعث

اطاعتِ حق سے گریز مت کرو!

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"جب اللہ تعالےٰ تجھے مال وجائداد عطا کرے اور تو اس مال کے باعث خدا تعالےٰ کی عبادت و اطاعت سے روگردانی کر لے، تو خدا تجھے دُنیا و عقبیٰ میں اپنے قرب سے دُور و محجوب کر دیگا اور ممکن ہے کہ غفلت و معصیت کے باعث وہ مال وجائداد تجھ سے چھین لے اور تجھے محتاج و پریشان حال کر دے منعم سے غافل ہو کر سراسر نعمت میں محو و مشغول ہو جانا ہی شرک ہے اور شرک خدا کے نزدیک ناقابلِ معافی جرم ہے اور اگر تو مال و دولت کو معبود و مقصود نہ بناتے ہوئے حمد و ثنا اور ذکر و عبادت میں مشغول رہے گا، تو اللہ تعالےٰ اس مال کو تیرے لیے برکت و راحت کا باعث بنائیگا اور اُس میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ مال تیرا خادم ہو گا اور تو اپنے رازق و پروردگار کا خادم۔ پھر تو دنیا میں خدا کی گوناگوں نعمتوں سے محظوظ و فیض یاب ہو گا۔ اور عقبیٰ میں خدا کی طرف سے معزز و محترم ہو کر جنّت الماویٰ میں صدیقین، شہدا اور صالحین کا جلیس و ہم پایہ ہو گا۔



مقالہ نمبر ۱۳

شفائے روحانی پانے کا طریقہ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:۔

"اگر تیری قسمت میں نعمت ہے تو خواہ تو اس کا خواہشمند ہو یا اُسے ناپسند کرے وہ تجھے ضرور پہنچے گی۔ اسی طرح اگر مصیبت تیری قسمت میں ہے اور تیرے لیے اس کا حکم ہو چکا ہے تو خواہ تو اسے ناپسند کرے اور دُعا یا کسی اور ذریعہ سے اُس کو دفع کرنا چاہے وہ پھر بھی تجھ پر وارد ہو گی۔ پس تجھے چاہیئے کہ ہر معاملہ میں اللہ تعالٰے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے، تاکہ اس فاعلِ حقیقی کا فعل تیرے لیے جاری ہو۔ اگر خدا کی جانب سے تجھے نعمت دستیاب ہو تو حمد و شکر بجالا اور اگر مصیبت ہو تو صبر و تحمل اختیار کر، تو بخشش و عطا کے حالات کے بالکل مطابق رہ۔ گویا راہِ حق کی منازل طے کر رہا ہے۔ اس شیوۂ تسلیم و رضا سے تجھے گزشتہ سلف صالحین اور شہداء اور صدیقین کے مقام پر پہنچا یا جائے گا اور قربِ خداوندی حاصل ہو گا۔ پھر تو اُن لوگوں کا ساتھی ہو گا جنہوں نے ذکر و فکر کی برکت سے کرامتیں، نعمتیں، عزت و مسرت اور نفسِ مطمئنہ پایا۔ پس آفات و مصائب پر صبر و استقامت سے کام لینا مومن کی سب سے اہم اور مقدم صفت ہے۔ خیر خلق اور رحمۃ للعالمینؐ نے ارشاد فرمایا: "دوزخ کی آگ مومن سے کہے گی کہ اے مومن! میرے علاقہ سے جلدی گزر جا کہ تیرا نور مجھے بجھائے دیتا ہے۔" کیا مومن کا نور جو آتشِ دوزخ کو بھی بجھا سکتا ہے وہی نور نہیں ہے جو یقین

محکم اور ایمانِ کامل کے باعث دُنیا میں بھی اس کا ساتھ تھا۔ اُسی نور سے مومن اور کافر، یا مطیعِ شریعت اور غیر مطیعِ شریعت کا امتیاز ہے۔ پس وہی نور دُنیا اور عقبیٰ میں ہر شعلۂ بلا کو بجھا دے گا۔ پس چاہیئے کہ تیرے صبر و ایمان کی قوت ہر مصیبت و بلا کو تجھ سے زائل کر دے۔ یقین رکھ کہ کوئی بھی بلا تجھے ہلاک و برباد کرنے نہیں آتی۔ بلکہ تیری آزمائش کرنے، تیری صحتِ ایمانی کو ثابت و موکد کرنے، تیرے یقین و ادغان کو مضبوط و توانا بنانے اور تجھے رضائے حق اور فلاح و عروج کی بشارت دینے آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے مسلمانو! ہم تمہیں آزمائیں گے تاکہ تم میں سے فی سبیل اللہ جہاد کرنیوالے اور صابر لوگوں کو معلوم کر لیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور امداد و نصرت پر تیرا ایمان محکم ہو جائیگا اور تُو نے یقین کے ساتھ اسکے افعال کے ساتھ موافقت کی تو وہ ہر مصیبت میں تیری مشکل کشائی فرمائے گا اور اس کی توفیق و تائید اور امداد و نصرت تیرے شاملِ حال رہے گی۔

پس تجھ سے اپنے حق میں یا کسی غیر کے حق میں ایسا کوئی قول و فعل سرزد نہ ہو جو اللہ کے امر و نہی سے باہر ہو اور جب تُو کسی امرِ خداوندی کو پالے تو اُسکی تعمیل میں جلدی کر اور قوت و حرکت سے اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ نیز تقدیر اور فعلِ الٰہی کا سہارا لیکر محض تسلیم و توکل پر نہ رہ بلکہ سعی و کوشش اور فکر و تدبیر سے اپنی ذہنی و فطری قوتوں کو بروئے کار لا، تاکہ امرِ الٰہی عملی طور پر تجھ سے ظہور پذیر ہو۔ اور اگر تُو اپنے عزائم کی تکمیل میں عاجز و بیکس ہو گیا ہو تو اپنے پروردگار کی پناہ پکڑ۔ اس سے دُعا و التجا کر، اسکے حضور گریہ و زاری کر، اُس سے معذرت کر، اور تعمیلِ اوامرِ الٰہی میں غفلت اور رکاوٹ پیش آجانے کے اسباب کی تحقیق و تفتیش کر، ممکن ہے ایسی پریشان کُن

صورتِ حال تیرے غرور و تکبر، اطاعت و عبادت میں سوءِ ادب اور صرف اپنی قوّت و صلاحیّت پر بھروسہ کرنے، کسی اچھے عمل پر گھمنڈ کرنے یا مخلوقات کو خالق کیساتھ شریک کرنیکے باعث ہو یا ممکن ہے اللہ تعالےٰ نے تجھے کسی لغزش کے سبب اپنی طاعت و قرب سے معزول کر دیا ہو، تجھ سے ناراض ہو اور تجھے تیری ہوا و ہوس میں مشغول کر دیا ہو۔ کیا تو نہیں جانتا کہ دُنیا میں اسباب شرک و غفلت جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور وہ مومن کو اسکے حقیقی محبوب و مطلوب یعنی اللہ تعالےٰ سے دُور اور بے تعلق رکھتے ہیں۔

پس تُو اسبابِ شرک سے پرہیز کر تاکہ وہ تجھے اپنے حقیقی مولا سے غیر مولےٰ (غیر اللہ) کی طرف راغب و راجع نہ کر دیں۔ اور جو بھی چیز اللہ کے سوا ہے وہ "غیر مولیٰ" کا حکم رکھتی ہے۔ پس تو اپنے رب کے علاوہ غیر کی طرف رجوع نہ کر اور اپنے نفس پر اسطرح ظلم و ستم نہ کر کہ غیر اللہ کے سبب اللہ کے اوامر سے غافل و بے خبر ہو جائے ورنہ وہ تجھے "ایسی آگ میں جھونک دیگا جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جو کفّار کے لیے تیار کی گئی ہے"۔ (آیہ شریفہ) پھر تو کوئی عذر یا فریاد کریگا تو وہ سُنی نہ جائیگی اور تو اللہ کی رضا و خوشنودی کا طلبگار ہوگا تو وہ تجھ سے راضی نہ ہوگا اور ایمان و عمل صالح کی تصحیح پر دُنیا میں دوبارہ آکر تلافیٔ مافات کرنا چاہے گا مگر تجھے واپسی نصیب نہ ہوگی۔ پس اپنے نفس پر رحم و شفقت کر اور علم و عقل اور ایمان و معرفت جیسی نعمتیں جو تجھے عطا کی گئی ہیں اُنہیں اپنے پروردگار کی طاعت، عبادت اور رضا و خوشنودی میں صرف کر اور انہیں کے انوارِ مقدسہ سے جہل و شرک کی تاریکیاں اپنے قلب و دماغ سے محو کر۔ اللہ کے اوامر و نہی کے مطابق صراطِ مستقیم پر قدم اٹھا اور اپنے ہر معاملہ کو اُسی قاضی الحاجات کے سپرد کر دے جس نے

تجھے پیدا کیا اور تیری پرورش کی، تُو ایک نُطفۂ ناچیز تھا جس سے تجھے انسانی صُورت و ہیئت بخشی اور زمین میں تجھے اپنی خلافت و نیابت کا منصب عطا فرمایا۔ تیری ہر خواہش اور مُراد اسی کی مراد کے تابع ہو اور تیری ہر ناپسندیدگی اسی کی ناپسندیدگی کے تحت ہو۔

جب تُو احکامِ الٰہی کا مطیع ہو گا تو تمام کائنات تیرے حُکم کی مطیع ہو گی۔ جب تُو اللہ کے نواحی سے پرہیز کریگا تو پھر دُنیا میں تُو جہاں بھی رہے گا تمام مصائب و آلام تجھ سے دُور رہیں گے۔

اللہ نے بعض اپنی کتب سماوی میں فرمایا۔" اے بنی آدمؑ! میں اللہ ہوں خالقِ کائنات ہوں، میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ مَیں کائنات میں جس چیز کو حکم دوں کہ ہو جا! وہ فوراً ہو جاتی ہے اور عدم سے عالمِ وجود میں آجاتی ہے۔

پس تُو خالصاً میری طاعت و عبادت کر، تاکہ مَیں تجھے توحید کی برکت سے وہ روحانی قوت عطا کروں کہ تُو بھی جس چیز کو کہے "ہو جا" وہ ہو جائے اور وجود و ظہور میں آئے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا" اے دُنیا! جو شخص میری خدمت و اطاعت کرے، تو اُس کی خدمت و اطاعت کر اور جو شخص محض تیری خدمت و پرستش کرے، اُسے مصائب و آلام میں مُبتلا رکھ۔ پس جب خدا کے نواہی (ممنوعات) تیرے سامنے آئیں تو اُن سے پُوری احتیاط کے ساتھ اجتناب کر، کامل عجز و انکساری اختیار کر اور تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنا۔ تیرے حواسِ خمسہ اور تیرے تمام اعضا و جوارح ہمہ وقت پابند احکامِ الٰہی ہونا چاہئیں اور انکی بجا آوری میں کبھی تساہل و تاخیر نہ کر۔ عوامل قضا و قدر میں خفگی، تعجیلی یا شکایت و مخالفت کو دخل نہ دے۔ پس یہی غذائے الٰہی اور نسخۂ ربّانی ہے جو تجھے گناہوں کے امراض اور خواہشاتِ نفسانی کے فتنوں سے محفوظ و صحت یاب رکھ کر قُربِ خداوندی عطا کرے گا۔



مقالہ نمبر ۱۴

پرستارانِ دُنیا اور پرستارانِ عقبیٰ

حضرت قُطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"اے بندۂ نفس تو عاشقانِ حق اور پرستارانِ معبودِ واحد کی یگانگت اور ہم پائیگی کا دعوےٰ مت کر، اس لیے کہ تُو اپنی ہوا و ہوس کا غلام ہے اور وہ اپنے خالق و مولےٰ کے غلام ہیں۔ تو دُنیا کی رغبت میں محو ہو رہا ہے اور وہ ہمہ وقت رغبت عقبیٰ میں سرگرمِ عمل ہیں وہ زمین و آسمان کے پروردگار پر نظر گاڑے ہُوئے ہیں اور تیرے شوق و تماشا اور انس و محبت کا مرکز مخلوقات ہے۔ ان لوگوں کے قلوب صرف ربِّ واحد سے وابستہ ہیں اور تیرا قلب اصنامِ دُنیوی سے بُتکدہ بن رہا ہے۔ وہ ان چیزوں کو نہیں دیکھتے، جنہیں تُو دیکھتا ہے وہ اشیائے کائنات کو نہیں بلکہ اشیاء کے خالق و صانع کو دیکھتے ہیں، جیسے ظاہری آنکھوں سے نہیں، بلکہ چشمِ قلب سے دیکھا جاسکتا ہے۔ ان لوگوں نے عشقِ حق کی نعمت پا کر غیر اللہ سے نجات حاصل کی اور تُو اب تک نفس کی خواہشات میں مخمور ہے، وہ اہل اللہ اپنے پروردگار کے ارادوں کا احترام کرتے ہُوئے اپنے ارادوں اور آرزوؤں کو چھوڑ بیٹھے اور اس طرح قُربِ الٰہی حاصل کیا۔ لیکن تُو اپنے ارادوں اور خواہشوں کا بندہ بن کر اپنے خالق سے کوسوں دُور جا پڑا۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدمؑ اور تخلیقِ کائنات کا حقیقی مقصد عطا فرمایا۔ یعنی حمد و ثنا اور عبادت میں مشغول ہُوئے، لیکن تُو دُنیا کی لغویات و ہزلیات میں محو و مصروف

ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ وہ عاشقانِ حق تائیدِ الٰہی سے طاعت و عبادت میں ہمیشہ کسی غم و رنج اور تکلیف و پریشانی کے بغیر منہمک رہے اور مصیبت و دشواری میں بھی کوئی جبر و اکراہ محسوس نہ کیا۔ پس ذکر و عبادت اُن کی غذا اور رُوح کی قوت و شادمانی بن گئی۔ گویا ان کی عبادت ان کے لیے جنّت الماویٰ ہو گئی۔ کیونکہ وہ کائنات میں کسی بھی چیز کو چکھنے سے پہلے اس چیز کے خالق و صانع اور اس کے فعل کو دیکھتے ہیں۔ بلاشبہ ایسے ہی برگزیدہ لوگوں سے آسمان و زمین کا قیام و استحکام اور مخلوقات بحر و بر کا سُرور و اطمینان ہے۔ کیونکہ ان کے مولیٰ نے اُن کی صفاتِ باطنی کے باعث ان کو اپنی زمین کا اوتاد یعنی میخ بنایا ہے، جس سے وہ قائم و محکم ہے۔ وہ اپنی قوتِ رُوحانی کے باعث پہاڑوں کی طرح خوددار، اٹل اور ناقابلِ تسخیر ہیں۔

پس تُو کہ محض بندۂ نفس ہے ان کے راستہ سے دُور ہٹ جا اور اُن صاحبِ عزم و ایمان لوگوں کی مزاحمت نہ کر جن کو راہِ حق میں اُن کے قصد و اقدام سے اُن کے باپ اور بیٹے بھی باز نہ رکھ سکے۔ وہ بہترین مخلوق اور حاصلِ کائنات ہیں جنہیں خُدا نے بیدار فرمایا اور اپنی زمین میں پھیلائے ہوئے نوعِ انسانی کو ان کی امامت و قیادت سے فیض یاب کیا۔ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں ان کی ارواحِ مقدسہ پر حق تعالےٰ کے لاکھوں سلام ہوں۔

٭٭

مقالہ نمبر ۱۵

خوف و رجاؔ کے متعلّق

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں ایک ایسی جگہ ہوں جسکی شکل وہیئت مسجد کی سی ہے اُسمیں گروہ ایسے لوگوں کا موجود ہے جو دُنیا اور دُنیا والوں سے قطع تعلّق کئے ہُوئے ہیں۔ مَیں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر اولیاءاللہ میں سے فلاں شخص یہاں ہوتا تو ان لوگوں کو آدابِ شریعت سکھاتا اور تبلیغ ارشاد کرتا۔ اتنے میں وہ لوگ میرے گرد جمع ہوگئے اور ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا "آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کلام وخطاب کیوں نہیں فرماتے؟" مَیں نے یہ سُنکر کہا: "جب تم لوگ مخلوق سے قطع تعلّق کرکے خالق کیطرف آئے ہو، تو پھر لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو اور جب تم نے زبان سے ترکِ سوال کیا ہے تو اپنے قلوب اور نیّت سے بھی مت سوال کرو۔ اسلئے کہ دل کا سوال کیا ہی کے سوال کی مانند ہے اور اچھی طرح سمجھ لو کہ مخلوقات کو بگاڑنے یا سنوارنے، پست کرنے یا بلند کرنے میں ہر دن اللہ تعالیٰ کی نئی شان ہے۔ بس کسی قوم کو تو وہ اسفل سافلین میں دھکیل دیتا ہے اور کسی کو علیّین تک بلند وبرگزیدہ کرتا ہے اور جہاں علیّین والوں سے حفاظت ونصرت کا وعدہ فرماتا ہے، وہاں اُنہیں غفلت ومعصیت کے باعث اسفل سافلین میں دھکیل دینے کی وعید بھی فرماتا ہے اور پھر بھی جن لوگوں کو اسفل سافلین میں رکھا ہے ان سے توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ کے باعث ہدایت دینے اور علیّین میں شامل کردینے کا عہد بھی فرماتا ہے۔ پھر مَیں خواب سے جاگ اُٹھا۔"

لہ یعنی ڈر اور اُمید، یہ اہلِ اللہ کی صفات ہیں، اللہ کے قہر وعقوبت کا خوف اور اُسکی رحمت وبخشش کی اُمید۔

مقالہ نمبر ۱۶

توکّل علی اللہ کے درجات

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "تو اللہ کے فضل اور اُس کی نعمتوں سے اس لیے بے بہرہ ہے کہ تُو نے محض مخلوقات پر اور دیگر اسباب و ذرائع پر بھروسہ کیا اور اللہ کی ذات پر کامل توکل نہ رکھا۔ پس رزقِ حلال اور اکلِ مسنون کے حصوں میں مخلوقات تیرا حجاب ہے اور جب تک مخلوقات کے بخشش و کرم کا اُمیدوار ہے اور ان کی جانب تیری سائیلانہ آمدورفت ہے، تب تک تُو خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرانے والا مشرک ہے۔ چنانچہ اس شرک کے باعث اللہ تعالےٰ تجھے عذاب میں مُبتلا کرتا ہے اور اس عذاب کی ادنیٰ صُورت یہ ہے کہ تو اکلِ مسنون و رزقِ حلال نہیں پا سکتا۔ کیونکہ رزقِ حلال تو وہ ہے جو سعی و محنت اور جسمانی و دماغی قوتوں کو استعمال میں لا کر حاصل کیا جائے۔ پھر اگر تُو نے اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرانے سے توبہ کر لی اور پھر سعی و محنت کی طرف رجوع کیا اور محض اپنی محنت و صلاحیّت پر بھروسہ کیا، تب بھی تو مشرک ہے، لیکن شرک کی یہ قسم پہلے شرک سے زیادہ خفی (پوشیدہ) ہے اور اللہ اس شرک پر تجھے عقوبت اس طرح کریگا کہ بلا واسطہ سبب تجھے روزی عطا فرمانے سے محجوب رکھے گا اور تُو تحصیلِ رزق کے باطنی ذرائع سے بے بہرہ ہوگا۔ پھر جب تُو اس شرکِ خفی سے بھی توبہ کر لے اور محض اپنی محنت و صلاحیت پر تیرا بھروسہ نہ رہے اور یقین کر لے کہ اللہ تعالےٰ ہی حقیقی رازق اور مسبب الاسباب ہے، وہی آسانی پیدا کرنے

والا، وہی توفیق محنت وکسب عطا فرمانے والا اور وہی مشکلات اور موانع کو رفع فرمانیوالا ہے اور اسی طرح جب تو ذرائع اور اسباب سے روگردانی اختیار کر کے رزق و محنت کے منبع و مخزن کی طرف رجوع کریگا اور خود کو اپنی جملہ حاجات و ضروریات کو فقط اسی کے حضور ڈال دیگا تو پھر وہ اپنے اور تیرے درمیان سے حجاب اُٹھالیگا بیگانگی اور بے التفاتی کو رفع فرمائے گا اور اپنی رحمت سے تیری ہر حاجت و ضرورت کے وقت تیری طلب و توقع سے بھی زائد تجھے اس انداز سے اور ایسے ذرائع سے رزق عطا فرمائیگا جن کا تجھے خیال وگمان بھی نہ ہوگا اور یہ تیرے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص نُصرت و حمایت ہے اور اسطرح وہ تجھے شرکیات اور غیر اللہ کی طرف مائل ہونے سے محفوظ کرتا ہے۔ پھر جب تیرے قلب و دماغ سے ذاتی ارادے اور ذاتی خواہشیں منقطع ہو جائیں گی اور تُو کلی طور پر متوکل علی اللہ ہو کر اپنے ارادوں کو اللہ کے ارادوں میں فنا کر دیگا تو پھر اللہ تعالیٰ یقیناً تجھے تیرا رزقِ مقسوم بھیجے گا۔ وہ رزق تجھے پہنچ کر رہیگا اور وہ تیرے سوا کسی دیگر شخص کا حصہ نہ ہوگا۔ تیری اشد حاجت و ضرورت کے وقت وہ تیری مدد و دستگیری فرمائے گا اور ساتھ ہی تجھے اُس رزق کے لیے ادائے شکر کی توفیق دیگا۔ نیز تجھے یہ عرفان بھی ہوگا کہ ایسے حالات میں مشکلکشائی اور یہ رزق اللہ کی خاص نصرت و اعانت سے ہے اور اسطرح تُو اس مسبب الاسباب کی اس رحمتِ خاصہ کو پہچان لیگا اور اُسکا شکر بجا لائیگا۔ یہ معاملہ مخلوقات سے تیرے خروج و بعد اور غیر اللہ سے اجتناب کا باعث ہوگا اور ساتھ ہی تجھے توحید کا صحیح فہم و ادراک حاصل ہوگا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق تیرا علم اور یقین محکم راسخ ہو جائیگا تو تجھے قدرتی طور پر شرح صدر ہوگا اور تیرا قلب و دماغ انوارِ معرفت سے

منوّر اور تیری رُوح اسرارِ خداوندی سے سیراب و توانا ہو جائیگی۔ اندریں حالت کشف باطن اور نورِ کرامت سے تجھے ہمیشہ جتلا دیا جائے کریگا کہ اللہ کیطرف سے تیری حاجت روائی اور مشکل کشائی ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بنی اسرائیل میں سے ایسے ائمہ دین اور رہبرانِ قوم بنائے جو ہمارے اوامر کی اُن میں تبلیغ و اشاعت کریں، اُنہیں یہ قیادت و صلاحیت تب عطا ہوئی جبکہ اُن لوگوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین و ایمان رکھنے والے ہوئے اور اپنے کلامِ مقدّس میں ایک اور جگہ فرمایا جو لوگ ہماری راہ میں ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں۔ یقیناً ہم اُنہیں صراطِ مستقیم دکھاتے ہیں اور اُنکی راہنمائی کرتے ہیں۔ نیز فرمایا تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو، وہ اپنے اسرارِ قدرت میں سے تمہیں بہت کچھ سکھلا دیگا اور تمہیں نورِ معرفت عطا کریگا۔ پھر ایسے بلند مقامِ روحانیت پر تجھے تکوین یعنی تخلیقِ اشیاء کا اختیار عطا کیا جائے گا اور تو کائنات میں تصرف کریگا ایسی ظاہری اجازتِ ربّی کے ساتھ جس میں شک و شُبہ کو دخل نہیں، ایسی دلیل کیساتھ جو آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ ایسے کلام کے ساتھ جسکا رد مخلوقات سے ناممکن ہے، ایسے الہامِ صدق کے ساتھ جس میں کذب و تلبیس نہیں اور جو نفسانی و شیطانی وسوسوں سے بالکل محفوظ و پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا "اے فرزندِ آدمؑ! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں جس چیز کو حکم دیتا ہوں "ہو جا" وہ یقیناً ہو جاتی ہے۔ پس تو میری اطاعت اختیار کر، پھر میں تجھے بھی ایسا ہی بنا دونگا کہ تو جس چیز کو حکم دیگا "ہو جا" وہ ہو جائیگی۔ اور اذنِ الٰہی سے عالمِ وجود میں آئیگی اور بلا شبہ اللہ تعالےٰ نے اپنے انبیاء، صدیقین، اولیاء اور خواصِ بنی آدمؑ کو ایسی ہی روحانی قوتوں کا حامل بنایا ہے۔

٭٭٭

مقالہ نمبر ۱۷

واصل باللہ ہونے کا طریقہ

حضرت قطبِ ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا: "جب تجھے وصول الی اللہ (اللہ تک رسائی) حاصل ہو جائے، تو سمجھ کہ اس وقت تجھے توفیقِ الٰہی سے قربِ خداوندی نصیب ہوا، اور وصول الی اللہ کے معنی یہ ہیں کہ تو مخلوقات کے علائق اور ذاتی خواہش و ارادہ کے بندھن سے آزاد ہو کر اللہ کے فعل و ارادہ کے تحت ہو جائے اور تیرا ہر قول و فعل امرِ الٰہی کے مطابق ہو۔ پس یہ حالت محویتِ ذات اور فنا فی اللہ ہونے کی حالت ہے جسے "وصول الی اللہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اللہ تک پہنچنا کسی مخلوق تک پہنچنے کی سی مادی حیثیت نہیں رکھتا، بلکہ اس کی طرز نوعیت بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ لیس کمثلہ شیءٌ۔ اللہ کی مثل کائنات میں کوئی چیز نہیں ہے وہ بایں طور سمیع و بصیر خالق و صانع اور عالمِ غیب و حاضر ہے کہ اُسے اس کی مخلوقات میں سے کسی چیز کیساتھ تشبیہ ہرگز نہیں دی جا سکتی اور وصول الی اللہ کی کیفیت سے صرف اہلِ وصول (اولیاء اللہ) باخبر اور آشنا ہیں جنہیں یہ رتبہ نہیں ملا اور ایسا عشق و قرب نصیب نہیں ہوا وہ اس کی روحانی و باطنی کیفیات کا اندازہ کرنے سے قاصر ہیں اور پھر ہر واصل باللہ شخص اپنے رتبۂ قرب میں دوسرے سے مختلف اور جداگانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار اپنے تمام انبیاء اور اولیاء کے ساتھ اسطرح جدا جدا ہیں کہ ایک کے رازوں سے دوسرا سوائے اللہ کے آگاہ و مطلع نہیں۔ حتیٰ کہ عالمِ روحانیت میں کبھی ایسا بھی ہوتا

ہے کہ ایک مُرید ذاتِ حق سے جو بھید رکھتا ہے۔ اُس سے اس کا شیخ (پیر) بھی بے خبر ہوتا ہے اور کبھی یہ شیخ کے راز سے وہ مُرید بھی آگاہ نہیں ہوتا جو روحانی و باطنی فروغ و ارتقاء کے لحاظ سے مقامِ شیخ کی چوکھٹ تک جا پہنچا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے کہ مُرید اپنے شیخ کی حالت و کیفیت تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اُسے شیخ سے جُدا کر لیا جاتا ہے اور اس کا والی و نگہبان خود اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے، پھر وہ اُسے تمام مخلوق سے بھی جُدا کر لیتا ہے اور مُرید کے لیے شیخ کا معاملہ ایسا ہو جاتا ہے، جیسے ایک دُودھ پیتے بچّے کو میعاد کے بعد دایہ سے جُدا کر لیا جاتا ہے اور اسی طرح اُسکے تعلقات دیگر مخلوقات سے بھی منقطع ہو جاتے ہیں۔ پس جب تک مُرید نام ہے اور اس میں خواہش و ارادہ موجود ہو، تب تک عیوبِ نفسانی کو نیست و نابود کرنے کے لیے شیخ کی احتیاج ہے لیکن خواہش و ارادہ کے فنا ہو چکنے کے بعد شیخ کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ اس لیے کہ اب مُرید میں وہ نفسانی اور سفلی کدورتیں نہیں رہیں، جنہیں محو کرنے پر شیخ منجانب حق مامور تھا۔ اب اس کا ہادی و رہنما اور حافظ و ناصر اللہ تعالیٰ ہے جس کے انوار و تجلیات سے نکل کر وہ ظلماتِ جہل کی جانب نہیں جا سکتا۔ پس جب تو واصل باللہ ہو جائے تو ہمیشہ کے لیے غیر اللہ سے بے غرض اور بے خوف ہو جا اور اس کے سوا خوف و رجا یا نفع و نقصان میں کسی کو موجود نہ سمجھ بلکہ ہمیشہ اسی سے ڈر، اسی سے اپنی حاجات طلب کر، اسی سے اُمیدِ مغفرت رکھ اور ہر دم اسی کی ذات پر بھروسہ کر، جب تُو ایسا ہو جائے تو ابدًا و دائمًا اللہ تعالیٰ کے امر و فعل کی طرف نظر رکھ اور دُنیا و عقبیٰ میں مخلوق سے قطعِ تعلق کر۔ تیرے قلب و دماغ اور ذوق و توجّہ کا مرکز صرف اُسی کی ذاتِ واحد ہو اور تمام مخلوق کو خالق کے حضور اسی طرح عاجز و بے بس سمجھ جس طرح ایک غلام وسیع و عریض سلطنت رکھنے والے صاحبِ عظمت و سطوت و شدید الحکم قاہر سلطان کی تحویل و حراست میں ہو۔

پس یہ سمجھکر خالق کے اختیارات مخلوق کو مت سونپ اور مخلوق سے وہ توقعات وابستہ مت کر جو صرف خالق سے وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیساتھ پناہ مانگ حصولِ توحید کے بعد مشرک ہونے سے، قرب کے بعد بُعد و مغائرت ہونے سے، ہدایت کے بعد ضلالت سے اور ایمان کے بعد کفر سے۔ پس یہ دُنیا ایک بڑی نہر کی مانند ہے جس میں ہر روز اضافہ ہوتا رہتا ہے اور یہ پانی اولادِ آدمؑ کی نفسانی لذت و شہوات ہیں جو اُنکی طبائع پر مسلط رہتی ہیں، لیکن یہ لذت و شہوات آفتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ جب کوئی صاحبِ بصیرت اور دانشمند شخص آخرت کی نعمتوں کے مطابق دُنیا کی لذات کو نگاہِ عبرت سے دیکھے گا۔ تو اگر وہ نورِ ایمان رکھتا ہے تو سمجھ لیگا کہ حقیقی مستقل اور قابلِ اعتماد زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "اگر کوئی عیش ہے تو صرف آخرت کا عیش ہے" اور وہ عیش مومن متقی لوگوں کے لیے خاص ہے" جیسا کہ آنحضرتؐ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا "دُنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے بہشت۔ نیز فرمایا ایک متقی اور پرہیزگار شخص اللہ کی جانب سے لگام چڑھایا ہوا ہے" یعنی وہ حدودِ شریعت کی پابندی کے لیے سختی سے مکلف ہے۔" ان دلائل و شواہد کے باوجود لذات دنیوی سے دل بستگی کیونکر اختیار کی جائے۔

پس بندہ کے لیے تمام راحتوں میں سے بہترین راحت یہ ہے کہ وہ مخلوقات سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اس سے ربط و عشق رکھے اور خود کو اسکو ارادوں کے سامنے عاجزانہ طور پر ڈالدے۔ ایسا کرنے پر تو دُنیا کے شرکیہ بندھنوں سے آزاد ہوگا اور اس وقت تیری ہستی میں معبودِ حقیقی کے فضل و کرم اور عظمت و جلال سے ایسا وقار و اثر پایا جائے گا جس کی مثال بندگانِ نفس میں ناممکن ہے۔



مقالہ نمبر ۱۸

مشیتِ الٰہی کیخلاف شکوہ شکایت مت کر!

حضرتِ قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "ہم تجھے یہ تاکید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو امور تیرے لیے ظاہر ہوں، اُن کے خلاف کسی کے سامنے شکایت نہ کر اور اللہ تعالیٰ نے جیسا اور جو کچھ سلوک تجھ سے کیا ہو۔ اس فعل کے باعث مخلوقات میں اسے متہم نہ کر۔ اگر کسی دَور میں تو مُبتلائے مصائب و آلام رہا ہو، تو یہ بھی تجھے سمجھنا چاہیئے کہ مصیبت کے بعد راحت و آرام اور غم والم کے بعد مُسرت و شادمانی بھی اللہ کی طرف سے موعود ہے۔ جیسا کہ اُس نے اپنے کلامِ مقدس میں فرمایا۔ "بلاشبہ مصیبت کے بعد راحت ہے"۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت وسیع و بسیط ہیں۔ اتنی بسیط کہ بندہ انہیں شمار بھی نہیں کر سکتا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو، تو اُنہیں ہرگز شمار نہ کر سکو گے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں نوعِ انسانی کے لیے مقدر ہیں کہ تو اُن کا احاطہ بھی نہیں کر سکتا، تو اُس فیاضی اور رحمت و بخشش سے ہرگز مایوس نہ ہو۔ خالق کے علاوہ مخلوق سے باطنی ربط و تعلق نہ رکھ۔ تیری محبت ہو تو اسی سے ہو، عرضِ حاجت ہو تو اسی کے حضور ہو اور کسی قسم کا شکوہ و شکایت ہو تو فقط اسی کے سامنے ہو، کیونکہ دُنیا میں جتنے اور جس نوعیت کے بھی عوامل اور واقعات ہیں وہ سب اسی کے اذن اور حکم سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جسکو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیا ہے اُسے مؤخر کرنے والا کوئی نہیں اور جس چیز کو اُس نے

مؤخر کیا ہے اسے مقدم کرنیوالا کوئی نہیں، وہ اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے۔
"اگر اللہ کی جانب سے تجھے کوئی نقصان پہنچے تو اس کی ذات کے علاوہ اس نقصان کا ازالہ کرنے والا اور کوئی نہیں اور اللہ تیرے ساتھ کسی بھلائی اور فائدہ کا ارادہ کرے تو کوئی نہیں جو اس کے فضل وکرم کو تجھ سے رد کرے اور اگر تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں رکھتے ہوئے بھی ناشکری کرے اور اللہ کا شکوہ وشکایت کرے تو ظاہر ہے کہ تو کفرانِ نعمت کا مرتکب ہوا اور اسکی سابقہ نعمتوں کو تو نے حقیر وذلیل سمجھا۔ ایسے حال میں اللہ تجھ پر غضب ناک ہوگا اور تجھ پر عقوبت کریگا۔
پس احوالِ تقدیر پر شکوہ وشکایت نہ کر اور مشیتِ ایزدی کے خلاف واویلا چھوڑ دے کیونکہ مختلف مصائب میں سے کتنے مصائب ہیں جو انسان پر اپنے پروردگار کی شکایت کے باعث نازل ہوتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ تو ایسے پروردگار کی شکایت کسطرح کرتا ہے جو ارحم الراحمین ہے، خیر الحاکمین ہے، فیاض ومہربان ہے۔ بندوں پر رحمت وبخشش فرمانے والا ہے اور ان پر والدین سے زیادہ شفقت وکرم کرنے والا ہے؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنا کہ والدین اپنی اولاد پر ہوتے ہیں۔
پس تم بھی بہمہ وجوہ اللہ کا ادب واحترام اختیار کرتے ہوئے زندگی میں جو مصائب درپیش آتے ہیں، ان پر صبر وتحمل کرتے ہوئے اللہ سے عفو وکرم کا خواستگار رہو کیونکہ توبہ اور طالب عفو پر معاف کر دینا اور مشکلات رفع فرمانا اسکا دستور ہے۔ اپنی رضا کو اللہ کی رضا میں فنا کر دے اور جو واقعات وسانحات تجھے بظاہر مکروہ وناگوار محسوس ہوتے ہیں انکے متعلق بھی افسوس وشکایت زبان پر نہ لاؤ۔ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں "اور ایسے

مسلمانو! تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔ اگرچہ تمہیں مکروہ ناگواری کیوں نہ محسوس ہو، عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو، لیکن حقیقتاً وہ تمہارے لیے بہت مفید ہو اور عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بہت پسند کرو لیکن حقیقتاً وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہو۔ پس حقیقتِ حال کو صرف اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے" پس شکوہ وشکایت کے باعث اللہ تعالیٰ تجھے حقیقتِ ایثار کے علم سے محجوب کر دیگا۔ لہٰذا تو کسی چیز کو بُرا نہ کہہ۔ کسی واقعہ کی شکایت نہ کر، بلکہ شرع کی پیروی اختیار کر۔ راہِ سلوک میں پہلا قدم تقویٰ ہے اور دوسرا قدم "حالاتِ ولایت" ہے اور جب تک مکمل تقویٰ اختیار نہ کیا جائے۔ درجہ ولایت کی تحصیل ناممکن ہے۔ اس درجہ پر امرِ باطن کی متابعت اور خواہشاتِ نفسانی کا رد لازمی ہے۔ پس تو ہمیشہ افعالِ الٰہیہ کے ساتھ رضامند رہ اور شیوۂ تسلیم رضا سے حالت ابدالیت غوثیت اور صدیقیت میں فنا ہو جا۔ کیونکہ یہ طریقت وحقیقت کا انتہائی رتبہ ہے۔ جب تو یہ مسلک اختیار کریگا تو اللہ تعالیٰ تیری تقدیر کے پھیر سے تیری حیات کو پُرسکون و بار آور کریگا۔ اگر کوئی شر تیرے لیے مقدر تھا تو اپنی رحمتِ خاصہ سے اُسکو تجھ پر اثرانداز نہ ہونے دیگا اور حفاظت و اعانت فرمائیگا۔ جیسا کہ شب تاریک گزرنے کے بعد ایک روشن دن طلوع ہوتا ہے اور دُنیا کا ہر تاریک گوشہ نورِ آفتاب سے جگمگا اٹھتا ہے۔ یہ تیرے پاس ایک مثال ہے جس سے سبق سیکھ، نفسِ انسانی طرح طرح کے گناہوں میں آلودہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاک و مقدس قرب کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تاوقتیکہ فسق و فجور اور شرک کی غلاظت سے بالکل پاک وصاف نہ ہو جائے۔ پس از روئے شریعت مصائب بھی انسان کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ جو اُسے روحانی و باطنی آلائشوں سے پاک وصاف کرتے ہوئے قلب و دماغ میں توحید و معرفت کی تجلیات پیدا کرتے ہیں۔

آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن کا بخار ... گناہوں کا کفارہ ہے۔

مقالہ نمبر ۱۹

ایمان کے درجات

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:۔

"اگر تو اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس ہونے لگے تو سمجھ کہ تیرا یقین و ایمان بہت کمزور ہے۔ ورنہ اللہ تعالےٰ نے اپنی شرطِ اطاعت کے ساتھ مومن سے جو وعدے کر رکھے ہیں، اُن کی خلاف ورزی وہ ہرگز نہیں کرتا اور جب تیرے دل میں یقین و ایمان محکم ہو گیا تو اللہ تعالےٰ تجھے یوں خطاب فرمائے گا:

"آج کے دن سے تو ہمارا محبوب و مقرب ہے اور ہماری رحمتیں تیرا استقبال کرتی رہیں گی"۔ یہ خطاب تجھ سے بار بار ہوگا اور پھر تو خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو جائے گا اور درجۂ ایمان پر تیرا کوئی ذاتی ارادہ و مطلب باقی نہ رہے گا اور تو ارادۂ الہٰی کی موافقت ہی میں روحانی سرور محسوس کرے گا۔ اب تو اللہ کے سوا تمام دیگر چیزوں سے بے نیاز اور بے رغبت ہو گیا اور شرک کی تمام آلائشوں سے محفوظ۔ اب تجھے اللہ کی طرف سے رتبۂ تسلیم و رضا عطا ہو گا اور اس کی حمایت و خوشنودی کا تجھ سے وعدہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ کی ظاہری و باطنی نعمتیں تیرے لیے بسیط ہو جائیں گی۔ بعد ازاں کلام اللہ کے علوم و معارف تیری چشمِ بصیرت پر بے نقاب کر دیئے جائیں گے اور تو ان کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی

ذات و صفات کا مشاہدہ کرے گا۔ پھر پہلے وعدہ الٰہی سے دوسرے وعدہ الٰہی کی جانب منتقل ہونے والے جو مدارج و نازل ہیں۔ اُن سے تجھے آگاہ کیا جائے گا اور تیری تجلیات باطن میں اضافہ کیا جائے گا۔ تجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے شرح صدر عطا ہوگی۔ اور تیرے کلام کو معمورِ حکمت کیا جائے گا۔ پھر تجھے دُنیا و عقبیٰ میں جنّ و انسان تمام مخلوقات میں محبوب و محترم بنایا جائے گا۔ کیونکہ اللہ کے اتباع سے تُو نے مخلوق کو مطیع کر لیا۔ اللہ کی محبت مخلوق کی محبت کی ضامن ہے اور اُس کا قہر مخلوق میں بغض پیدا کرتا ہے۔ پھر دُنیا میں تُو نے چیزوں کی خواہش جستجو کی ہوگی اور وہ تجھے نہ ملی ہوں گے۔ تو ان کا عمدہ سے عمدہ معاوضہ تجھے آخرت میں دیا جائے گا۔ تجھے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا اور جنت الماویٰ کی تمام برگزیدہ نعمتیں تجھے عطا کی جائیں گی۔

اور اگر تُو نے دُنیائے فانی میں رہتے ہوئے نفس کی لذّت و شہوات سے اجتناب کیا اور خالصتاً اپنے معبود برحق ہی کو اپنا قبلہ مقصود بنایا تو اس جذبۂ توحید کی برکت سے تجھے اللہ تعالےٰ دُنیا میں بھی اپنی جائز و حلال نعمتوں سے وسعت کے ساتھ فیض یاب فرمائے گا اور عقبیٰ میں بھی تجھے موحدین و صالحین کے ساتھ بلند درجات عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔



مقالہ نمبر ۱۰

مشکوک و مشتبہ چیزیں چھوڑ دو!

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:

"رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے "جو چیز تجھے (حلال یا حرام ہونے کے لحاظ سے) مشکوک و مشتبہ معلوم ہو، اسے چھوڑ دے"۔ پس یہ اصول یقینی طور پر رزقِ حلال اختیار کرنے اور حرام سے بچنے کے لیے نہایت اہم اور قابلِ عمل ہے اور ہونا یہ چاہیئے کہ وہ ہر چیز کی حلّت و حرمت کے متعلق تیرے دل میں تذبذب اور بے اطمینانی ہو، وہ تیرے نزدیک ایسی ہو جائے کہ گویا وہ موجود نہیں۔ ایسے حالات میں تو درگاہِ خداوندی کی طرف رجوع کر اور اپنے پروردگار سے رزقِ حلال کا طلبگار ہو، حسبِ آیہ شریفہ عُسر کے بعد یُسر پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ اس کا محتاج نہیں ہے کہ اُسے وعدہ یاد دلایا جائے وہ تجھ سے اور تیرے احوال سے غافل و بے خبر نہیں ہے۔ وہ تو ایسا پروردگار عالم ہے کہ کفار، منافقین اور فساق کو بھی رزق عطا فرماتا ہے۔ پھر اے مومن و موحد اسے اس کی عبادت و عبودیت اختیار کرنیوالے وہ تجھے کسطرح فراموش کر سکتا ہے اور مذکورہ حدیث دَعْ مَا یُرِیْبُکَ کے معنی یہ ہیں کہ مخلوقات کے صدقات و عطیات کی خواہش نہ رکھ اور نہ اُن سے خوفزدہ ہو کیونکہ یہ بھی شرک ہے

اور شرک سے زیادہ مکروہ و مشتبہ چیز اور کیا ہو گی۔ اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ اور اُس کا عطا کردہ رزق تجھے پہنچنا یقینی ہے۔ پس چاہیئے کہ تیری طلب و توجہ کا مرکز ایک ہو، تیرا مطلوب ایک ہو اور تیرے دینے والا ایک ہو اور وہ تیرا وہی خالق و پروردگار ہے، جس کے دستِ قدرت میں بادشاہوں کی پیشانیاں ہیں جس کے قبضہ میں تمام مخلوق کے اجسام و قلوب ہیں۔ مخلوق کے پاس جو کچھ بھی ہے اسی کا ہے اور تجھے رزق دینے میں لوگوں کے عطیات بھی اُسی کے اذن و حکم اور تحریک سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا "اللہ سے اُسکے فضل و کرم کو طلب کیا کرو۔" نیز فرمایا "تم اللہ کے سوا جنہیں پکارتے ہو، وہ تمہارے رزق کے مالک و مختار نہیں ہیں۔

پس ربِ واحد ہی سے رزق طلب کرو، اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر بجا لاؤ۔" نیز فرمایا "اے نبی! جب میرے بندے میرے متعلق آپ سے دریافت کریں تو کہئے کہ میں اُس کی دُعا قبول کرتا ہوں۔" علاوہ ازیں ایک اور جگہ فرمایا "مجھ سے دُعا کرو، میں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔" نیز فرمایا "اللہ تعالےٰ تمہارا حقیقی رازق ہے! وہ صاحبِ قوت و توانا ہے"۔ ایک اور آیہ شریفہ میں فرمایا "اللہ جسے چاہتا ہے اُسے بے حد و حساب رزق عطا فرماتا ہے۔"



مقالہ نمبر ۲۱

خیر و شر کے متعلّق ابلیس کی گفتگو

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:

"میں نے ایک دفعہ خواب میں ملعون و راندہ درگاہِ ایزدی ابلیس کو دیکھا اور اُس کے مارنے کا ارادہ کیا۔ لیکن وہ بولا آپ مجھے کس بناء پر قتل کرتے ہیں اور میرا گناہ کیا ہے؟ اگر مشیتِ الٰہی کے تحت میری تقدیر میں شر تھا، تو میں اُسے خیر کی صورت میں بدلنے اور منقلب کرنے کی طاقت و توفیق نہیں رکھتا اور اگر میری تقدیر میں خیر تھا، تو یہ میرے اختیار سے باہر ہے کہ اُسے شر میں تبدیل کر سکوں۔

پس جب میں مشیتِ الٰہی کے تحت عاجز و بے بس ہوں تو مجھے لعنت و ملامت یا مجھ پر کسی قسم کا تشدّد کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ اُسکی شکل مخنّوق کی سی تھی اور وہ نرم اور سُست کلام تھا۔ چہرہ لمبا، ناک لمبی، ٹھوڑی کے نیچے بال اور صورت نادم و حقیر گویا وہ ایک خائف و نادم شخص کی طرح میرے سامنے مُسکرا رہا تھا۔ میں نے یہ خواب ذی الحجہ کی بارہویں تاریخ کو سنہ ۹۱ھ میں اتوار کے دن دیکھا تھا۔



مقالہ نمبر ۲۲

ابتلا باندازۂ ایمان

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ بندۂ مومن پر اُس کے ایمان کے مطابق آفت و مصیبت ڈالتا ہے۔ جس شخص کا ایمان جتنا قوی و توانا ہو گا، اس پر بلا بھی اتنی ہی بڑی نازل ہو گی، چنانچہ مدارج ایمان کے لحاظ سے غور کرو کہ ایک رسول کی بلا نبی کی بلا سے بڑھ کر ہوتی ہے، کیونکہ رسول کا ایمان نبی کے ایمان سے بلند و افضل ہے۔ پھر ایک نبی کی بلا ابدال کی بلا سے زیادہ ہے۔ کیونکہ نبی کا ایمان ابدال کے ایمان سے زیادہ مستحکم و توانا ہے۔ بعدازاں ایک ابدال کی بلا ولی کی بلا سے بڑھ کر ہے اور اسی طرح سب کے درجاتِ بلا میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے اور بندۂ مومن اپنے ایمان و یقین کے مطابق آفات میں مُبتلا کیا جاتا ہے اور اس کی حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ "سب سے زیادہ آفت و بلا انبیاء کے گروہ پر نازل ہوتی ہے اور پھر انبیاء کے بعد مخلوق پر درجہ بدرجہ بلا کا نزول ہوتا ہے اور اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ سادات کرام کو ہمیشہ مبتلائے بلا رکھتا ہے تاکہ وہ دائم اللہ تعالیٰ کی قرب و حضوری میں رہیں اور مشاہدۂ حق سے تامل و دُور افتادہ نہ ہوں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب و پسندیدہ ہیں اور محب اپنے محبوب کے بُعد کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔

پس بلا ان کے قلوب کو ہمیشہ اہلِ حق رکھتی ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ سے غافل و دُور افتادہ نہیں ہونے دیتی۔ اس کیفیت سے اُن کی خواہشات نفسانی محو ہو جاتی ہیں اور غیر اللہ سے اُن کی رغبت و توجّہ ہٹ جاتی ہے، وہ حق کو باطل سے واضح طور پہ پہچان لیتے ہیں اور آفاتِ نفس میں مُبتلا نہیں ہوتے۔ انہیں وعدۂ حق پر سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے اور ہمہ وقت صبر و شکر سے راضی برضائے الہٰی رہتے ہیں اور خلقِ خُدا کے شر سے محفوظ رہتے ہیں، انکا قلب تعلق باللہ سے محکم و توانا ہو جاتا ہے اور اُسے تمام اعضاء پر حکومت، تسلّط حاصل ہو جاتا ہے۔ بس اُنہیں شیوۂ تسلیم و رضا سے مزید توفیقِ عمل عطاء کی جاتی ہے اور اُن کے درجات بلند ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اگر تم میرا شکر بجالاؤ گے تو میں تمہیں دُونگا" اور جب نفس محض اتباع ہوس اختیار کریگا اور لذّات کا پرستار ہو گا تو اتّباعِ اوامر الہٰی سے ہومن کوسوں دُور پڑیگا اور غفلت و معصیت اس پر طاری ہو گی۔ ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ اُسے اپنی طرف مائل و راغب کرنے اور صراطِ مستقیم پر راغب کرنے کیلئے اُس پر آفات و بلیات نازل کرتا ہے جن سے اُسکے قلب و باطن کی فوری اصلاح ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ رہنمائی الہام و القا کے ذریعہ بھی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ قلب کو اپنی انوار و تجلیات سے روشن و بابرکت فرما کر اُسے نفس کے فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر بندۂ مومن کو قرب و معرفت سے فیض یاب فرماتا ہے۔ پس میں تجھے یہ تاکید و تلقین کرتا ہوں کہ تو اتباعِ نفس اختیار کر کے اپنے لیے آفات و مصائب کا سامان مہیّا نہ کر، بلکہ اوامر الہٰی کی پیروی کر کے اور ذکر و تسبیح کی مزاولت سے اللہ کی تائید و نُصرت حاصل کر جو دُنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود کا باعث ہے۔

مقالہ نمبر ۲۳

احکام و مشیتِ الٰہی سے موافقت کر

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ تجھے جو کچھ مرحمت فرمائے اُس پر صبر و شکر اور قناعت کر۔ کفرانِ نعمت نہ کر کہ یہ غضبِ الٰہی کا باعث ہے۔

شکرِ نعمت کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ اس سے رزق میں اضافہ اور صحت و عافیت حاصل ہوتی ہے اور دُنیا و عقبیٰ کی سختیاں انسان سے رفع و دفع کی جاتی ہیں۔ پس یاد رکھ کہ توکل علی اللہ کے ہوتے ہوئے طلب و جستجو ترک کرنے کے باوجود اللہ تعالےٰ تجھے تیرا رزق اور ضروریات ضرور مہیا فرمائے گا۔ پس صبر و شکر اختیار کر اور اپنا حال و اطمینان کسی وجہ سے برباد نہ ہونے دے۔ تیرا ہر فعل اور حرکت و سکون حکمِ الٰہی کے تحت ہوں ورنہ تو فساق اور بندگانِ نفس میں شامل کر دیا جائیگا۔ جو اپنے آپ پر اور مخلوقات پر ظلم و ستم کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ "اسطرح ہم کفر کے باعث بعض ظالموں کو دوسرے بعض ظالموں کے سپُرد کر دیتے ہیں"۔ طاعت و عبودیت اس لیے لازم ہے کہ تو ایک ایسے شہنشاہ کے محل میں اس کے حضور رہتا ہے جس کا حکم عظیم ہے جسکی شوکت و ہیبت شدید ہے، جسکا لشکر جمال کیش ہے، جسکی مشیتِ سطوت جاری ہے جسکا فیصلہ غالب ہے، جس کا ملک باقی و غیر فانی ہے جس کا فرمان دائمی ہے اس کا علم دقیق و کامل ہے جس کی حکمت بسیط ہے، جس کا بدل لاثانی ہے اور جس کی تدبیر و تنظیم سے زمین و آسمان کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز بھی

بھی انحراف یا خلاف ورزی کی جسارت نہیں کر سکتی اور جب تو شرک کا مرتکب ہو تو یقین جان کہ ظالموں سے بھی بُرا ہے کیونکہ کلام اللہ میں صریحاً فرمایا گیا کہ "شرک سب سے بڑا ظلم ہے" اور اسی بناء پر شرک کو ایک ناقابلِ عفو گناہ قرار دیتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالٰے اپنے ساتھ شرک کرنے کا گناہ ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ ہاں شرک کے علاوہ جن گناہوں کو چاہے گا معاف کر دے گا۔ پس تجھے چاہیئے کہ نہایت کوشش اور احتیاط کے ساتھ شرکِ جلی اور شرکِ خفی دونوں سے پرہیز کرے۔ خلوت و جلوت میں ہمیشہ ہر جگہ قول و فعل میں شرک سے اجتناب کر، ظاہر و باطن کے گناہوں سے بچ۔ اللہ تعالٰے کی جانب عجز و انکسار سے رجوع کر اُس سے فرار نہ کر۔ نیز اس کے احکام میں بحث و جدال و تصرّف نہ کر۔ ورنہ وہ تجھے عقوبت کریگا۔ اُس سے غفلت اختیار نہ کرو ورنہ وہ بھی تجھے فراموش کر دے گا۔ نیز اُس کے دینِ خاص میں شرک پیدا نہ کر، ورنہ وہ تجھ پر عذاب و عتاب نازل فرمائے گا۔ اور وہ تیرے قلب کو تاریک اور تیرے ایمان کو سلب کرے گا۔

یہ اس لیے کہ نفس کا اتباع بذاتِ خود شرک ہے، جس کا ثمرہ دونوں جہان میں ذلّت اور رسوائی ہے۔ فرمایا اللہ تعالٰے نے :۔

"اے پیغمبر! کیا تُو نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے"

٭٭٭

مقالہ نمبر ۲۴

ماسوا اللہ فتن ہیں

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے عذر کر اور صدق و اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کا التزام کر، اپنے پروردگار کے حضور خشوع و خضوع اختیار کر، اللہ کی عبادت میں دونوں جہان کی کسی بھی چیز کی غرض و آرزو شامل نہ کر ورنہ وہ عبادت خالصتاً لوجہ اللہ نہ رہے گی۔ اس بات کا یقین کامل رکھ کہ تو ظاہراً اور باطناً اللہ کا بندہ ہے اور بندہ ہر جہت سے اپنے خالق و پروردگار کی ملکیت ہے۔ بس تو ہمہ وقت اپنے معبود کے حضور مؤدب و مطیع رہ۔ اللہ تعالےٰ نے دُنیا میں مخلوقات کے لیے جو اقدار مقرر کر رکھی ہیں اُن میں کمی یا بیشی یا تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا جو جو چیز اللہ تعالےٰ نے تیرے لیے مقدر کی ہے خواہ تو اسے چاہے یا نہ چاہے، وہ اپنے معین وقت و اندازہ پر تجھے پہنچکر رہیگی۔ جو چیز تجھ سے جاتی رہے، اُس پر رنج و افسوس نہ کر اور جو چیز موجود و مہیا ہے، اُسکے باعث ذکرِ الٰہی سے غافل نہ ہو جا۔ جو چیزیں علمِ الٰہی میں تیرے لیے معین ہو چکی ہیں، وہ کسی دیگر شخص کو نہیں مل سکتیں۔ پھر رزق کے معاملے میں تیرا حیران و پریشان ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ بس وقتِ حاضرہ میں ذکر و عبادت کے اندر کامل محویت و یکسوئی سے مشغول رہ اور غیر اللہ کی جانب اسقدر رغبت و توجہ نہ کر کہ شرک کا گمان ہو۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلامِ مقدس میں فرمایا "اے پیغمبر! آپ اُن

چیزوں کو اِس قدر محویت و رغبت سے نہ دیکھیں۔ جو ہم نے کفار کو دے رکھی ہیں، وہ تو انہیں اسلئے دی گئی ہیں کہ اُنہیں فتنوں میں مُبتلا کیا جائے اور آپکے پروردگار کا رزق بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے شریعت و روحانیت کی جو ظاہری و باطنی نعمتیں تجھے عطا فرمائی ہیں۔ اُن کے ماسوا دیگر اسباب شرک سے تجھے منع فرما دیا ہے اور اس ممانعت کے ساتھ تجھ پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ غیر اللہ کے اندر اُلجھنے میں تیرے لیے فتنے ہیں اور اللہ نے اسی بناء پر کفار و منافقین کو طرح طرح فتنوں میں مُبتلا کر رکھا ہے اور تیرا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر راضی و شکر گزار رہنا تیرے لیے برکت و سعادت کا موجب ہے۔ لہٰذا معبودِ واحد کی اطاعت و فرمانبرداری سے تُو اپنے مقصود و مطلوب کو پائے گا اور دُنیا و عقبیٰ میں عزت و آبرو حاصل کرے گا اور تیرے درجات بلند کئے جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ اُس کے نیک اعمال کی جزا کے طور پر اُس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کیا کیا چیزیں محفوظ و پوشیدہ رکھی گئی ہیں" پس تجھے چاہیئے کہ فرائضِ خمسہ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور کلمہ طیبہ کا مکمل طور پر فہم و شعور کرے۔ اخلاص کے ساتھ اُن کی تعمیل کرے اور اللہ تعالےٰ کے نواہی یعنی گناہوں سے اجتناب کرے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس طریقِ عمل سے زیادہ محبوب و برگزیدہ شئے کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں اپنی تائید و نُصرت سے اُن اعمال کی توفیق عطا فرمائے جو اُس کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہیں اور جو دُنیا و عقبیٰ میں نجات و فلاح کا باعث ہے۔



مقالہ نمبر ۲۵

ایمان سب سے بڑی نعمت ہے

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :۔

"اگر زندگی کے کسی دور میں حالات تجھ سے مساعدت نہ کریں اور تجھے مصائب کے باعث بے اطمینانی و پریشانی لاحق ہو، تو بے صبری میں یہ شکوہ وشکایت نہ کر کہ اللہ نے مجھے محتاج و نادار بنادیا ہے۔ مجھے مُبتلائے مصائب کئے ہوئے ہے۔ اغیار کو عیش و آرام کے سامان مہیّا کئے ہیں۔ حالانکہ ہم سب آدم وحوّا کی اولاد ہیں اور اللہ سے تحصیلِ حقوق میں مساوی۔ عین ممکن ہے کہ یہ ابتلاء اور یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی جانب سے تیری بلندئ درجات تیری خوشحالی و فارغ البالی اور سکون طمانیت کیلئے ہو اور اس ذریعہ سے وہ تجھے ظاہری و باطنی فروغ و ترقی عطا فرمانا چاہتا ہو۔ یہ معاملہ تجھے اس لیے پیش آیا کہ تیری سرشت اچھی ہے اور رحمتِ خداوندی صبر و رضا کی برکات سے تیری مشکلات اور پریشانیوں کو رفع فرمانا چاہتی ہے۔ تیرے ایمانِ محکم کا درخت ایسا ہے کہ اس کی جڑ مضبوط ہے۔ اس کی کونپلیں پھیلنے اور پھل لانے والی ہیں۔ اس کی شاخیں بلند ہونے والی اور اپنے سائے کو بسیط کرنے والی ہیں۔ یہ شجرِ ایمان ہر دن نشو و نما پانے والا اور اللہ کی رحمت سے پھلنے پھولنے والا ہے۔ تیرے اس حال

کو اللہ تعالےٰ نے دُنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود اور برکات کا باعث بنایا اور تجھے وہ نعمتیں عطا فرمائیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سُنیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:" کوئی شخص نہیں جانتا کہ اُس کے نیک اعمال کی جزاء کے طور پہ اُس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کیا کیا چیزیں محفوظ و پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔ پس جو لوگ احکامِ الہیٰ کی بجا آوری کریں گے، معصیت سے بچیں گے۔ اور تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے حضور تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کریں گے۔ اُن کے لیے دینوی و اُخروی سعادتیں مقدر ہیں اور اُن کا اطمینانِ قلب کبھی فنا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے برعکس جن لوگوں نے اپنے خالق و معبود سے غفلت و روگردانی اختیار کر کے نفس دُنیا کو اپنا معبود و مسجود بنا لیا۔ وہ ایسی زمینِ شور کے مشابہ ہیں جسے آبپاشی کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ جس سے کوئی درخت نہیں اُگتا۔ کوئی پھل برآمد نہیں ہوتا۔ جس پر کوئی کھیتی نہیں لہلہاتی۔ یہ صُورتِ حال انسان کی اپنی غفلت و معصیت کا نتیجہ ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ تو بندہ پر مشفق و مہربان ہے اور اُس کی طمانیت ترقی و خوشحالی اور شادابی چاہتا ہے۔

اس مضمون کی آیات بھی قرآن میں موجود ہیں جس میں ایمانِ محکم کو بندہ کے لیے تمام دنیوی و اُخروی سعادتوں کا سرچشمہ بیان کیا گیا ہے۔ پس اے بندۂ حق! محض اسبابِ دُنیوی کے پرستاروں کے ایمان میں وہ تازگی و توانائی نہیں، جس سے اللہ نے تیرے شجرِ ایمان کو متمتع فرمایا ہے۔ یہ ایک مُستقل اور غیر فانی قوت ہے جسے زمانے کے تغیرات ہرگز متاثر نہیں کر سکتے۔ اگر انسان کے شجرِ حیات سے ایمان کا عنصر مفقود ہو جائے تو بالکل خشک و برباد ہو کر رہ جائیگا

اور اُس سے اپنی ذات کو اور بنی نوع انسان کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔ دُنیا میں جتنی بھی انفرادی اور اجتماعی ترقیات و برکات ہیں وہ بلاشبہ نعمتِ ایمان کا ثمرہ ہیں۔ جن لوگوں میں ایمان نہیں وہ قرآنِ حکیم کی وضاحت کے مطابق کافر و مرتد، منافق، مغضوب و مقہور اور دُنیا و عقبیٰ میں ذلیل و خوار ہیں۔

ہاں اللہ تعالےٰ اپنی ربانیت اور نصرت و اعانت سے دُنیا پرست اغیار کو بھی جب چاہے ایمانِ محکم اور صبر و رضا کی نعمتیں عطا فرما سکتا ہے اور اُنہیں مقربِ بارگاہ بنا کر اولیاء اللہ میں شامل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ تاریخ میں اُس کے شواہد موجود ہیں۔ وہ لوگ جو ہمہ وقت غیر اللہ میں محو و منہمک رہے تھے، عرفانِ توحید کے بعد ایسے فنا فی اللہ ہوئے کہ غیر اللہ کو ایک لمحہ کے لیے بھی توجہ نہ دے سکے۔

اللہ تعالےٰ اپنی توفیق و نصرت سے ہمارے ایمان کو محکم و توانا کرے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن فرمائے۔"



مقالہ نمبر ۲۶

صبر و رضا ذریعۂ قربِ الٰہی ہے

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "اپنے خالق سے کامل ربط و عشق کے لیے تو مخلوقات سے قطع تعلق اختیار کر اور اپنے معبودِ حقیقی کو اپنی حاجات و ضروریات کا مرجع قرار دے۔ تیرے لیے تیرے پروردگار کا ارادہ اور اطاعت ہی باقی نہ جائے اور اس کے علاوہ دیگر اسبابِ شرک سے اجتناب کرے۔ ایسی حالت میں تیرا دل نور سے معمور ہو جائیگا اور اس میں غیر اللہ کے لیے کوئی گنجائش نہ رہے گی۔ اُس وقت تو اپنے عقیدۂ توحید کا خود نگہبان ہو گا اور کائنات میں جو ہستی یا جو چیز بھی تیرے عقیدۂ توحید میں خلل انداز ہونا چاہے گی تو اُسے نیست و نابود کر دیگا۔ پھر تیری خواہشاتِ نفس بھی تیرے خلاف بغاوت نہ کر سکیں گی اور تو کامل سکون و اطمینان سے زندگی بسر کر سکیگا۔ اُس وقت کلام اللہ کے علاوہ کوئی کلام تیرے لیے قابلِ سماعت نہ ہو گا اور مشاہدۂ ذاتِ واحد کے علاوہ کوئی دیگر چیز تیرے لیے قابلِ مشاہدہ نہ ہو گی۔ نیز تو جس کی اطاعت و پیروی کریگا، وہ صرف احکامِ الٰہی کی پیروی ہو گی۔ تیرا ہر قیام اور ہر فعل اُسی کی رضا کے تحت ہو گا اور اُس کی تعمیل میں تو صبر و استقامت سے کام لے گا۔ جب تجھے یہ رتبہ حاصل ہو گا تو تیرے قلب میں یقین و ایمان کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہو گا اور تجھ پر حقیقت و توحید کے معارف آشکارا کر دیئے جائیں گے۔ پھر تیرے ایمان اور عقائد کو شیاطین یا

نفسِ امارہ کے وساوس وادہام ہرگز متاثر نہ کر سکیں گے اور اگر تیرا پروردگار یہ چاہے کہ خلقِ خدا تیرے علمی، باطنی اور روحانی فیوض و برکات سے متمتع ہونے کیلئے تیرے پاس جمع ہو اور تیری تعظیم وتکریم کرے تو اُن میں تیری مقبولیت اور اثر و رسوخ کے باوجود اللہ تعالیٰ تجھے فخر وتکبّر کے رذائل سے بالکل محفوظ رکھے گا اور ایسے حالات میں تیرے پاس ایسی حسین بیوی کا آنا منجانب اللہ مقصود ہو چکا ہے، جو اپنے تمام بارِ معیشت کو خود اُٹھائے اور اپنی ضروریات کی خود کفیل ہو۔ تجھے اُس سے اور اُس کے اقرباء سے کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچے گا۔ یہ زوجہ تیرے موافق طبع اور مطیع و فرمانبردار ہوگی۔ وہ تائیدِ ایزدی سے تیرے حق میں مکر و فریب، بُغض و کینہ، غیظ و غضب، خیانت وا ہانت سے بالکل پاک وصاف ہوگی۔ وہ اور اُس کے رشتہ دار تیرے فرمانبردار ہوں گے اور اگر اُس زوجہ سے کوئی فرزند پیدا ہو تو وہ نیک، راستباز، اطاعت شعار اور تیری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا ہوگا۔ کیونکہ زوجہ اور اولاد کا نیک و متقی ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ذکریاؑ کے متعلق فرمایا" ہم نے ذکریاؑ کی بیوی کو اس کے لیے نیک بنایا" اور کلام اللہ میں صالحین کی دُعا یوں فرمائی" اے اللہ! ہماری بیویوں اور اولادوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں متقیوں کا پیشوا بنا دے" اور حضرت ذکریاؑ کی دُعا یوں ہے" اے پروردگار! میرے اس فرزند کو اپنا محبوب و پسندیدہ بنا" پس ان آیات کی دُعائیں تیرے لیے مقبول و مستجاب ہو جائیں گی۔ کیونکہ ان دُعاؤں کی برکت وافادیت اُن کے اہل تک پہنچ کر رہتی ہے اور اس نعمت میں نیک بیوی اور متقی اولاد کے مستحق حضرت انبیاء کے بعد وہی لوگ ہیں جو

علمِ الٰہی میں اس رتبہ کے اہل ہیں۔

علاوہ ازیں جو چیزیں اس دنیا سے تیرے لیے مقدر و معین کر دی گئی ہیں، وہ تجھے ضرور مل کر رہیں گی۔ ان کے لیے تیری تشویش و پریشانی بے معنی ہے۔ اُن کا حصول مشیتِ الٰہی کے تحت ہے اس حال میں تو حکمِ الٰہی کی بجا آوری کرنے والا ہے اور اس طریق سے حصولِ نعمت پر بھی تجھے ثوابِ عظیم حاصل ہوگا نیز جو نعمتیں تجھے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ اُسی کے حکم سے اُن میں غریبوں، محتاجوں اور دیگر مستحق لوگوں کا جو حصّہ ہے اُسے خرچ کرنے کا تجھے حکم دیا جائیگا اور فی سبیل اللہ یہ خرچ کرنا بھی تیرے لیے اضافۂ نعمت کا باعث ہوگا۔ پھر تُو اپنے معاملاتِ ظاہر و باطن میں بالکل صاف و پاک اور روشن ہوگا۔

پس ان تمام نعمتوں کے حصول کے لیے صبر و رضا اور عجز و انکساری کو اپنا شعار بنا۔ اللہ کے اوامر کی پیروی کر اور اُس کے نواہی سے مجتنب رہ۔ اسکی برکت سے تُو تمام مصائب و معائب سے محفوظ رکھا جائے گا اور سکون وقلب کے تمام ذرائع تجھے مہیا کئے جائیں گے۔ تجھے اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ ڈھانپ لیگی اور جہل و باطل کی تاریکیاں تجھ سے رفع کی جائیں گی۔ اسرارِ الٰہی تجھ پر منکشف ہوں گے اور تیرا سینہ علمِ لدُنی سے معمور و پُر نور کیا جائے گا۔ تجھ سے غائبانہ تکلم کیا جائے گا اور زبانِ الہام تجھ سے گفتگو کرے گی۔ پھر تجھے تمام امورِ حق میں دلیر و بے باک بنایا جائے گا اور ان الفاظ میں تجھے مخاطب فرمایا جائے گا۔ آج کے دن تُو ہمارے دربار میں خاص قدر و منزلت دیا گیا ہے اور ہماری خاص ظاہر و باطنی نعمتوں کا امانت دار ہے۔ پس اس وقت تو حضرت یوسفؑ صدیق کے

حال پر غور و قیاس کرو۔ جب کہ وہ شاہِ مصر کی زبان سے انہیں الفاظ کیساتھ مخاطب کئے گئے تھے بظاہر وہ زبان بادشاہ کی تھی لیکن حقیقت میں اس صاحبِ صدق و معرفت سے خطاب کرنے والا اللہ تعالےٰ تھا۔ پس حضرت یوسفؑ کو صداقت و دیانت اور تقویٰ کے باعث ظاہری طور پر مصر کی سلطنت اور باطنی طور پر اقلیم علم و معرفت کی سیادت و قیادت عطا فرمائی گئی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہم نے اسی طرح یوسفؑ کو اپنی زمین میں قدرت و حکومت عطا کی کہ وہ جہاں چاہتے تھے، قیام اختیار کرتے تھے اور ان کی باطنی صفات کے متعلق فرمایا "ہم نے یوسفؑ کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھا، تاکہ ان سے خواہش و معاصی کو قریب نہ آنے دیں۔ بے شک یوسف ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔

پس اے صاحبِ صدق و ایمان بندے جب تجھ سے اس انداز میں خطاب کیا جائے تو تجھے علمِ اعظم یعنی علمِ توحید اور علمِ ذات و صفات عطا کیا جائے گا۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ پر ملائکہ اور انسان سب تجھے مبارک باد دیں گے اور پھر تجھے اذنِ الہٰی سے کئی امور کو عدم سے وجود میں لانے کی توفیق اور صلاحیت بخشی جائیگی۔ حضورِ خداوندی سے دنیا میں تجھے عزت و قیادت حاصل ہوگی اور عقبیٰ میں دیدارِ الہٰی سے مشرف کیا جائیگا جس کی کوئی غایت و انتہا نہیں۔



مقالہ نمبر ۲۷

شر سے مجتنب رہو

راہِ خیر اختیار کرو

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"اگرچہ خیر اور شر دونوں اس دنیا میں موجود ہیں اور انسان کے کردار اور عمل میں ان دونوں چیزوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ لیکن متعدد آیات کلام اللہ کے پیشِ نظر تمام عواملِ خیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور تمام عواملِ شر ابلیس اور نفسِ انسانی کے پیدا کردہ ہیں۔ پس خیر کو تو سراسر اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا جا سکتا ہے۔ شر نہ تو اس کی ذات میں ہے اور نہ اُس کی جانب سے ہے۔ بلکہ یہ نفسِ امارہ کی پیدا کردہ شئے ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "تمہیں جو بھی نیکی پہنچتی ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے ہے اور تمہیں جو بھی بدی پہنچتی ہے وہ سراسر تمہارے اپنے نفس کی جانب سے ہے"۔ پس میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ خیر یعنی توحید و تقویٰ کا راستہ اختیار کر اور شر یعنی شرک و فسق کا اصول اور اس کے عوامل چھوڑ دے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "میرے بندو! تم جنّت میں اپنے اعمالِ صالح کے عوض داخل ہو جاؤ۔ سبحان اللہ! اُس کی کس قدر رحمت و

رعایت ہے کہ اُس کے بندے نیک اعمال کے باعث بہشت کے مستحق قرار دیئے گئے، حالانکہ تمام نیک عمل بھی سراسر اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق و نصرت سے ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنّت میں کوئی بھی شخص محض اپنے اعمال کے سبب داخل نہ ہوگا۔" حضورؐ سے دریافت کیا گیا۔" یا رسول اللہ! کیا آپ بھی نہیں ؟" فرمایا "مَیں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ کی رحمتِ واسعہ مجھے ڈھانپ لے"۔ یہ حدیث حضرتِ عائشہ رضؓ سے مروی ہے۔ پس مَیں تجھے شریعت کا احترام کرنے اور راہِ راست اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہوں پھر جب تُو احکامِ الٰہی تعمیل کرے گا اور دستورِ شریعت کا احترام کرے گا تو اللہ تعالےٰ تجھے شر اور شر کے ذرائع سے محفوظ رکھے گا اور تجھ پر راہِ خیر روشن فرما کر شریعت کو تیرے لیے آسان کر دے گا اور تمام معاصی سے بچائے گا۔ فرمایا جو لوگ ہمیں سمجھنے اور پانے کے لیے جد و جہد کرتے ہیں۔ ہم اُن کے لیے صراطِ مستقیم کو روشن کر دیتے ہیں اور اُن کی راہنمائی کرتے ہیں "۔ اسی بنا پر حضرت یُوسفؑ کے متعلق فرمایا۔" ہم نے حضرت یوسفؑ کو ہر قسم کی بدی اور فحش سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے"۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔" اگر تم ایمان لاؤ اور شکر کرو تو اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہیں عذاب کرے"۔

اس سے ظاہر ہے کہ مومن اور شاکر بندے دُنیا میں بھی مصائب اور آفات سے محفوظ رکھے جاتے ہیں اور عقبیٰ میں بھی ذلّت و عذاب سے نجات پائے ہوئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری زیادتی نعمت کا

باعث ہے، فرمایا "اگر تم شکر بجا لاؤ گے تو ہم تمہیں زیادہ دیں گے"۔

اور بندۂ مومن! جب تیرا نور ایمان آخرت میں نارِ دوزخ کو بھی بجھائے گا تو وہ دنیا میں آفات و بلیات کی آگ کو کیوں نہ بجھائے گا۔ ہاں اللہ تعالےٰ کے جن محبوب و برگزیدہ بندوں کو دنیا میں مصائب و آفات پیش آتے ہیں تو اس سے بھی اللہ تعالےٰ کا مقصود ہوتا ہے کہ اُن کے یقین و ایمان کو محکم کیا جائے اور مفاسد عقیدہ و عمل سے اُن کے قلب و دماغ کی تطہیر کی جائے اور ساتھ ہی ایسے ابتلاء سے اس پر توحیدِ الٰہی، معرفتِ حق اور اسرارِ باطن کو واضح و بے نقاب کر دیا جائے۔ یہ اس لیے کہ یہ قلبِ انسانی ایک ہی ہستی کی مستقل نشست ہے، اس میں دو ہستیاں قرار نہیں پا سکتیں اور جب اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی دُوسری ہستی کو دل میں جگہ دی جائے تو یہی شرک ہے جو تمام اعتقادی اور عملی خباثت کی جڑ ہے۔

اس کے برعکس توحید انسان کے قلب اور تمام اعضاء و جوارح کو ہستی باری تعالےٰ کے لیے مخصوص کرتے ہوئے اُس کے سینے کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک کرتی ہے اور اطمینانِ کامل عطا کرتی ہے۔ جس شخص کی توحید جتنی زیادہ محکم و توانا ہوگی۔ اُسی قدر اُسے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوگا اور اُسی قدر وہ ذات و صفاتِ الٰہی کے اسرار سے باخبر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اللہ تعالےٰ کو تم سب سے زیادہ پہچاننے والا ہوں، اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والا ہوں"۔

پس جو شخص اپنے خالق و پروردگار سے جتنا زیادہ قریب ہوگا، وہ اُتنا ہی زیادہ اُس سے خوف و خشیت رکھتا ہوگا اور اُس کے احکام کا مطیع ہوگا۔ قربِ حق کا ایک بڑا اثر یہ بھی ہے کہ وہ بندہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا پُورا پُورا احترام کرے اور اُن کا ہر دم شکر بجا لائے گا۔ وہ غیر اللہ کی جانب التفات نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ اطاعتِ حق تعالےٰ میں صریح کوتاہی ہے۔

اسی حکمت کی بناء پر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب نبیؐ کو فسق و فحش سے بالکل محفوظ رکھا گیا۔ کیونکہ اُنہیں ایک ایسی مقدس اور متقی ہستی کا قرب حاصل تھا، جس کے زیرِ اثر فسق و فجور کا امکان ہی نہیں تھا۔ اس بناء پر اُس شخص کے روحانی و باطنی عروج و تفوق کا اندازہ کیا جائے جسے اللہ تعالےٰ کا قرب نصیب ہو۔ لیکن واضح رہے کہ اللہ تعالےٰ اس سے بالا و برتر ہے کہ اُسے مخلوقات سے کسی کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ وہ خود فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لیے مثالیں ہر گز نہ کیا کرو۔ اللہ کی مثل و مانند کوئی شئے نہیں ہے۔

پس توحید کا واضح تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ذات اور صفات دونوں میں یکتا اور بے مثل سمجھا جائے اور مخلوق سے کسی کو اُس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے۔



مقالہ نمبر ۲۸

موحّد کی بشارتیں

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "تُو اپنے نفس کی پیروی اور اتباع ہوس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے عفو و بخشش اور نصرت و امداد کا طلب گار ہے۔ حالانکہ اس کی نصرت و حمایت کے لیے توحید ایک بُنیادی چیز ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "کیا آپ نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنے نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے"۔ پس یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت اور نعمتوں کے حصول کے لیے تیرا موحد ہونا لازمی ہے۔ جب تک تو شرک کے تمام ممکن عوامل کو تنگ کرتے ہوئے ظاہراً و باطناً معبودِ واحد کا مطیع و منقاد نہ ہو جائے، تو دُنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود نہیں پا سکتا۔ بالفاظِ دیگر دُنیا تیری اپنی ہی خواہشات اور طول امل کا نام ہے اور اتباعِ نفس سے مجتنب رہ کر مشیتِ الٰہی میں فنا ہو جانا ہی توحید ہے اور توحید کے تاثرات یہ ہیں کہ وہ تجھے عقیدہ و عمل کے تمام خباثت سے پاک کر کے ایک مخلص اور محبوب بارگاہِ الٰہی ہستی کے طور پر مقامِ مقدّس میں لا کھڑا کرتی ہے جہاں تجھے یہ بشارت ہو گی کہ آج کے دن تو ہمارے نزدیک صاحبِ قدرت و تمکین اور محبوب و معتمد ہے" یہ رتبہ پانے پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں تیرے لیے وسیع و بسیط کر دی جائیں گی۔ تجھے قربِ الٰہی عطا کیا جائیگا اور اللہ کی رضا و

خوشنودی تیری سطوت وطمانیت کا باعث ہوگی۔ نظامِ دہر کا دستور ایسا چلا آیا ہے کہ یہاں تمام جمادات اپنی اصلی اور خالص صُورت میں آنے سے پہلے ایک ناقص اور مکدر کیفیت میں ہوتی ہیں، پھر کیمیاوی عمل کے ذریعہ مٹی اور ریت وغیرہ کے ذرات اُن سے جُدا کئے جاتے ہیں۔ اور نتیجہ کار وہ جمادات ایک خالص اور قابلِ استعمال صورت اختیار کر لیتی ہیں اور ان سے بڑے بڑے مفید کام لیے جاتے ہیں۔ پس انسان کی ہستی بھی ایسی ہی ہے جب وہ شرک وبدعت، توہمات اور اتباعِ ہوس کی کدورتوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے تو انسان کامل بن جاتا ہے اور اُس سے نہ صرف اس کی ذات کو بلکہ نوعِ انسانی کو بھی بے اندازہ فوائد پہنچتے ہیں۔

لہٰذا میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ تو بھی عقیدہ وعمل کی کدورتوں سے پاک ہو جا۔ اور شرک وفسق کے عوامل وذرائع سے پرہیز کر۔ ایسا کرنے پر تو یقیناً مقربِ بارگاہِ الٰہی ہو جائیگا۔ حکمت ومعرفت تجھے عطا کی جائے گی اور عقبیٰ میں انبیاء اور صدیقین کے ساتھ تجھے عزّت واحترام کا رتبہ بخشا جائیگا۔

پس اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کر، جس کی برکت سے تجھے علم ومعرفت عطا کئے جائیں گے اور اللہ تعالےٰ کی عفو وبخشش تجھ پر بسیط ہوگی اور یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لے کہ دُنیا میں تجھے جتنی بھی ظاہری وباطنی نعمتیں عطا کی جائیں گی اور عقبیٰ میں بھی جو عزّت وآبرو اور فلاح وبہبود پائیگا وہ سب کی سب توحیدِ راسخ کے فوائد وثمرات ہیں۔

❖

مقالہ نمبر ۲۹

توکّل علی اللہ کا فقدان کُفر ہے

حضرت قُطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک حدیث ہے کہ فقر انسان کے لیے کُفر کا باعث بن سکتا ہے۔ چنانچہ تغیّرِ حالات زمانہ کے سبب ذات وصفاتِ الہٰی میں شکوک وشبہات کو دخل دینا صرف اُن لوگوں کا شیوہ ہو سکتا ہے جن کا یقین وایمان بالکل کمزور ہو اور توکّل علی اللہ کا جذبہ مفقود، ورنہ ایک موحّد اور راسخ العقیدہ مومن کا یقین وایمان تو ہمیشہ محکم وتوانا ہوتا ہے اور تغیّراتِ زمانہ اُس پہ اثر انداز نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "جو شخص اللہ پر کامل توکّل رکھتا ہے، تو اللہ تعالےٰ اُس کے لیے بالکل کافی ہے اور ایک دوسری جگہ فرمایا" توکّل کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اللہ پر توکّل کیا کریں اور اسی بنا پر توکّل کرنے والوں کو یہ خوشخبری دیتا ہے"۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے خائف رہتا ہے اور اُس کی اطاعت کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس کے لیے رزق کو نہایت وسیع و بسیط کر دیتا ہے اور اُس کو ایسے ذریعے سے رزق عطا فرماتا ہے جس کا اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔" پس جس شخص کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے لُطف وکرم

فرمایا اور اُسے مصائب و آلام سے نجات بخشی اور اپنی نعمتیں اس پر کشادہ کر دیں، وہ لازمی طور پر ایمانِ محکم رکھے اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمتوں کا شکر گزار رہے اور اس کے برعکس ایک وہ شخص ہے جو اپنے ضعفِ ایمان تذبذب اور شکوک و شبہات کے باعث مصائب و نوائب میں مبتلا رہتا ہے اور حسبِ حدیث کافر و منکر ہو کر دُنیا و عقبیٰ میں پریشان و بے عزت ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب و ذلت میں مبتلا ہونے والا شخص وہ ہوگا جو اپنے ضعیف یقین و ایمان کے سبب دُنیا میں بھی کافر رہا اور حشر و نشر کا منکر ہوا۔"

پس کفر اور غفلت و فراموشی پیدا کرنے والا فرد وہی ہے جس سے آنحضرتؐ نے پناہ مانگی ہے۔ اس بناء پر میں تجھے تلقین کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کر جو علم و ایمان میں راسخ ہوں اور ہمیشہ اللہ تعالےٰ پر متوکل رہتے ہوں۔ وہ تیرے ظاہر و باطن کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک کر دیں گے، دل و دماغ میں توحید کو مستقل طور پر جاگزین کریں گے اور تو اُن کے فیوضِ روحانی سے دُنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود پائے گا۔

مقالہ نمبر ۳

صبر و تحمّل کے فوائد

حضرت قطبِ ربّانی ؒ نے ارشاد فرمایا :

" مجھے تعجب ہے کہ تو بر بنائے جہل کہا کرتا ہے کہ میں کس تدبیر اور وسیلہ سے اپنے مقصد و مراد کو پہنچوں ، حالانکہ کلام اللہ میں صریحاً وارد ہے کہ " اللہ تعالےٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں اور اُس پر بھروسہ رکھتے ہیں " دوسری جگہ فرمایا " اے ایماندارو ! صبر و تحمل کرو اور اللہ سے ربطِ معنوی پیدا کرو اور اُس سے خائف رہ کر نیک اعمال میں کوشاں رہو تاکہ نجات پاؤ " پس کلام اللہ کی متعدّد آیات سے ثابت ہے کہ دُنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود کا بہترین ذریعہ صبر و تحمّل ہے اور اللہ نے ہر مومن کو حکماً صبر کی تلقین فرمائی ۔ اس لیے کہ حیاتِ انسانی میں خیر و عافیت اور سلامتی صبر و تحمل اور استقامت سے ہے ۔ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا " ایمان کے لیے صبر ایسا ہی اہم و ضروری ہے جس طرح جسم کے لیے رُوح " نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ " ہر عمل کا ثواب اس کی مقدار و اندازہ کے مطابق ہے ۔ لیکن صبر کا ثواب بے حد و بے اندازہ ہے ۔ اسی بناء پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا " بلا شبہ صبر کرنے والوں کو اُن کا بہت بڑا اجر

عطا کیا جائے گا۔

پس جب تُو نے دستورِ شریعت اور حدودِ الٰہیہ کی حفاظت کرتے ہُوئے صبر و تحمل اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ مصائب کو تجھ سے رفع فرمائے گا اور تجھے اتنا وسیع و بسیط رزق عطا فرمائے گا۔ جس کا اُس نے اپنی کتاب میں عہد و پیمان فرمایا ہے "جو شخص اللہ کی اطاعت اختیار کرتا ہے، اللہ تعالےٰ اپنی نعمتیں اُس پر بسیط کر دیتا ہے اور اُس کو ایسے ذریعہ سے رزق پہنچاتا ہے جس کا اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ پس تُو اپنی کشائش و خوشحالی کے لیے راہ صبر و توکل اختیار کر، کیونکہ انبیاء اور صلحاء کے حالات دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے صبر و توکل ہی سے اُنہیں مصائب و نوائب سے نجات بخشی اور اپنی بے بہا نعمتیں اُن پر کشادہ کیں۔ تمام اولیاء اللہ نے بھی ہمیشہ صبر و تحمل پر استقامت کی اور اپنے مُریدوں کو بھی اسی کی تلقین و تاکید فرماتے رہے، صبر اختیار کرنے پر اللہ نے تیرے لیے دُنیا و عقبیٰ میں جزائے عظیم کا اظہار فرمایا ہے اور فرمایا" اسی طرح ہم صبر کرنے والوں کو بہت بڑی جزا دیتے ہیں۔ نیز فرمایا "اللہ صبر کرنے اور احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے" پس کلام اللہ، حدیث نبویؐ اور سیرتِ اولیاء اللہ سے واضح طور پر ثابت ہے کہ صبر دُنیا و عقبیٰ میں ہر سعادت اور سلامتی کی اصل و بُنیاد ہے۔ اور بندۂ مومن صبر و تحمل کے ذریعہ سے رضائے الٰہی، نجات اور بہشت کا مستحق بنتا ہے اور اُسکی وساطت سے روحانی عروج و تقویت پا کر رشکِ ملائکہ بن جاتا ہے۔ اسکے بعد اُس کے لیے اللہ تعالےٰ کا قرب ہے ہدایت ہے اور عزت و اثر کا ایسا دوام ہے جسے کوئی چیز فنا نہیں کر سکتی۔"

مقالہ نمبر ۳۱

اللہ کے لیے محبت اللہ کے لیے بغض

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "مسلمان کو چاہیئے کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے اور کسی سے بغض رکھے تو صرف اللہ کے لیے۔ اپنے نفس اور ذاتی جذبات کو اس میں دخل نہ ہو۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تو ہر شخص کی سیرت اور عقائد اور اعمال کا بغور مطالعہ و مشاہدہ کر۔ اگر وہ توحید اور سنّتِ رسول اللہ کے مطابق ہیں تو تیرے لیے محبت اور دوستی رکھنا بالکل جائز اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں قابلِ ستائش ہوگا۔ لیکن اگر اس کے عقائد و اعمال توحید اور سنّت کے تقاضوں سے منحرف ہیں اور وہ مشرک و فاسق شخص ہے تو اس سے بغض و نفرت تیرے لیے لازم ہوگئی اور تو رضائے الٰہی کے لیے اس سے اعراض کر۔ بالفاظِ دیگر تجھے ایک موحد اور متقی شخص سے محبت و الفت ہو تو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اور کسی مشرک و فاسق شخص سے نفرت و اعراض ہو تو وہ بھی رضائے الٰہی کے لیے، تو اپنی خواہشاتِ نفس اور ذاتی اغراض کے لیے نہ کسی سے بغض و عداوت رکھ۔ کیونکہ جو محبت محض ہوسِ نفسانی اور خواہش پر مبنی ہو وہ عارضی، فتنہ انگیز اور پریشان کن محبت ہے، اسی طرح جو عداوت کسی شخص سے ذاتی خواہشات اور ہوسِ نفسانی پر مبنی ہو وہ ظلم و زیادتی کا باعث ہے اور عداوت کرنے والے

کے لیے ذلّت و ندامت اور تباہی و بربادی کا موجب ہے۔ پس اپنے نفس کے لیے کسی سے محبّت ہو یا بُغض و عداوت، دونوں اپنے فاعل کے لیے نہایت ہی تباہ کن ہیں اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک دُنیا و عقبیٰ میں مغضوب اور اس کے برعکس صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے محبّت ہو یا بغض و عداوت وہ اپنے فاعل کے لیے عزّت و سلامتی اور حفظِ ایمان کا باعث ہیں اور اللہ تعالےٰ ایسے شخص کو دُنیا و عقبیٰ میں محبوب و برگزیدہ رکھتا ہے اور اُسے انبیاء صدیقین اور اولیاء کے گروہ میں شامل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صرف اللہ تعالےٰ کے لیے کسی سے محبت یا عداوت رکھا کرتے تھے اور حضورؐ نے ان میں اپنے نفس کو کبھی دخل نہیں دیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "کسی سے محبت کرو تو اللہ کے لیے اور کسی سے بُغض رکھو تو اللہ کے لیے۔ یہی آنحضرتؐ کا معمول اور اسوہ حسنہ ہے۔ یہی تمام اولیائے اُمّت کا دستورِ عمل ہے۔ اس کے برعکس محبّت و عداوت میں محض اتّباعِ نفس اور جذباتِ سفلی و اسبابِ دنیوی کو دخل دینا کتابِ اللہ اور سنتِ رسولؐ سے قطعی انحراف ہے۔ اور ایسا شخص خدا کے نزدیک دُنیا و عقبیٰ میں مغضوب و معتوب ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "خواہشاتِ نفسانی کا اتباع مت کرو۔ کیونکہ یہ چیز اللہ تعالےٰ کے راستہ سے گمراہ کر دیتی ہے"۔ ایک اور جگہ فرمایا "کیا آپ نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے تمام معاملات میں اپنے نفس ہی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔



مقالہ نمبر ۳۲

غیر اللہ کی محبّت شرک ہے

حضرت قطبِ ربّانی ؒ نے ارشاد فرمایا: "محبّت حقیقی معنوں میں اللہ تعالےٰ ہی کے لیے خاص ہے اور غیر اللہ کو اس میں دخل دینا شرک ہے اس لیے کہ قلبِ انسانی فطری طور پر اللہ تعالیٰ کا مسکن ہے، لیکن جب غیر اللہ کو اس میں اثر و نفوذ حاصل ہوتا ہے تو یہ توحیدِ الٰہی کی اہانت و خلاف ورزی ہو جاتی ہے۔

فرمایا اللہ تعالےٰ نے: "میرے مومن و موحد بندے مجھ سے محبّت رکھتے ہیں اور مَیں اُن سے محبّت رکھتا ہوں۔" ایک اور جگہ فرمایا: "اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اسی کی عبادت کرتے ہو تو صرف اُسی سے محبّت کرو۔" نیز مشرکین کے متعلق فرمایا: "مشرکین اور کفار اپنے مفروضہ دیوتاؤں اور دنیوی ساز و سامان کے ساتھ اتنی زیادہ محبّت کرتے ہیں جو صرف اللہ کے ساتھ کرنی چاہیئے لیکن جو موحد اور ایماندار لوگ ہیں وہ تو صرف اللہ کی محبّت میں شدّت اختیار کرتے ہیں۔ اسی بناء پر ایک اور جگہ مسلمانوں کو تاکید فرمائی: "اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہارے اہل و عیال تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ اُن کی محبّت میں محو ہو کر اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائیں، پس وہی گمراہ اور خسارہ پانے والے لوگ ہیں۔"

ایسے ہی آیاتِ کلام اللہ کے علاوہ احادیث میں بھی اس چیز کی تاکید موجود ہے کہ بندۂ مومن کی محبت اللہ تعالےٰ کے لیے خاص ہونی چاہیئے اور مخلوقات میں اپنا قلب و دماغ اُلجھا کر وہ ذکر و عبادت کے تقاضوں سے غافل نہ ہو جائے پس میں تجھے تلقین کرتا ہوں کہ تُو اپنی محبت اور توجہ کو اللہ تعالےٰ کے لیے وقف کرتے ہوئے غیر اللہ سے اجتناب اختیار کر اور اُس مقدس جذبۂ عشق کو جو فطری طور پر ذاتِ خداوندی سے تعلق رکھتا ہے، مخلوقات میں ہرگز نہ اُلجھا، ورنہ تیرا قلب شرکیات سے ملوّث ہو کر توحید کے معانی اور عملی تقاضوں سے سمجھنے سے قاصر رہے گا۔ اللہ تعالےٰ کی غیرت اس چیز کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتی کہ جو دل اُس کی محبت اور ذکر کے لیے مخصوص کیا گیا ہے وہ غیر اللہ میں اُلجھ کر رہ جائے۔ جب تُو اللہ کی وحدانیت کے اس تقاضے کو سمجھے گا اور عارضی و فانی چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والی ہستی سے محبت و محویت اختیار کرے گا تو پھر اُس کا لطف و کرم تیرا استقبال کرے گا اور دُنیا و عقبیٰ میں ایک موحّد کی حیثیت سے وہ عزت و سطوت حاصل ہو گی جو مشرکین اور غیر اللہ کے پرستار لوگ کبھی نہیں پا سکتے۔"



مقالہ نمبر ۳۳

اہلِ اللہ کی محبّت

حضرت قطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"میں بتا چکا ہوں کہ غیر اللہ کی محبّت شرک ہے اور اللہ تعالےٰ کی محبّت توحید کی اساس ہے، لیکن اب میں تم پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کی محبت بھی اہلِ اللہ لوگوں کی محبّت اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک موحّد اور مخلص ولی اللہ کی زمین میں اس کا خلیفہ اور نائب ہے، وہ حاصلِ تخلیق اور رُوحِ کائنات ہے۔ مخلوقات اُس کے وجود پہ ناز کرتی ہے اور ہر شئے اُس کے روحانی فیوض و برکات کے لیے دُعائیں مانگتی ہے۔ اس کا قلب و دماغ علومِ الٰہیہ اور انوارِ قدسیہ کا امانت دار بنا دیا گیا ہے اور اللہ تعالےٰ نے اُسے برگزیدہ کہا ہے اور اسے اپنا قرب عطا فرمایا ہے، ساتھ ہی اسے اپنے کلام کے معانی و مطالب سمجھنے کے لیے شرح صدر فرمایا ہے، اُسے علم کلام اللہ عطا فرما کر اور آیات کے حقائق و معانی سے آگاہ فرما کر نوعِ انسانی کی رہنمائی اور باطنی و روحانی تزکیہ و اصلاح کے لیے معین فرمایا ہے وہ اللہ کی جانب سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے معیّن کیا گیا ہے وہ دلوں کی کدورت اور عقل و خرد کی گمراہی و کج بینی کو رفع کر کے بندگانِ خدا

کو صراطِ مستقیم پر لے آتا ہے۔

پس یہی شخص نائبِ حق اور خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ یہی شخص بنی آدم میں تخلیقِ کائنات کی غایت و انتہا ہے۔ وہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کا متبع، توحیدِ الٰہی کا محافظ اور نوعِ انسانی کا نجات دہندہ ہے۔ لہٰذا مَیں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ ایسے شخص کی صُحبت و محبّت کو لازم پکڑ اور اُس کے رُوحانی و باطنی فیوض و برکات سے استفادہ کر۔ یہی شخص تیرے قلب و دماغ کی کدورتوں کو دھو کر اُنہیں عشقِ الٰہی اور نورِ توحید سے روشن و تابناک کر سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے قُرب و محبّت کے لیے جب تُو ایسے شخص کی صُحبت اختیار کرے، تو پھر تجھ پر واجب ہو جاتا ہے کہ مُشرک اور فاسق و فاجر لوگوں کی صحبت سے قطعی پرہیز کرے۔ ورنہ جو مفید تاثرات تجھے اہلِ اللہ سے حاصل ہوں گے، وہ مکدر و زائل ہو جائیں گے۔ مَیں نے تیرے لیے مفید اور مضر لوگوں کا امتیاز کر دیا ہے، اس کی پیروی کرنا اب تیرا کام ہے۔

مَیں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کی محبّت کے لیے اہلِ اللہ کی صحبت کا التزام ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اُن اعمال کی توفیق عطا فرمائے جنہیں وہ پسند کرتا ہے۔



مقالہ نمبر ۳۴

عبادت میں اخلاص

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت میں اخلاص توحید کی روح اور قبولیت کی بنیاد ہے، تو اپنے پروردگار کی اطاعت کر، اس کی شریعتِ مطہرہ کا احترام کر اور اُس کی ذات سے کسی قسم کے ظلم و زیادتی کو ہرگز منسوب نہ کر۔ اُس کے اوامر اپنے مناسب اوقات پر صادر ہوتے رہتے ہیں اور اُسکی مشیت کے تحت ان کی تعمیل ہوتی رہتی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے مخلص بندے میری اطاعت سے کبھی منحرف نہیں ہوتے اور نہ ہی میرے احکام سے غفلت اور روگردانی اختیار کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی جانب کسی بھی نقص و کمزوری یا ظلم و ناانصافی کو منسوب کرنا کفر ہے۔ اُس کے احکام و افعال میں کوئی تضاد نہیں اور نہ ہی اُس کے افعال اُس کے کلام یا احکام کی کبھی تکذیب کرتے ہیں۔ اُسکا کوئی فعل عبث اور بے مقصد و مصلحت نہیں ہے۔ پس تو اخلاص اور محویت سے اُسکی عبادت کر اور اُسکی رضامندی اور راہِ راست یعنی صراطِ مستقیم سے منحرف نہ ہو، تو اُسکے احکام کا احترام کریگا، تو وہ بھی اپنی رضا و خوشنودی کے تحت تیری امداد و اعانت فرمائیگا اور دُنیا و عقبیٰ میں تجھے فلاح و بہبود حاصل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"اے پیغمبر! جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اُس سے کہیئے کہ میں اُن سے بہت قریب ہوں اور جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے، تو میں اُس کی التجا کو قبول کرتا ہوں۔ پس میرے بندوں کو چاہیئے کہ مجھ پر یقینِ کامل رکھیں اور مجھ پر بھروسہ کریں تاکہ وہ صراطِ مستقیم کو پالیں۔ نیز ایک اور جگہ فرمایا۔ تم میری بارگاہ میں التجا کرو۔ میں تمہاری ضروریات تمہیں عطا کرونگا۔ انکے علاوہ بھی اور بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں سے امداد و اعانت کا عہد فرمایا ہے۔ پس تمام حالات میں فکر و عبادت کا التزام کر اور عبادت کسی بھی نوعیّت کی ہو، اُس میں غیر اللہ کا تصور شامل نہ کرو۔ ایک حدیثِ قدسی میں مسلمانوں کے لیے طریقِ عبادت کا تعیّن ان الفاظ میں کیا گیا ہے "تو اپنے پروردگار کی عبادت ایسی یکسوئی اور محویت و انابت سے کر کہ تو اُس کی ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اور اگر تو جذب و محویت کا یہ رُتبہ نہ پاسکے۔ تو کم از کم یہ یقین ضرور رکھ کہ اللہ تعالےٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا آداب و عبادت میں تجھ سے کوئی نقص صادر نہ ہو گا۔ پھر اخلاص کا ایک واضح تقاضا یہ بھی ہے کہ تو اپنی حاجات غیر اللہ کے سامنے نہ لے جائے اور اپنی ہر ضرورت کے لیے ربِ واحد کے حضور التجا کرے اور جب اللہ تعالےٰ تجھے مطلوبہ نعمت عطا فرمائے تو پھر اُس نعمت پر زیادہ سے زیادہ شکر بھی واجب ہے کیونکہ وہ حمد و شکر باعث برکات ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تم میرا شکر بجالاؤ گے تو میں تمہیں زیادہ نعمتیں عطا کرونگا اور اپنا رزق تمہارے لیے بسیط کر دونگا۔ پس ثابت ہُوا کہ حمد اللہ تعالےٰ کی نُصرت و اعانت کا موجب ہے اور اللہ تعالےٰ نے یہ

خود فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کریگا، تو اسکے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف سے کسی قسم کی مدد کا محتاج ہے بلکہ اللہ کی مدد کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اسکے اوامر و احکام کا عملی طور پر احترام کیا جائے اور اخلاص کے ساتھ اُنکی پیروی کی جائے۔ یہی چیز اللہ کی امداد و اعانت حاصل کرتی ہے اور یہی صراطِ مستقیم پر استقامت ہے۔ پس میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ تُو اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کا ادراک حاصل کر اور اُس کے حکم" اپنے پروردگار کو عجز و انکساری سے پُکارو" اور اپنے پروردگار کو پُکارنا عقائدِ شریعت کے مطابق ہر چیز کو اُسکے ٹھیک منصب و مرتبہ پر رکھنا اور شرکیات سے مجتنب رہنا ہے۔ پس اپنے پروردگار سے کبھی بدظن نہ ہو اور تمام حالات میں اُس سے باوفا رہ۔ جیسا کہ میں مفہومِ توحید کے تحت پہلے کہہ چکا ہوں، تمام عبادات میں قلب و دماغ کا پراگندہ رہنا اُن عبادات کو زائل و برباد کر دیتا ہے۔ لیکن ذاتِ واحد میں محویت و یکسوئی نہ صرف عبادت کی قبولیت کا باعث ہے، بلکہ اس سے اضافۂ برکات و حسنات ہے۔ جتنی بھی سابقہ امتیں تباہ و برباد ہوئی ہیں، وہ توحید و اخلاص کے فقدان سے برباد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی سب سے بڑی صفت ہی یہ بیان فرمائی کہ وہ کامل یکسوئی سے اللہ کی عبادت کرتے تھے اور کائنات میں کسی چیز کو اسکے ساتھ شریک وسہیم نہ ٹھہراتے تھے اور دوسری جگہ فرمایا "ہم نے تو تمہیں دینِ ابراہیم عطا کیا ہے اور تمہارے اُسی روحانی باپ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے"۔ پس ہم پر یہ واجب ہے کہ توحید و اخلاص میں اُن کی پیروی اختیار کریں اور اپنی عبادت کو شرکیات سے ملوث نہ ہونے دیں۔

مقالہ نمبر ۳۵

راستبازی تزکیۂ باطن کی اصل ہے

حضرت قطب ربانی نے ارشاد فرمایا": ورع یعنی پرہیزگاری اور راست بازی کا اختیار کرنا تیرے لیے لازمی ہے، کیونکہ یہی مسلمان کے ظاہر و باطن کی صحت و عافیت ہے اور یہی صراطِ مستقیم کی روش ہے۔ احادیث میں ورع یعنی پرہیزگاری کو دین کی اصل و بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ نیز حدیث میں وارد ہے کہ مسلمان کو صرف حرام چیزوں اور حرام افعال ہی سے پرہیز و اجتناب نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ شرعی طور پر حرام و ناجائز اشیاء اور اعمال کے ذرائع اور اسباب سے بھی محترز رہنا چاہیئے۔ کیونکہ گناہ کے ذرائع و اسباب سے قریب ہونا یا ان سے تعلق رکھنا یقیناً انسان کو اس گناہ میں مبتلا کر سکتا ہے۔ نیز کلام اللہ کی متعدد آیات میں بھی یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانو! حرام چیزوں اور حرام افعال سے پرہیز کرو اور اُن کے ذرائع و اسباب سے مجتنب رہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔" اپنی عاقبت کے لیے نیکیوں کا ذخیرہ فراہم کرو اور بہترین ذخیرہ راستبازی ہے۔" ایک اور جگہ فرمایا" اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ قابلِ عزت شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ راست باز ہے۔" یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ اور حضورؐ کے صحابہؓ ایسی چیزوں کو بھی استعمال میں نہیں لاتے تھے جو مشکوک و مشتبہ ہوں اور حرام و ناجائز چیزوں کے اسباب سے بھی مکمل اجتناب اختیار کئے رہتے تھے۔ تمام صحابۂ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر

عمل پیرا تھے کہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہر بادشاہ کے لیے ایک چراگاہ خاص ہے اور اللہ کی چراگاہ اُس کے محارم یعنی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ پس جو شخص اس چراگاہ کے اردگرد پھریگا، یعنی اس کی قربت اختیار کرے گا۔ اُس کے لیے عین ممکن ہے کہ وہ اس میں مبتلا ہو جائے"۔ پس دستورِ شریعت کی حفاظت اور تعمیل کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ نیکی اور راستبازی کے طریقے اختیار کئے جائیں اور گناہ کے اسباب و ذرائع سے اجتناب کیا جائے جو شخص اوامر الٰہی کا احترام کرتا ہے اور راست بازی اختیار کرتا ہے۔ اللہ کی امداد و اعانت اُس کے شاملِ حال ہوتی ہے اور اُس کو مصائب سے محفوظ و مصون رکھا جاتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص نیکی اور راستبازی اختیار کرنے کے لیے خلوص کے ساتھ جدوجہد کرتا ہے اللہ کی تائید و نصرت اُس کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ اُس کی راہنمائی خود فرماتا ہے، جیسا کہ فرمایا "جو لوگ ہمیں پانے اور ہمارے کلام کو سمجھنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، ہم خود صراطِ مستقیم کی طرف اُن کی راہنمائی فرماتے ہیں اور شریعت کو اُن کے لیے واضح اور آسان کر دیتے ہیں"۔ پس ہر مسلمان کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ اتباعِ نفس سے مجتنب رہے اور فاسق و فاجر لوگوں کے میل ملاپ سے کنارہ کش رہتے ہوئے اللہ کے مطیع و فرمانبردار لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور راہِ راست کے لیے کوشاں ہو۔ پس میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے سابقہ گناہوں اور لغزشوں سے توبہ کر اور آئندہ کے لیے راستبازی اختیار کرتے ہوئے اللہ سے نیکی کی توفیق طلب کر، تاکہ تجھے اتباعِ نفس اور شرک کی ممکنات سے محفوظ رکھا جائے اور سلامتی پائے"۔

❀

مقالہ نمبر ۳۶

دین و عقبیٰ کو دُنیاداری پر مقدّم رکھو!

حضرت قُطب ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا:۔

"دین کے اعتقادی اور عملی تقاضوں کو دُنیا کے اشغال و ترغیبات سے مقدّم رکھو اور دُنیوی امور میں منہمک ہو کر احکامِ الٰہی کو فراموش نہ کرو۔ دین کے فرائض و نوافل کی تعمیل کے بعد جو وقت تمہارے پاس بچے اُسے بخوشی اپنے دُنیوی اور معاشی تقاضوں میں صرف کرو۔ بالفاظِ دیگر دین کو اصل و بنیاد کی حیثیت دے اور دُنیا کو فروع کی۔ تمام فرائض کو اُن کے واجبات سمیت اچھی طرح ادا کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی تعمیل میں کوتاہی نہ کر، تجھے نفسِ امارہ کو مغلوب کرنے اور حسبِ دین اُسے تہذیب و ادب سکھانے کا حکم کیا گیا ہے، لیکن تُو نے اس کے برعکس نفس کی غلامی اختیار کر کے خود پر ظلم کیا۔ اس کے باعث تُو صراطِ مستقیم سے منحرف ہو گیا اور پھر تُو پیروی نفس کے باعث عقبیٰ میں ذلّت و رُسوائی پانے والا ہُوا۔ لیکن اگر تُو نفس عقبیٰ کی راہ پر چلتا تو تو دُنیا و عقبیٰ دونوں میں عزت و آبرو حاصل کرتا۔ جس سے تجھے اپنے پروردگار کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ

دنیا کو آخرت کی نیت پر دیا کرتا ہے۔ لیکن آخرت کو صرف دُنیا کی متابعت کی نیت سے عطا نہیں فرماتا اور یہ بالکل واضح ہے کہ آخرت کی نیت شریعت کی کامل اطاعت ہے۔ پس نیت پر عبادت کی رُوح ہے اور جزا سے اعمال کا فیصلہ اسی پر ہوتا ہے۔

پس اگر تو طلب آخرت کی نیّت سے اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرتا تو خاصانِ خُدا میں سے ہوتا اور تجھے وہ برگزیدہ، پسندیدہ عاقبت حاصل ہوتی جو اللہ تعالیٰ کی قربت ہے اور جب تُو خُدا کا محبوب ہوتا تو تمام اشیائے کائنات تیری عبادت کرتیں۔ کیونکہ تمام چیزیں اپنے خالق کی تابع فرمان ہیں اور اگر تُو نے اشغالِ دُنیوی میں محو ہو کر آخرت سے اعراض کیا تو پروردگار تجھ سے ناراض ہوگا اور عاقبت تجھ سے زائل ہو جائے گی۔

جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعتِ کاملہ اختیار کرتا ہے، تمام کائنات اُس کی عزّت و توقیر کرتی ہے اور جو شخص اُس کی نافرمانی کرتا ہے تو پھر لازمی طور پر تمام کائنات اُس سے نفرت و بیزاری رکھتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "تم میں سے بعض ایسے ہیں جو محض دُنیا کے پرستار ہیں اور بعض ایسے ہیں جو آخرت ہی کو چاہتے ہیں"۔ اور ایک دُوسری جگہ فرمایا "لوگوں میں سے وہ بھی صاحبِ حکمت و فراست ہیں جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں دُنیا میں بھی سعادت و راستبازی عطا فرما اور آخرت میں بھی سعادت و بخشش اور فلاح و بہبود عطا فرما اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا لے"۔

پس محض دُنیا کے امور میں محو و مشغول ہو کر اپنی عاقبت سے غافل و بے خبر ہو جانا، ایمان اور اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ پھر جب تُو آخرت میں حاضر

کیا جائے گا تو میدانِ حشر میں بھی دو گروہ ہوں گے۔ ایک گروہ اہلِ دوزخ کا اور دوسرا گروہ اہلِ جنت کا۔ تجھے اہلِ جنّت کے گروہ میں داخل ہونے کی سعادت اُسی صورت میں حاصل ہوگی کہ طاعتِ نفس سے برگشتہ ہو کر طاعتِ الٰہی اختیار کرے اور احکامِ خداوندی کے احترام میں نفسانی و سفلی ترغیبات سے محترز رہے پھر اللہ تعالےٰ کا دیدار جو مومن کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے اور ہر قسم کا عیش بہشت بھی اللہ کے متقی اور مطیع بندوں کے لیے خاص ہے۔

پس عقبیٰ کی تمام سعادتیں حاصل کرنے کے لیے اپنے نفس کو رحم و شفقت کی نظر سے دیکھ اور نفسِ امارہ بنانے کی بجائے "نفسِ مطمئنہ" بنانے کی مخلصانہ کوشش کر۔ "نفسِ مطمئنہ" کے حصول کا اہم ترین ذریعہ یہ ہے کہ شیاطین الانس اور بُرے دوستوں سے بے تعلق اور کنارہ کش رہ کر ذکرِ الٰہی کا التزام کیا جائے۔ لغویات و ہزلیات سے اجتناب کیا جائے اور کتاب و سُنت کی پیروی اختیار کی جائے۔ صراطِ مستقیم کو پانے کے لیے آیاتِ کتاب اللہ میں مسلسل غور و فکر اور تدبر کی ضرورت ہے۔ کتاب و سُنّت کی گہرائیاں دریافت کر اور ان پر عمل پیرا ہو۔ محض مناظرہ و جدال اور قیل و قال میں نہ اُلجھ۔ کیونکہ اس سے عقل گمراہ ہو جاتی ہے اور انسان راہِ عمل کو بھی نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہمارا رسول جو چیزیں یعنی احکام تمہارے پاس لایا ہے اُن کو قبول کر لو، اُن پر عمل پیرا ہو جاؤ اور جن چیزوں سے تمہیں منع کرتا ہے اُنہیں چھوڑ دو اور اللہ سے خوف کھاؤ، تاکہ تمہاری عاقبت سنور جائے"۔

پس مسلمان کے لیے توحید اور سُنت کی پیروی لازم ہے اور اسی طرح شرک و بدعت سے پرہیز لازم ہے۔ بدعت یہی ہے کہ اپنے پاس سے بے پسند چیزیں ایجاد

کر کے دین و شریعت سے منسوب کر دی جائیں اور ان کی پیروی کو اسلام کی پیروی سمجھا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کے متعلق فرمایا "ان لوگوں نے رہبانیت کا ایک طریقِ عمل ایجاد کر کے اُسے اپنے لیے لازم سمجھا، حالانکہ وہ رہبانیت یعنی گوشہ گیری اور دُنیا کی جائز و حلال نعمتوں کا استعمال ترک کر دینا ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا اور نہ اُس کا حکم دیا تھا" اور یہی وجہ ہے کہ پھر وہ لوگ اپنے اس خلافِ فطرت طریقِ عمل کی پیروی بھی نہ کر سکے۔ اس لیے ہر وہ عقیدہ یا عمل جس کی کتابِ سماوی اور شریعت میں کوئی سند نہ ہو بدعت ہے، اختراعِ نفس ہے اور اسکی پیروی عین گمراہی ہے، راہِ راست سے منحرف ہونا ہے۔ بدعت کی ضد سُنّت ہے اور سُنت آنحضرت کی حیاتِ طیبّہ کا وہ دستورِ عمل ہے جسے اللہ تعالےٰ "اُسوۂ حسنہ" سے موسوم کرتے ہُوئے فرماتا ہے :۔

"جو شخص اللہ تعالےٰ کی رضا چاہتا ہے اور روزِ حشر نجات کا آرزومند ہو اُس کے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقِ عمل ایک اُسوۂ حسنہ یعنی ایک مثالی سیرت ہے" اور ایک دُوسری جگہ فرمایا "ہمارے نبیؐ اپنی خواہشِ نفس سے کچھ نہیں فرماتے، بلکہ اُن کا کلام تو وحی ہے، جو اُن کی طرف بھیجی گئی ہے"۔ یعنی آپؐ کی لائی ہُوئی شریعت سراسر من جانب اللہ ہے، اختراعِ نفس نہیں ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا "اے پیغمبر انہیں سُنا دیجئے کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو۔ میرے اتباع سے اللہ تعالےٰ کے محبوب ہو جاؤ گے"۔

پس اللہ تعالےٰ نے متعدد آیات میں واضح طور پر فرما دیا کہ اللہ کی محبت و

حمایت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ رسول اللہ کے قول و فعل کا مکمل اتباع ہے اور اس کا خلاف بدعت و گمراہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کوئی بھی ایسا کام کرے گا جس کے جائز و درست ہونے کے متعلق ہمارا قول بطورِ سند موجود نہیں تو اس کا وہ فعل سراسر باطل و مردود قرار پائے گا"۔

یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ قیامت تک ہمارے لیے کوئی اور نبی نہیں ہے جس کا ہم اتباع کریں اور قرآن کے علاوہ ہمارے لیے کوئی اور آسمانی و الہامی کتاب نہیں ہے جس کے احکام پہ عمل پیرا ہوں۔ بنابریں میں تمام مسلمانوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اپنے عقائد و اعمال کی صحت و قبولیت کے لیے صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں، ورنہ وہ تباہ برباد ہو جائیں گے۔ ان دونوں سے انحراف شیطان کی اطاعت میں آتا ہے۔ جو تجھے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے گمراہ کر دے گی۔

پس عقیدہ و عمل کی ہر آفت سے سلامتی کتاب و سنت کے اتباع سے وابستہ ہے اور یہ اتباع ایک ایسی مقدس نعمت ہے جس کے ذریعے بندہ ولایت، جلالیت، اور غوثیت کے مقامِ رفیع تک ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔



مقالہ نمبر ۳۷

مذمتِ حسد

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "اے مسلمان! تجھے اللہ، اُسکے رسولِ اکرمؐ اور کتابُ اللہ پر ایمان و یقین کا دم بھرتے ہُوئے پھر کسی دُوسرے مسلمان پر حسد کرتے ہُوئے دیکھ کر مجھے نہایت رنج و افسوس ہوتا ہے اور میں یقین کرنے لگتا ہوں کہ تیرا ایمان بالکل ضعیف اور کمزور توکّل ہے۔ تُو اسکی خوشحالی و فارغ البالی کو برداشت نہیں کرسکتا۔ تُو اُس کے عمدہ لباس، عمدہ خوراک، نکاح اور اہل و عیال کو دیکھ کر جلتا ہے اور اپنی کمینگی اور پست حوصلگی اور تنگ ظرفی سے یہ خواہش رکھتا ہے کہ وہ تمام نعمتیں اس سے زائل ہو جائیں جو اُسکے خالق و رازق نے اُسے عطا فرما رکھی ہیں۔ بالفاظِ دیگر تُو خُدا کی خدائی، اُس کی تقسیم رزق اور اُس کی مشیت و اختیار میں دخل دینا چاہتا ہے جو صریحًا مضر ہے اور اپنے فاعل کیلئے وجہ ذلّت و بربادی ہے۔ یاد رکھ کہ اللہ تعالےٰ کے اختیارات تیرے اختیارات نہیں ہوسکتے اور اس کے تصرفات تیرے تصرفات نہیں بن سکتے۔ اللہ تعالےٰ ایک شخص کو جو کچھ دیتا ہے یا دینا چاہتا ہے، کیا تُو اپنے جذبۂ حسد کے تحت اللہ سے مقابل آکر یہ خواہش رکھے گا کہ وہ نعمتیں اور وہ چیزیں اللہ اُسے نہ دے؟ کیا یہ صریحًا مشیتِ ایزدی اور فیصلۂ خداوندی کا مقابلہ نہیں۔ اگر ہے اور یقینًا ہے تو یہ سمجھ لے کہ تُو کسقدر ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہوگا۔ حسد ایک ایسی ملعون و مقہور چیز ہے جو تیرے ایمان کو کھوکھلا

کر دیتی ہے۔ تجھے اپنے مولیٰ کے رحم و التفات سے گرا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تیرا دشمن و مخالف بنا دیتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں حضرت یوسفؑ اور برادرانِ یوسفؑ کا جو قصہ مذکور ہے، اُسکے مقصد و معانی پر ذرا غور کرو۔ کیا برادرانِ یُوسفؑ اپنی انتہائی کینہ سازشوں، بدخواہیوں اور دُشمنانہ ریشہ دوانیوں کے باوجود اس بلند رُتبہ اور ان فقید المثال نعمتوں سے حضرت یوسفؑ کو محروم کر سکے جو اللہ تعالےٰ نے اپنی مشیّت میں اُنکے لیے مقدور و معیّن کر رکھی تھیں؟ اور پھر نتیجہ کار وہ سب کے سب خود کس قدر نادم و ذلیل ہوئے جب مصر میں بر سرِ حکم و اقتدار یُوسفؑ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ اللہ کی قسم! اُس نے بلا شُبہ تجھے ہم پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے۔ ہمارے ظلم اور زیادتیاں ہمیں معاف فرما۔" اسی طرح قرآنِ حکیم کی متعدد آیات میں حسد کی انتہائی مذمت پائی جاتی ہے۔ نیز احادیث میں بھی پے در پے حسد کی مذمّت فرمائی گئی ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ حسد مُسلمان کی نیکیوں کو اسطرح کھا جاتا ہے جسطرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ ایک اور جگہ حدیثِ قدسی کے ذریعہ ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حسد کرنے والے میرے اور میری نعمت کے دُشمن ہیں۔" حاسد اللہ کے دُشمن اسطرح ہوئے کہ وہ اپنی معیشت کے تحت اپنے بندوں کو جو کچھ اور جتنا کچھ دینا چاہتا ہے وہ اُسکی مخالفت کرتے ہیں۔ کلام اللہ کی یہ آیت کیا بیان کر رہی ہے؟ "ہم نے حیاتِ دُنیوی میں اپنے بندوں کے رزق و معیشت کو خود تقسیم کر دیا ہے۔ اب یہ جُرأت کس کا فرد مُرتد کو ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کے طے اور معیّن کردہ تقسیم رزق کے خلاف محاذ باندھے اور اسکے مقابل و مبارز ہو۔ پس یاد رکھ کہ کسی پر حسد کرنا اپنی ذات پر ظلم کرنا ہے۔ یہ بدترین قسم کی حماقت اور نادوا بخل ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے" ہم تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے،

وہ اپنے حسد اور بداعمالیوں سے خود ہی اپنی ذات پر ظلم کرتے ہیں۔ نیز فرمایا:

"میرے احکام اور فیصلے نہیں بدلتے اور نہ ہی مَیں اپنے بندوں پر ذرّہ برابر ظلم کرتا ہوں"۔ پس مَیں تجھے تیری سلامتی اور فلاح و بہبود کے لیے تاکید کرتا ہوں کہ کسی بھی مُسلمان بھائی کی خوشحالی و فارغ البالی کو دیکھ کر ہرگز حسد نہ کر، بلکہ اس کی تونگری و خوشحالی اور ترقی و کامیابی دیکھ کر مسرور و مطمئن ہو اور نہایت فراخدلی کے ساتھ اُسے مبارکباد دے اور اس طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے رضامند ہوگا اور اپنی گُوناگوں نعمتیں تجھ پر وسیع و بسیط کر دیگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حسد جیسی مذموم و مقہور چیز سے محفوظ رکھے اور اپنی نعمتوں پر حمد و شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مَیں اس ضمن میں یہ تلقین بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ تُو اپنی ذات پر حسد نہ کر، اپنی ذات پر حسد کرنیکے یہ معنیٰ ہیں کہ تجھے رازق نے اپنے فضل و کرم سے جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں تُو اُنکے استعمال میں بُخل سے کام لے اور دولت کو بالکل خرچ کرنا نہ چاہے۔ مثلاً روپیہ بچانے کے لیے نہ تو عمدہ لباس پہنے نہ اچھا کھانا کھائے، نہ معیاری رہائش اختیار کرے اور نہ اپنے بیوی بچوں کی آسائش پر روپیہ خرچ کرے۔ یہ طریقِ عمل اپنی ذات پر حسد و ظلم کرنا ہے اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری و ناشکری ہے نعمتوں کا عملی نظریہ یہ ہے کہ اُنہیں چھپانے کی بجائے ظاہر کیا جائے اور اُنہیں فیاضی سے استعمال میں لاکر دادِ رزق دی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ برحق کو فرمایا "اپنے پروردگار کی نعمتوں کا اظہار کیجئے (اُنہیں استعمال میں لائیے) اور اُنہیں لوگوں کے سامنے بیان فرمائیے"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شکرِ نعمت کی زبانی و عملی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

٭٭

مقالہ نمبر ۳۸

اہلِ اللہ کا اجر

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :

"جس شخص نے اللہ تعالےٰ کے دینِ برحق کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت صدق و خلوص کے ساتھ کی، اللہ خود اس کا اجر و ثواب بن جاتا ہے اور دنیا و عقبیٰ میں اُسے عزت و آبرو عطا فرماتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "تم اللہ کی مدد کرو (یعنی اس کے دین کی نشر و اشاعت کرو) وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے گا۔

پس میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ اللہ کے کلام کی تبلیغ و اشاعت کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور تسلیم و رضا کو اپنا شعار بناؤ۔ جو مسلمان اللہ کے کلام اور اُس کے نبیؐ کی سُنت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے اُس کا اجر و ثواب فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ ہے اور اللہ تعالےٰ کی نصرت و اعانت ہمیشہ اُسکے شاملِ حال رہتی ہے۔"



مقالہ نمبر ۳۹

ردِ نعمت کفرانِ نعمت ہے

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:۔
"کسی چیز کو حکم و اذنِ الٰہی کے بغیر محض خواہشِ نفس سے قبول کرنا گمراہی ہے لیکن خواہشِ نفس کے خلاف رضائے مربی کی بنا پر کسی چیز کی قبول کرنا اور اس کی تعمیل میں تکلیف و صعوبت سہنا انبیاء و اولیاء کا اُسوۂ حسنہ ہے اور ایسے مخلصین انہیں کے گروہ میں اُٹھائے جائیں گے اور یاد رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں بعض نعمتیں عطا فرما رہا ہو تو اُنہیں قبول نہ کرنا یا اُن سے غفلت و روگردانی اختیار کرنا سراسر کفرانِ نعمت ہے اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے رزق و عطیات کی توہین و ناقدری کرتا ہے۔

پس اللہ تعالےٰ کے رزق اور اس کی نعمتوں کا مسرت و شادمانی سے استقبال کیا کرو اور اُسے خوشی خوشی قبول کرو۔ کیونکہ یہ چیز آئندہ کے لیے بھی اضافۂ رزق اور برکات کا باعث ہوتی ہے۔"



مقالہ نمبر ۲

درجۂ ولایت کی تفسیر

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "جب تک تو مکمل طور پر شریعت کا متبع اور نفسِ امارہ کی پیروی سے آزاد نہ ہو جائے، اولیاء اللہ کے زمرے میں داخل ہونے کی خواہش نہ کر، اتباعِ شریعت کے معنی ہیں کہ تیرے تمام اقوال و افعال اللہ تعالےٰ کے امر و نواہی کے مطابق ہوں۔ تیرا سُننا، دیکھنا بولنا، پکڑنا، چلنا، سونا، جاگنا، الغرض تمام اعمال رضائے الٰہی کے تحت ہوں اور خدمتِ دین و نعمت کے لیے ہوں۔ تیرے جسمانی حوائج تو تیرے لیے تیرے پروردگار سے حجاب و بعد کا باعث ہیں۔ جب تک تو اصلاحِ باطن اور تزکیۂ روح سے روحِ خالص نہ بن جائے اور جسمانی کدورتوں سے مبرا نہ ہو تجھے قربِ خداوندی حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب تو ریاضت و مجاہدہ سے روحِ خالص بن جائیگا اور ہر لحہ ذکرِ الٰہی کا التزام کریگا تو تجھ پر اسرارِ الٰہی منکشف ہوں گے اور کائنات کی حکمتیں تجھ پر بے نقاب ہونے لگیں گی۔ یہ فنا فی الذات ہونے کا رتبہ ہے۔ جہاں تو گشت و سرورِ باطن میں محو ہو کر عالمِ سفلی سے بے تعلق ہو جلئے گا اور تمام اشیاء کو دیدارِ الٰہی اور جلوہ وجہان خداوندی کے لیے حجاب سمجھے گا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید

کی مشقت و ریاضت پالینے کے بعد فرمایا" بلاشبہ یہ تمام اصنام وجہ شرک ہونے کے باعث میرے دشمن ہیں۔ لیکن ربِ واحد میرے راہنما ہیں۔ اُنھوں نے بُتوں کے متعلق یہ فرمایا۔ لیکن تو بھی اپنی خواہشاتِ نفسانی اور وجہِ غفلت و معصیت مخلوقات کو اصنام سمجھتے ہوئے اُن کے متعلق یہ کہہ اور ان کی فرمانبرداری سے اجتناب کر۔ اُس وقت علومِ لدنیہ اور اسرارِ الٰہی تجھ پر منکشف کئے جائیں گے اور تجھے حریمِ کبریا کا رازدار بنایا جائیگا اور پھر اس رتبہ ولایت پر تکوین، یعنی عجائب و غرائب اشیاء کو ظہور میں اور خرقِ عادات کی قوت و صلاحیت تجھے عطا فرمائی جائے گی۔ اُس رتبۂ ولایت پر تو محسوس کرے گا کہ گویا تو ایک معنوی اور روحانی و باطنی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا ہے اور تیرا کُل وجود قدرتِ الٰہیہ کا مظہر بن چکا ہے، پھر تو حسب حدیثِ نبوی صلی اللہ کے خواص کا حامل ہو جائے گا اور اسی کے رابطہ سے بولے گا، اُسی سے سُنے گا، اُسی سے دیکھے گا، اُسی سے پکڑے گا، اُسی سے چلے گا، اُسی سے سمجھے گا۔ اُسی سے آرام و اطمینان پائے گا۔ اوامر و نواہی کے پیروی اختیار کرتے ہوئے اور حدودِ شرع کی حفاظت کرتے ہوئے تو غیر اللہ کو موجود نہ دیکھے گا۔

پس مذکورہ رتبۂ ولایت کو پانے کے لیے اتباعِ نفس، فسق و فجور اور لغویات سے پرہیز کرتے ہوئے توحید و اخلاص کے ساتھ شریعت کی پیروی کر اور یاد رکھ کہ جس حقیقت یا "طریقت" کی شرع تائید و توثیق نہ کرے اور اُسے جائز نہ ٹھہرائے وہ صریحاً کفر و الحاد ہے۔"



مقالہ نمبر ۴۱

ابتلاء کے بعد الطافِ الٰہیہ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "میں تمہارے سامنے اللہ اور بندے کے تعلقات کے متعلق ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ کوئی بادشاہ اپنی رعایا میں سے ایک شخص کو اہل دیکھ کر ایک شہر کی حکومت اُس کے سپرد کر دیتا ہے اور اُسے خلعت و اعزاز عطا فرماتے ہوئے اسے اپنا معتمد بناتا ہے۔ پھر وہ شخص اپنے منصب کی رعایت و پاسداری کرتے ہوئے ایک عرصہ تک اپنے فرائض و ذمہ داریاں بخوبی ادا کرتا ہے اور بادشاہ کو اپنی کسی بدنظمی اور بے اعتدالی سے ناراض نہیں ہونے دیتا۔ اہالیانِ شہر بھی اُس کے حُسنِ انتظام سے خوش ہو کر اُسے تحسین و آفرین کرتے ہیں اور بادشاہ بھی اس کی اطاعت و صلاحیت کی داد دیتا ہے۔ لیکن ایک عرصہ کے بعد وہ شخص اسبابِ تعیش میں اُلجھ جاتا ہے، اپنے عہدہ و منصب کے گھمنڈ میں مغرور ہو جاتا ہے اور اپنے فرائض کی تعمیل سے بالکل غافل و بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اُسکے یہ حالات و کوائف جب بادشاہ کو معلوم ہوتے ہیں تو وہ اس پر نہایت برہم و غضب ناک ہوتا ہے اور اسے اس عہدے سے معزول کر دیتا ہے پھر اُس سے اُن جرائم کا محاسبہ کیا جاتا ہے جو اُس نے اپنے دورِ حکومت میں اس کے امر و نہی کے خلاف کئے تھے اور تحقیقات کے بعد اُسے معزول کر کے تعزیر

کی جاتی ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر اُس کا غرور و تکبر زائل ہو جاتا ہے اور وہ اپنی تقصیروں اور کوتاہیوں پر پشیمان ہو کر توبہ کرتا ہے۔ اس کا یہ عجز و انکسار و ندامت و انفعال بادشاہ کے علم و مشاہدہ میں آتے ہیں اور وہ اُسے دوبارہ اُس کے سابقہ عہدہ و منصب پر تعظیم و تکریم کے ساتھ فائز کر دیتا ہے اور اُس پر پہلے سے بھی کہیں زیادہ الطاف و عنایت صرف فرماتا ہے اور پھر یہ عطائے حکومت و قیادت اُسکے لیے دائمی و مستقل کر دی جاتی ہے اور اُس سے واپس نہیں لی جاتی۔ بس یہی مثال اللہ اور بندے کے تعلق و معاملہ پر چسپاں ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ جب ایک مومن کو مقرب و برگزیدہ قرار دیتا ہے، تو اُس پر اپنی بے پایاں نعمتیں اور بخششیں بسیط فرما دیتا ہے، ایسی نعمتیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سُنیں، مثلاً باطنی نعمتوں میں آسمان و زمین کے عجائب و غرائب، کائنات کے اسرار و حکم، کشفِ روحانی، اجابتِ دُعا، تقویٰ، محبوبیت، قلب میں کلماتِ حکمت کا نزول اور مزاولتِ ذکر وغیرہ، اسیطرح باطنی نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ اس پر ظاہری نعمتوں کا اتمام بھی فرماتا ہے، اس طرح اُسکے جسم و جوارح میں صحت و توانائی عطا فرماتا ہے " اسے عمدہ ماکولات و مشروبات تفویض فرماتا ہے۔ حلال و مباح چیزوں میں اُسکے لیے وسعت و فراخی پیدا کرتا ہے۔ اور اُسے نکاح کی توفیق دے کر اہل و عیال میں برکت دیتا ہے۔ یہ باطنی اور ظاہری نعمتیں عرصہ دراز تک اُس کے پاس رہتی ہے اور وہ اُن سے متمتع ہو جاتا ہے حتّیٰ کہ وہ ان میں مشغول و منہمک ہو کر غفلت اختیار کرنے لگتا ہے اور اپنے رازق و پروردگار اور معبود و مسجود کو فراموش کر کے نفسِ امّارہ کا اتباع کرتے ہوئے فسق و فجور میں پڑ جاتا ہے، جب وہ سمیع و بصیر اُسکی یہ کیفیت دیکھتا ہے تو اصلاحِ احوال کیلئے اُسے

مصائب میں مُبتلا کر دیتا ہے اور اُسے عُسرت و پریشانی کا سامنا ہوتا ہے پھر وہ اپنے ان حالات کی وجہ پر غور و خوض کرنے لگتا ہے اور اُسے اپنے ظاہری و باطنی تغیّرات سے محسوس ہوتا ہے کہ اس تغیّر کا باعث اُس کی اپنی غفلت و معصیت ہے۔

پس وہ اللہ تعالےٰ کے حضور توبہ و ندامت کے ساتھ صراطِ مستقیم کی جانب رجوع کرتا ہے اور اعتقادی و عملی لحاظ سے سابقہ دستورِ عمل اختیار کرتا ہے۔ جب وہ نفسِ امّارہ کے اتباع سے بے زار و کنارہ کش ہو کر محبّت و اطاعت اور توبہ و ندامت سے اپنے پروردگار کی جانب رجوع کرتا ہے تو اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں سُنائی جاتی ہیں اور سابقہ تلف شُدہ نعمتیں نہایت وسعت و افراط سے اُس کو دوبارہ عطا کی جاتی ہیں۔ اُس کے لیے اللہ تعالےٰ کے ظاہر و باطنی لطائف و برکات کا افتتاح ہوتا ہے۔ خلقِ خُدا اُس کے ساتھ محبّت و تعاون کرتی ہے اور ہر جگہ اُس کی تعریف و توصیف ہونے لگتی ہے۔ اربابِ حکومت و سطوت اور بادشاہوں کو اُس کے لیے مسخر کر دیا جاتا ہے اور اس طرح اللہ تعالےٰ اُس پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کا اتمام فرماتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اُس کے نیک اعمال کی جزاء کے طور پر اُس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیسی کیسی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں "

مقالہ نمبر ۴۲

نفسِ انسانی کی دو حالتیں

حضرت قطبِ ربانی نے ارشاد فرمایا :-

"اِس دُنیا میں نفسِ انسانی کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت تو راحت و آرام کی ہے اور دُوسری عُسرت و مصیبت کی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ انسان دونوں حالتوں میں آزمایا جاتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کا کہاں تک مطیع و فرمانبردار رہتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے انسان جب راحت و نعمت پاتا ہے تو غفلت و معصیت میں پڑ کر اللہ کی نافرمانی پاتا ہے۔ لیکن جب مصائب میں مُبتلا ہوتا ہے تو ناشکری اور شکوہ و شکایت پر اُتر آتا ہے۔" پس واضح طور پر نفسِ انسانی کی کمزوری ہے کہ بحالتِ راحت و آسائش تقویٰ اختیار کر کے اللہ کا شُکر بجا نہیں لاتا اور بحالتِ مصیبت صبر و تحمّل اور توکّل اختیار نہ کرتے ہُوئے اللہ کے خلاف فریاد و بدگوئی کرتا ہے۔ پس نفس کا کام گستاخی و بے ادبی ہے اور مخلوقات کو اللہ کیساتھ شریک ٹھہرانا نیز وہ اللہ کے دیئے ہُوئے رزق پر کبھی مطمئن اور شُکر گزار نہیں ہوتا اور ہمیشہ خواہشات کی کثرت سے انسان کو اضطراب و پریشانی میں مُبتلا رکھتا ہے۔ پھر جب نفس کو مصائب و آلام سے نجات دی جاتی ہے تو وہ غرور و تکبّر اور عیش و خود فراموشی میں پڑ جاتا ہے اور اپنے پروردگار کی اطاعت سے غفلت و روگردانی اختیار کرتا ہے۔ بعدازاں جیسے

کہ بیان کیا جا چکا ہے، اُسے پھر مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ اُس کی کدورتیں ڈھل جائیں اور وہ شرک و فسق سے باز آجائے، پھر اگر نفس غفلت و معصیت چھوڑ کر راہِ راست پر آجاتا ہے اور اطاعت و شکر گزاری کا التزام کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اپنی نعمتیں اور عطیات مستقل طور پر اُس کے لیے قائم رکھتا ہے اور ہر حال میں اُس کا معاون و مددگار رہتا ہے۔

پس جو شخص دُنیا و عقبیٰ میں عزت و آبرو اور سلامتی کا خواست گار ہو، اُسے چاہیئے کہ صبر و تحمل اختیار کرے اور رضائے الٰہی سے انحراف نہ کرے۔ نیز مخلوقات سے اپنے خالق کی شکایت کرنی چھوڑ دے اور اپنی حاجات ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرے۔ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے عطا فرما رکھا ہے۔ اُس پر شکر بجالائے اور آئندہ کے لیے اُس کی جانب سے وسعت و کشائش کا اُمیدوار رہے۔ کیا تو نے اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا۔ جب اللہ کسی چیز کو وجود و ظہور میں لانے کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے لیے فرماتا ہے "ہو جاؤ" پس وہ اُس کے حکم "کُن" سے فوراً ہی ہو جاتی ہے۔ یعنی وجود میں آجاتی ہے۔ نیز فرمایا مومنوں کو تو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ یہ اعتقاد رکھ کہ اللہ تعالےٰ کے تمام افعال اچھے اور حکمت و مصلحت سے معمور ہیں۔ مگر اللہ نے اپنی حکمت و مصلحت کو بندوں سے ہمیشہ مخفی رکھا ہے۔ بندہ کے لیے لازم ہے کہ وہ تسلیم و رضا اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کے مصالح و حکم سے اتفاق کرلے اور اپنی گفتار یا حرکات یا سکنات میں اللہ کے خلاف شکوہ و شکایت یا تہمت سے باز رہے۔

ان تمام باتوں کی سند آنحضرتؐ کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

ابن عباسؓ سے فرمایا "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ آپؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! اللہ کے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کر۔ اللہ تیری اور تیرے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کریگا۔ اللہ کو حاضر و ناظر جان اور پھر تُو اُسے اپنے سامنے موجود پائے گا۔ جب تُو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر، اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ۔ اللہ نے اپنے بندوں کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے وہ ازل سے مقدّر ہو چکا ہے اور اُسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ ہر شخص کو جو فائدہ پہنچنا ہے وہ پہنچ رہے گا اور جو نقصان پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا۔ پھر تو اگر اللہ پر توکّل رکھے اور یقینِ محکم کے ساتھ معاملہ کر سکے تو وہ تجھے بہت بڑی جزاء عطا فرمائے گا اور اگر تُو اپنے یقین و توکّل کو برقرار نہ رکھ سکے تو

جن چیزوں کو تُو بُرا سمجھتا ہے اور اُن سے تکلیف اُٹھاتا ہے اُن پر صبر و تحمّل اختیار کرنا تیرے لیے زیادہ نیکی و راست روی ہے اور یاد رکھ کہ صبر و تحمّل کرنے والے کے لیے اللہ کی مدد و اعانت لازمی ہے۔ مصیبت و اذیت کے بعد راحت و آسائش ہے اور ہر سختی کے بعد آسانی ہے۔ پس ہر مومن کو چاہیئے کہ اپنے قلب و دماغ کے لیے رہنما بنائے اور نفس کے وساوس سے چھٹکارا پائے اعتقادی اور عملی صحت و عافیت اسی میں ہے کہ مومن اس حدیث کے معانی پر خوب غور کر کے علی الدوام اس کی تعمیل کرے۔ تاکہ وہ دُنیا و عقبیٰ میں تمام آفات و مصائب سے محفوظ و سلامت رہے۔ وہ اُسکی پیروی سے حقیقی اطمینانِ قلب پائیگا اور اللہ کی رحمتِ واسعہ سے دونوں جہان میں عزت پائے گا۔



مقالہ نمبر ۴۳

غیر اللہ سے سوال کرنے کا سبب

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :۔

"مخلوقات اور غیر اللہ سے صرف وہ لوگ سوال کرتے ہیں جن کا یقین و ایمان ضعیف ہے، جن میں صبر و توکل نابود ہے اور جو توحیدِ الٰہی کی معرفت نہیں رکھتے اور اس کے برعکس غیر اللہ کے سامنے سوال کرنے سے فقط وہی لوگ محفوظ رہ سکتے ہیں جو توحیدِ باری تعالےٰ کی معرفت رکھتے ہیں، جن کا یقین و ایمان محکم ہے۔ جن کا طریق توکّل علی اللہ ہے اور جو ذکر و فکر کی مزاولت سے حقیقت و صداقت کی بصیرت رکھتے ہیں اور بہ اقتضائے ایمانی اس چیز کی شرم و حیا رکھتے ہیں کہ خدائے حیّ القیوم کے ہوتے ہوئے مخلوقات میں کسی سے سوال کریں۔"



مقالہ نمبر ۴۴

مومن کی بعض دعائیں قبول نہ ہونے کی وجہ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "مومن کی دعا لازمی طور پر قبول نہیں کی جاتی اور جو دعا قبول نہیں کی جاتی اُسکے قبول نہ ہونے میں بھی حکمتِ الٰہی کے تحت اُس کیلئے بہت سے فوائد مضمر ہوتے ہیں۔ انسان عالم الغیب نہیں بلکہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ اُسکے بندہ کی فلاح و بہبود کس چیز میں ہے۔ ایک آیہ کلام اللہ کے حسبِ معانی عین ممکن ہے کہ ایک چیز ہم اپنے لیئے مفید سمجھ کر اللہ سے طلب کریں، لیکن حقیقتاً وہ ہمارے لیے مضر ہو اور اسی طرح عین ممکن ہے کہ ایک چیز کو ہم بظاہر اپنے لیے مضر سمجھتے ہوئے اُس سے نہ مانگیں لیکن حقیقتاً وہ ہمارے لیے نہایت مفید ہو اور اللہ تعالیٰ از خود ہمیں عطا فرمادے۔ بعض وقت دعا کے قبول نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ بندہ غافل نہ ہوجائے اور خوف و رجا جو ایمان کے لوازم سے ہے اُس سے زائل نہ ہوجائے۔ معرفت اور حقیقت کے ہر حال میں امید و بیم لازم و ملزوم ہیں اور یہ پرندے کے دو بازوؤں کی طرح ہیں۔ جس طرح ایک پرندہ دونوں پروں کے بغیر اُڑ نہیں سکتا اسی طرح ایک مومن خوف و رجا کے بغیر اپنے احوالِ باطن کو ناقص و نامکمل پاتا ہے۔ مومن کا احوال و مقام یہ ہے کہ وہ غیر اللہ کیطرف رجوع نہ کرے اور ماسواء اللہ اُسکا قلب سکون و اطمینان نہ پائے۔ پس ہر دعا کی قبولیت پر اصرار کرنا بھی غیر اللہ کی حیثیت رکھتا ہے اور مومن کے عقیدۂ توحید کے منافی ہے۔

پس ہر دُعا کے قبول نہ ہونے کے دو واضح سبب ہیں۔ ایک یہ کہ مومن میں غرور و تکبر نہ سما جائے اور وہ اللہ سے آئینِ ادب و احترام چھوڑ کر غافل و گستاخ نہ ہو جائے۔ اور دوسرا سبب یہ ہے کہ طاعت و تعمیل احکام کے طور پر نہیں بلکہ محض خواہش و عادت کے طور پر سوال نہ کرنے لگے اور اس طرح ایک ملکۂ عشق و ذوق کو رسم نہ بنا لے کیونکہ یہ بھی ایک شرکِ خفی کی صورت ہے اور شرکِ خفی شرکِ جلی سے دوسرا درجہ مذموم چیز ہے اور اللہ تعالےٰ سے سوال جب خالصتاً اتباعِ شریعت اور امتثالِ امر کے لیے ہوگا۔ تو وہ سوال مومن کے لیے زیادہ قربِ الٰہی کا باعث ہوگا اور اُس پر رضائے الٰہی لازم ہوگی۔ جسطرح کہ فرائضِ اسلامیہ کی پیروی اور تبلیغِ دین قربِ خداوندی کا موجب ہے اور ایسے تمام سوالات جو اتباعِ شریعت یا تبلیغ و اشاعتِ دین کے لیے ہوں چونکہ نفس کی خواہشات سے ہوتے ہیں۔ لہٰذا انکی قبولیت بھی یقینی ہوتی ہے۔

پس ہم نے بعض اوقات مومن کی دُعا قبول نہ ہونے کے اسباب بیان کئے ہیں لیکن اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حاجات و ضروریات پیش نہ کرے اور اس سے دُعا و التجا میں غفلت و کوتاہی سے کام لے۔ کیونکہ ایک مومن موحد کے لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور ملجیٰ و ماویٰ کیا ہو سکتا ہے بلکہ کلام اللہ میں کتنی ہی جگہ اللہ تعالیٰ حکماً مومن سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی حاجات و ضروریات اُسکے حضور پیش کرے تاکہ وہ اُسکی دُعا قبول کرے اور اُسکی مشکل کشائی فرمائے۔ مثلاً فرمایا "مسلمانو! میرے حضور دُعا کرو تاکہ میں تمہاری دُعا قبول کروں اور تمہاری حاجات و ضروریات تمہیں دوں" اور ایک دوسری جگہ بطور عہد فرمایا "جب میرے بندے میرے متعلق آپ سے دریافت کریں تو فرمائیے کہ میں اُن سے بہت قریب ہوں۔ جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اُسکی دُعا قبول کرتا ہوں۔

پس بندوں کو چاہیئے کہ وہ میری اطاعت اختیار کریں۔

مقالہ نمبر ۴۵

اَصحابِ عُسر اور اَصحابِ یُسر

حضرت قُطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک اصحابِ عُسر اور دُوسرے اصحابِ یُسر۔ اصحابِ عُسر وہ لوگ ہیں جو مصائب و آلام اور معاشی و اقتصادی پریشانیوں میں مُبتلا ہوں اور اصحابِ یُسر وہ لوگ ہیں، جو راحت و آرام اور خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھ کہ ان ہر دو قسم لوگوں کے حالاتِ باطنی اسباب و عوامل اور خارجی تاثرات سے فارغ و آزاد نہیں ہیں، وہ لوگ جنہیں راحت و آرام اور فارغ البالی حاصل ہے، غفلت و معصیت میں مُبتلا ہو سکتے ہیں۔ اُنکی دولت بھی اللہ تعالےٰ کی جانب سے ایک ابتلاء ہے کہ وہ نعمت و آسائش پا کر اُس کے ذکر و عبادت اور حمد و شکر کو اختیار کئے رہتے ہیں یا طغیان و سرکشی اختیار کرتے ہوں۔ پس جب وہ ذکر و طاعت کی بجائے فضیلت اور فسق و فجور میں پڑ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُنھیں طرح طرح کے مصائب میں مُبتلا کر دیتا ہے اور اُن کے کفرانِ نعمت کے باعث انہیں معذب فرماتا ہے۔ اگر ایک منعم یہ سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ فَعَّالٌ لِمَا یُرِیْد ہے۔ یعنی جس وقت جو کچھ بھی چاہتا ہے، اُس کی تعمیل پر قدرت رکھتا ہے تو وہ رزق و نعمت کے ہوتے غفلت و معصیت اختیار نہ کرتا بلکہ ذکر و طاعت اور حمد و شکر کا التزام کرتا

اور کسی تونگر اور خوشحال آدمی کا غفلت و معصیت اختیار کرنا اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ دُنیا کے تغیّراتی مزاج کو پا نہیں سکا۔ یعنی اُس نے یہ حقیقت فراموش کر دی کہ بطورِ اصول و کلیہ اس دُنیا نے آدمؑ تا ایں دم کسی بھی شخص سے وفا نہیں کی اور کسی بھی شخص کے حالات کو ایک ہی کیفیّت پر ہمیشہ برقرار نہیں رکھا اور اس طرح ہر شخص کی زندگی میں لازمی طور پر تغیّرات رونما کرتی رہی ہے۔ اگر تغیرات اور عروج اور تنزّل کی زد سے کوئی ہستی محفوظ رہ سکتی ہے تو وہ فقط اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے۔ مخلوقات حالات و کوائف کے تغیّر سے قطعاً مُبرّا نہیں۔

پس جو لوگ دولت و ثروت کے نشہ میں اس ابدی حقیقت کو فراموش کرتے ہوئے غرور و تکبّر اختیار کر لیں یا غفلت و معصیت میں پڑ جائیں اور غریب و نادار لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہوئے اُن کیساتھ خلافِ انسانیت سلوک کریں۔ وہ اللہ کے مغضوب و مقہور ٹھہر کر مُبتلائے مصائب و آلام کیوں نہ ہوں؟ پس حسبِ آیاتِ کلام اللہ یہ قانونِ قدرت ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے لیے ہر سختی اور مصیبت و اذیت کے بعد راحت و آرام کے اسباب فرماتا ہے اور شکرِ نعمت پر اضافۂ نعمت فرماتا ہے۔ لیکن راحت و آرام کا شہد پانے کے لیے کچھ مصائب اور تلخیاں بھی برداشت کرنا پڑتی ہیں اور صبر و شکر کا صلہ ہمیشہ وسعتِ رزق اور سکونِ قلب ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے امر و نواہی کی تعمیل کرنے والوں کا معاون و مددگار رہتا ہے اور وہ تغیراتِ زمانہ کے تحت وقتی طور پر مصائب میں مُبتلا ہو جائیں تو پھر اُنہیں نعمتوں اور بخششوں کی فراوانی سے تلافی مافات فرما دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعمت و حشمت ایک

وحشی جانور کی مانند ہے اُسے حمد و شکر کے ساتھ مقید کرو۔

پس دولت و نعمت کا شکر یہ ہے کہ اُس کے باعث مغرور و متکبر ہو کر خلقِ خدا کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائے۔ اسراف نہ کرے۔ دولت کے انفاق میں حدودِ الٰہی سے تجاوز نہ کرے۔ فسق و فجور اور محرمات میں نہ پڑے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو حقوق العباد متعین ہیں وہ خلوص کے ساتھ ادا کرے دیانت داری کے ساتھ مکمل زکوٰۃ نکالے، غرباء اور مساکین میں صدقہ و خیرات کرتا رہے۔ اہلِ حاجات اور مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ لطف و کرم اور ہمدردی سے پیش آئے۔ مظلوم کی دادرسی کرے اور اپنے اعضاء و جوارح کو محرمات و سیئات سے محفوظ رکھے۔ یہ تمام اعمالِ شکرِ نعمت اور اضافۂ نعمت کا باعث ہیں اور اُن کی پیروی کرنے والا بہشت میں انبیاء، صدیقین اور اولیاء کا قرب پائے گا۔ اس کے علاوہ اسے دُنیا و عقبیٰ میں عزت و آبرو کے بلند درجات حاصل ہوں گے۔ لیکن اس کے برعکس اگر بندہ نے کفرانِ نعمت کیا اور دولت و حشمت کے باعث غفلت و معصیت میں پڑ گیا تو اُس کے لیے دونوں جہان میں ذلت و رسوائی ہے اور اللہ کا غضب اس پر مستولی رہتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ یہ حقیقت یاد رہے کہ مصائب و آفات انسانوں کی زندگی میں ہمیشہ غفلت و معصیت اور کفرانِ نعمت کے باعث ہی رونما نہیں ہوتے بلکہ اُن کے کچھ اور اسباب بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً مصائب و آلام کا واضح سبب تو یہی ہے کہ وہ انسان کے اپنے گناہوں اور شامتِ اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں اور اُن سے اُس کی تہذیب و تادیب اور توجہ و معرفت مقصود ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے

کہ وہ گمراہی اور غفلت و نافرمانی کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر آجائے۔ لیکن مصائب و آفات کا دُوسرا سبب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقرب و برگزیدہ بندوں کی زندگی میں بطورِ ابتلاء وارد ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعے اُن بندوں کے ایمان و یقین اور صبر و توکّل کا امتحان لیتا ہے اور پھر ان مصائب و آفات کے باعث اُن کے ایمان و توکّل کو محکم تر فرماتے ہُوئے دُنیا و عقبیٰ میں اُن کے درجات بلند فرماتا ہے اور اُنہیں شدائد و آلام کی وجہ سے اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔

اس نوع کے برگزیدہ بندے انبیائے کرام، صدیقین اور اولیاء اللہ ہُوا کرتے ہیں وہ اہلِ حالات و مقامات ہُوا کرتے ہیں۔ اُن کا یقین و ایمان اور توکّل بھی عامۃ المسلمین سے بدرجہ محکم و توانا ہوتا ہے اور اُن پر مصائب کے ذریعہ ذات و صفات الٰہیہ اور حقیقت و معرفت کے ابواب کُھلتے رہتے ہیں اور کائنات کی رُوح اُن پر روشن تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابتلاء کے باعث اُن پر توحید کے اسرار واضح فرمائے اور اُنہیں شرکِ جلی و شرکِ خفی کے مفاسد سے پاک رکھا۔ پھر جب اُن کا باطن انوارِ قدسیہ سے معمور ہو گیا اور وہ مقرب بارگاہ ہو گئے، تو اُنہیں دُنیا و عقبیٰ اور دیگر تمام اولادِ آدمؑ پر خاص امتیاز عطا فرمایا اور اُن کے درجات کو اُمتوں سے بلند تر کیا۔

اور اس ابتلاء کی علامت جو انسان کو گناہوں سے پاک و صاف کرتا ہے، یہ ہے کہ اُس کے دوران مومن کی حیات میں صبرِ جمیل پایا جاتا ہے اور وہ لغویات سے بیزار ہو کر ذکر و فکر میں مصروف رہتا ہے۔ نیز مصائب

کے باعث مضطرب نہیں ہوتا اور نہ مخلوقات کے سامنے اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں کا تذکرہ کرتا پھرتا ہے بلکہ راست بازی اختیار کر کے اپنی حاجات وضروریات اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کرتا ہے اور اس سے امانت کا خواستگار ہوتا ہے اور اس کے علاوہ جو ابتلاء بلندئ درجات ومقامات کے لیے ہو اُسکی علامت یہ ہے کہ مشیتِ الہٰی کے ساتھ موافقت پائی جائے۔ نفس ذکرِ الہٰی میں قرار و سکون پائے اور غیر اللہ سے اپنی توجہ منقطع کر کے بندہ اپنے تمام حواس کے ساتھ فنا فی الذات ہو جائے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، ابتلار کی یہ حالت انبیاء اور برگزیدہ اولیأ اللہ کے ساتھ خاص ہے اور وہی لوگ اس کے تقاضے بجالا سکتے ہیں جنہیں خصوصیت سے تائید ونصرت الہٰی ارزانی فرمائی جائے۔ ہر کس وناکس ایسے ابتلا کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

پس اس ضمن میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اصحاب عُسر مصائب ونوائب میں مُبتلا ہو کر اپنے پروردگار کے خلاف شکوہ شکایت نہ کریں، بلکہ یقین محکم سے اُس پر کامل توکل رکھیں اور اصحابِ یُسر دولت وثروت میں غفلت وسرکشی، ظلم و عدوان اور فسق وفجور اختیار نہ کریں، بلکہ کفرانِ نعمت کی بجائے ذکر وطاعت اور حمد وشکر پر عمل پیرا ہوں۔"



مقالہ نمبر ۴۶

حدیثِ قدسی

"جس کو میرے ذکر نے سوال سے باز رکھا"

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"اللہ تعالےٰ ایک حدیثِ قدسی کے ذریعہ ارشاد فرماتا ہے "جس شخص کو میرے ذکر نے مخلوقات کے سامنے سوال کرنے سے باز رکھا میں اُس شخص کو اُس سے بہت زیادہ عطا کرتا ہوں جتنا کہ میں سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی مومن کو اپنا محبوب و برگزیدہ بنانیکا ارادہ کرتا ہے تو اُسے مختلف احوال میں مبتلائے مصیبت کر کے آزماتا اور روحانی و باطنی ارتقاء عطا فرماتا ہے۔ مثلاً جب بندہ مصائب و آفات میں محصور ہوتا ہے تو عقیدہ و امتزاج کی ابتدائی خامیوں کے باعث اپنے حقیقی مشکل کشا اور قاضی الحاجات کے بجائے مخلوقات کی جانب رجوع کرتا ہے اور مختلف انداز میں لوگوں کے سامنے سائل ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ استمداد کا یہ طریقہ توحید اور منشائے فطرت کے خلاف ہے۔ لہٰذا بندہ کی مصیبت و پریشانی رفع نہیں ہوتی اور آخر کار مخلوقات سے منحرف اور بے زار ہو کر وہ اپنے خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے اور اُس کے ذکر اور حمد و ثنا میں محو ہو کر اُس سے اپنی حاجات عرض کرتا ہے

در آں حالیکہ غیر اللہ کا تصوّر بھی پاس پھٹکنے نہیں دیتا۔ توحید کی حقیقت و ماہیت پا لینے کے بعد اس درجہ پر اُس کا حافظ و ناصر اور معاون و مددگار اللہ تعالٰی ہوتا ہے۔ یہی ہیں قرآنِ حکیم میں اس آیہ شریفہ کے معنی "اے نبیؐ! فرما دیجئے کہ میرا مولا اور والی اللہ ہے جس نے قرآن نازل فرمایا اور وہ تمام صالحین کا متولی ہے"۔ اور اس وقت بندہ کی چشمِ باطن پر اس حدیثِ قدسی کا "جس شخص کو میرے ذکر نے مخلوقات کے سامنے سوال سے باز رکھا" مضمون بھی از رُوئے مشاہدہ مستحسن و درست ثابت ہوتا ہے۔

یہ وہ توحید کل اور حالتِ محویت فی الذات ہے جو اولیاء اور ابدال کا خاصہ ہے۔ یہاں بندہ کو تکوین یعنی خلقت و پیدائشِ اشیاء کی قوت عطا فرمائی جاتی ہے اور باذن الٰہی اُس کے حکم "کُن" سے عجائب و غرائب ظہور میں آتے ہیں اور وہ خلقِ خدا کا بھی ملجا و ماویٰ ہو جاتا ہے۔ اُسے انشراحِ صدر حاصل ہوتا ہے اور اُس کا ذکرِ خیر دونوں جہانوں میں بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی کی بعض کتابوں میں اُس کا ارشاد موجود ہے کہ "اے بنی آدمؑ! میں اللہ ہوں، میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ میں جس شئے کو کہہ دیتا ہوں کہ "ہو جا" وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ پس میری وحدانیت میں فنا ہو کر تو بھی جس شئے کو کہہ دیگا کہ ہو جا وہ میرے اِذن سے فوراً ہو جائے گی"۔

مقالہ نمبر ۴۷

قُربِ الٰہی کی ابتدا و انتہا

حضرت قُطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

" ایک بُوڑھے شخص نے خواب میں مجُھ سے سوال کیا، وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعے بندہ اللہ تعالےٰ سے قریب ہو جائے ؟

مَیں نے جواب دیا :

" قربِ الٰہی کے لیے ایک ابتداء ہے اور ایک انتہا۔ اس کی ابتداء ورع یعنی تقویٰ اور پرہیز گاری ہے اور اُس کی انتہا تسلیم و رضا اور توکل ہے "



مقالہ نمبر ۴۸

مدارِج عبادت

حضرت قُطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"مومن کو چاہیئے کہ فرائض، سُنتوں اور نفلوں کو اپنے اپنے درجہ پر رکھے اور بتدریج اُن کی تعمیل کرے۔ کسی بھی موضوع عبادت پر یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیئے کہ فرائض سے پہلے سُنتیں اور سُنتوں سے پہلے نوافل اختیار کئے جائیں۔ ہر مُسلمان سب سے پہلے فرائض ادا کرے اور جب اُن سے فارغ ہو تو سُنتیں ادا کرے اور سُنتوں سے فارغ ہو تو نوافل میں مشغول ہو۔ اور جب تک ایک شخص فرائض سے اچھی طرح فارغ نہ ہولے، سُنتوں میں مشغول ہونا جہالت و حماقت ہے اور سُنتیں ادا کرنے سے پہلے نوافل میں مصروف ہونا گمراہی ہے، جو بھی عبادت ان مدارج کی باقاعدہ تعمیل کے خلاف ہوگی، وہ درگاہِ خداوندی میں مردود و نامقبول ہوگی۔

اُس شخص کی مثال، جو فرائض سے پیشتر سُنتیں یا سنتوں سے پیشتر نوافل میں مشغول ہو، ایسی ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی ماتحت کو اپنے حضور طلب فرمائے اور وہ شخص بادشاہ کے حضور حاضر ہونے کی بجائے بادشاہ کے کسی وزیر کی خدمت میں جا کھڑا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں

مشغول ہو جائے اُس کی مثال اُس حاملہ عورت کی سی ہے، جس کی مُدتِ حمل ختم ہو چکی ہے اور نفاس کا وقت قریب آگیا ہو اور اس حالت میں وہ اسقاطِ حمل کردے۔ وہ صاحبِ حمل رہی اور نہ صاحبِ اولاد۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کسی نمازی کے نوافل کو قبول نہیں فرماتا جب تک وہ فرائض کو ادا نہ کرے۔ اور نمازی کی مثال ایک تاجر کی سی ہے کہ جبتک وہ راس المال نہیں رکھتا اُسے نفع نہیں مل سکتا۔ یہی کیفیت اُس شخص کی بھی ہے جو سُنتوں کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہو۔ حالانکہ فرائض اور سُنتوں کی موجودگی میں نوافل اتنی اہمیت نہیں رکھتے، وہ بہرکیف ایک اختیاری عمل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بندہ اُن کی ادائیگی کے لیے مامور و مکلّف نہیں ہے۔

اسی بنا پر روزہ اور زکوٰۃ کو قیاس کرلو، یعنی فرض روزے چھوڑ کر نفلی روزے اختیار کرنا جہالت و ضلالت ہوگی اور اسی طرح زکوٰۃ کی مکمل ادائیگی کئے بغیر جو قرض کی حیثیت رکھتی ہے، نفلی صورت میں عام صدقہ و خیرات کرتے پھرنا جہل و بددیانتی ہے اور اللہ کی درگاہ میں مردود و نا قبول ہے۔

پس مومن کو چاہیئے کہ فرائض کی اوّلیت و اہمیت کو کبھی فراموش نہ کرے اور محرماتِ شرعی سے پرہیز کرے اور اللہ کیساتھ مخلوقات میں سے کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ نیز مخلوقات کی خوشنودی اور لحاظ میں اوامر الٰہی کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے بطورِ اصول ارشاد فرمایا لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ یعنی مخلوقات میں سے کسی کی ایسی اطاعت و فرمانبرداری جائز نہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور عدول حکمی ہوتی ہو۔"

٭٭

مقالہ نمبر ۷۹

نیند اور اکلِ حرام کی مذمت

حضرت قطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے جاگنے اور آگاہی پر نیند کو ترجیح دی وہ دونوں جہانوں میں خسارہ پانے والا ہے کیونکہ نیند کو موت کی بہن قرار دیا گیا ہے اور نیند جب مناسب انداز سے زیادہ ہو تو وہ غفلت و سکر کی علامت ہے اور مومن کو ذکرِ الٰہی اور نیک اعمال سے باز رکھتی ہے۔ نیز نیند کی کثرت سے دل سخت اور تاریک ہو جاتا ہے، فطری روحانیت اُس سے زائل ہو جاتی ہے اور لغویات کی جانب میلان کرنے لگتا ہے۔ اس لیے نیند تو درکنار اونگھنے کو بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ وہ تمام سفلی نقائص سے مبّرا ہے اور اسی طرح فرشتوں پر بھی نیند حرام ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ سے قریب ہیں اور اسی طرح اہلِ جنّت سے جبکہ وہ بلند رُتبہ ہوں گے، نیند کو کوئی تعلّق نہ ہوگا۔

پس ایک مومن کے لیے ضرورت سے زیادہ نیند شقاوتِ قلب اور غفلت و معصیّت کا باعث ہے۔ اس کے برعکس جاگتے ہوئے ذکر و عبادت اور خدمتِ خلق اللہ اُس کے لیے دُنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود کا باعث ہے۔ پس جو شخص مناسب انداز سے زیادہ محض خواہشِ نفس سے سونے کا التزام کریگا، اُس سے ایسی نیکیاں اور ایسے ایسے اچھے کارنامے فوت ہو جائیں گے کہ پھر وہ کبھی اُن کی تلافی نہ کر سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء، صدیقین اور اولیاء اللہ

اپنی زندگی میں بہت کم سوئے ہیں اور بہت زیادہ جاگے ہیں اور جاگ کر ذکر و عبادت، تبلیغِ دین اور خدمتِ خلق اللہ سے ایسے بلند روحانی مراتب پا گئے ہیں کہ نیند سے ہرگز نہ پاسکتے تھے۔ جو شخص بیدار رہ کر ذکرِ الٰہی کا التزام کرتا ہے اُس کا قلب بھی ہمیشہ بیدار اور تابندہ رہ کر اُسے حیاتِ طیبہ سے متمتع کرتا ہے۔ بنابریں صحیح معنوں میں بیدار رہنے کے لیے حرام سے بھی احتراز کرو۔ کیونکہ حرام قلب و دماغ دونوں کو تاریک کر دیتا ہے اور جب قلب تاریک و زنگ آلود ہو جائے تو عبادت کی قبولیت بھی مشتبہ ہو جاتی ہے۔ پس حیاتِ قلب، معرفت اور ذکر و سرور کے لیے اکلِ حلال لازمی چیز ہے۔ حرام سراپا شر ہے، تو حلال سراپا خیر ہے اور اس سے مومن پر ذات، صفات کے اسرار واضح ہوتے ہیں۔

پھر امرِ الٰہی کے بغیر اکلِ حلال میں بھی اسراف سے کام لینا نیکی کے بجائے معصیت کی صُورت اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ اُس سے غفلت و سکر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور وہ زیادہ نیند لاتا ہے۔ ہاں اکلِ حلال بھی ہو تو اعتدال کے ساتھ ہو، تاکہ کسی صُورت میں بھی معصیت نہ ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا :۔

"اے میرے مومن بندو! میرا عطا کیا ہُوا رزقِ حلال کھاؤ اور پیؤ لیکن اسراف مت کرو۔"



مقالہ نمبر ۵

قربِ الٰہی کا حصُول

حضرت قُطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:۔" اللہ تعالےٰ سے تیرا تعلق اور معاملہ دو صُورتوں میں ہوسکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ تُو اللہ سے واصل و قریب ہو۔ دُوسرے یہ کہ تُو اللہ تعالےٰ سے غائب و بعید ہو، اگر تُو اللہ تعالےٰ سے بعید ہو، تو تجھ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ تُو اس سے قریب ہونے کے لیے مخلصانہ طور پر جدوجہد کرے اور اُن اسباب کی تحقیق کرے جو تجھے اپنے خالق و پروردگار سے بعید رکھے ہوئے ہیں۔

پس غفلت و سُستی سے کام نہ لے، بلکہ اللہ سے بعد و فصل رفع کرنے کے لیے اخلاص اور حُسنِ نیت کے ساتھ کوشش کر۔ قُربِ الٰہی پانے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ تُو نفسِ امّارہ کے اتباع سے احتراز کر اور محرمات و شہوانیات کو بالکل چھوڑ دے۔ دُوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور اپنے سابقہ گُناہوں پر نادم ہو اور صدقِ دل سے توبہ کر کے فرائض و اوامرِ الٰہی کی پیروی اختیار کر۔ ذکرِ الٰہی اور اتباعِ شریعت کے ساتھ ہی ساتھ اہل اللہ تعالےٰ کی صحبت بھی قربِ الٰہی کے حصول کے لیے نہایت مفید ہے۔ جب ریاضت اور مجاہدہ اور تزکیۂ باطن سے تجھے قربِ خداوندی حاصل ہو جائے گا، تو اُس وقت تُو جس چیز کی آرزو کرے گا وہ تجھے عطا فرمائی

جائے گی۔ اور تجھے رُوحانیت میں حکمتِ کبریٰ اور کرامتِ عظمیٰ حاصل ہوگی اور تو اُن واصل باللہ لوگوں میں سے ہو جائے گا۔ جس کو اللہ تعالےٰ کی بخشش و رضا اور عنایت نے کبھی رنجیدہ و افسردہ خاطر نہیں ہونے دیا۔ پس اپنے کسی حال پر مغرور نہ ہو اور آدابِ خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کر۔ ورنہ تیرے اعمال میں اُس ظلم و جہل کا احتمال ہے جس کا ذکر اللہ نے اس آیہ شریفہ میں فرمایا "ہم نے اپنی امانت یعنی دستورِ شریعت کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا۔ لیکن اُنہوں نے یہ بوجھ اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اُس سے خوفزدہ ہو گئے۔ لیکن انسان نے اُس امانت کو بے دھڑک اُٹھا لیا۔ بلاشُبہ انسان اپنے فرائض و ذمہ داریوں کی تعمیل نہ کرنے کی صُورت میں ظالم اور جاہل ہے"۔

پس چاہیئے کہ تُو نے خواہشاتِ نفسانی سے جن چیزوں کو رضائے الٰہی کے لیے چھوڑ دیا، اُن کی طرف دوبارہ مائل نہ ہو اور اُن سے اپنے قلب و دماغ کی حفاظت کر۔ نیز فنا فی اللہ ہو کر اوامرِ الٰہی کی اطاعتِ کاملہ اختیار کر۔ اللہ تعالےٰ کے علاوہ کائنات میں جو کچھ ہے اُس سے غافل و بے خبر ہو جا اور اپنی ضروریات و مطالبات میں اللہ کے سِوا اور کسی جانب رجوع نہ کر۔ نیز دُنیا کے مصائب و آلام کو بھی اللہ تعالےٰ کی جانب سے ایک تازیانۂ عبرت سمجھ، جس سے تیری تہذیب و تادیب مقصود ہے۔ کیونکہ جب بندہ میں اخلاصِ اور رجوع الی اللہ کا جذبہ ہو تو ہر واقعہ اور ہر حالت اُس کو اللہ تعالیٰ کے وصل و قرب میں نہایت معاون ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شُکر بجالاؤ، ناشکری نہ کرو"۔



مقالہ نمبر ۵۱

غیر اللہ سے منقطع ہونے کا اجر و ثواب

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :۔

"جو شخص اپنی ہستی کو ذکر و عبادت کے لیے وقف کرتے ہوئے مخلوقات سے اعراض کرے اور فنا فی اللہ ہو جائے تو اُسے دیگر مومنین سے دوہرا اجر و ثواب عطا فرمایا جائے گا۔ ایک تو خالصتاً رضائے الٰہی کے لیے دُنیا کو ترک کر دینے کے باعث اور دُوسرا خود کو ذکر و عبادت کے لیے وقف کر دینے کی وجہ سے۔ اُس حالت میں جبکہ وہ خود کو ذکر و عبادت کے لیے وقف کر چکا ہو، اس پر خدا کی نعمتیں اور عطیات بسیط کر دیئے جاتے ہیں اور وہ زمرۂ ابدال و اولیاء اللہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ پھر جب وہ عارف باللہ شخص قبول نعم اللہ من جانب اللہ کا حکم بجا لاتا ہے اور اپنے لیے امر الٰہی جاری ہونے کے سبب اُن نعمتوں سے مشغول و ملتمس ہوتا ہے اور ان میں دل چسپی و انہماک رکھتا ہے۔ بغیر اسکے کہ اُن میں غفلت و معصیت یا شرک کی صُورت میں آلودہ ہو، تو اُس کو ایسی دلچسپی و مشغولیت کے سبب بھی دوہرا ثواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اُس نے جذبۂ شکر گزاری سے اللہ کی نعمتوں کا استقبال کیا اور اُنھیں قبول کرنے میں غرور و تکبر نہیں برتا۔ نیز خوشنودی سے امر الٰہی کی بجا آوری کی

یہاں کسی کی طرف سے یہ اعتراض ممکن ہو سکتا ہے کہ جب ایسا شخص دنیا اور اُس کے اسباب کو کُلی طور پر ترک کر کے فنا فی اللہ ہو چکا اور اس بنا پر اُسے ابدال اور برگزیدہ اولیاء اللہ میں شمار کیا گیا تو پھر اموال و اسبابِ دنیوی کے ظہور پر وہ اُن میں خود منہمک کیوں ہو، حالانکہ یہ چیز اُس کے مزاج اور مذہب و مشرب کے خلاف ہے تو ہم اس کا جواب دے چکے ہیں کہ انما الاعمال بالنیات (یعنی تمام عمل نیتوں پر مبنی ہُوا کرتے ہیں) کے اصول پر اُس کا دنیوی نعمتوں میں دل چسپی لینا اور منہمک ہونا بھی امرِ الٰہی کے تحت استقبالِ نعمت اور شکرِ نعمت کے لیے ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "اگر تم میری نعمتوں کا شکر بجالاؤ گے، تو میں تمہیں زیادہ نعمتیں عطا کروں گا"۔ نیز فرمایا "اے پیغمبر! جو نعمتیں تجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حاصل ہوں، اُن کا اظہار کر اور اُن کا شکر بجالا"۔

پس یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو قبول کرنے اور اُن میں دل چسپی لینے یا اُنہیں استعمال کرنے سے جب کہ وہ شخص غفلت و معصیت میں بھی مُبتلا نہیں ہوتا، اُس شخص کی رُوحانی و باطنی عظمت اور عشق و عرفانِ الٰہی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اللہ تعالےٰ نے یہ محض اپنے فضل و کرم سے یہ اجر و ثواب اُس کو پہنچایا اور اپنے لُطف و احسان سے اُس کی پرورش فرمائی کیونکہ اُس نے رضائے الٰہی اور تعمیلِ اوامر کی خاطر نفس کی پیروی سے احترازکرتے ہُوئے خود کو ذکر و فکر کے لیے وقف کر دیا تھا۔ وہ اس حالت میں شیر خوار بچے کی طرح معصوم ہو چکا ہے، جیسے اپنے نفس کے تقاضوں سے کوئی تعلق نہیں اور جیسے خُدا کے فضل اور والدین کے ذریعے پہنچنے والے رزق سے نعمت و

طمانیت میں رکھا گیا ہے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے اُسے نفس کی اُلجھنوں سے آزاد کر دیا تو مخلوقات کے دلوں کو اُس کی طرف مائل اور مہربان فرمایا اور محبت و شفقت کو اُن کی محبت و شفقت میں ظاہر فرمایا۔ پھر ہر شخص اُس کے ساتھ احسان و مروت سے پیش آتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے رضامند ہونے کے باعث تمام مخلوقات اُس سے رضامند ہوتی ہے اور اُس کی خدمت اور مدد کرتی ہے۔

پس ہر اُس شخص کو یہ دوہرا اجر و ثواب عطا فرمایا جائے گا جو غیر اللہ سے منقطع ہو کر یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکرِ خداوندی میں منہمک ہو جاتا ہے اور ایسا بندہ دُنیا و عقبیٰ میں ہمہ وقت اللہ سے واصل و قریب ہے۔ اس سے ہر قسم کی تکلیف و اذیت دُور رکھی گئی ہے اور کائنات کی تمام چیزوں کو اُس کی خدمت کا حکم صادر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اُس کا معاون اور کفیل و مشکل کشا ہو چکا ہے۔ اس بنا پر کہ من کان للہ کان اللہ لہ۔ یعنی جو شخص اللہ تعالےٰ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرمایا" اے نبی! اللہ میرا مددگار ہے، جس نے اپنا مقدس کلام مجھ پر نازل فرمایا اور جو تمام صالحین کو محبوب رکھتا ہے۔"



مقالہ نمبر ۵۲

اولیاء اللہ کے ابتلاء کا سبب

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب و برگزیدہ بندوں کو مصائب و شدائد میں اس لیے مبتلا فرماتا ہے کہ وہ مخلوقات سے بیزار و برگشتہ ہو کر اس کی طرف زیادہ رجوع کریں اور اُس سے دُعائیں مانگیں۔ کیونکہ وہ اُن کی دُعاؤں اور عرضِ حاجات کو نہایت پسند فرماتا ہے اور اُنکے سوالات کی قبولیت و اجابت کو دوست رکھتا ہے تاکہ اپنے جود و کرم کو انتہائی وسعت و فیاضی کیساتھ اُن پر صرف فرمائے۔ جب ایسے برگزیدہ اولیاء اللہ تعالےٰ کے حضور عرضِ حاجات کرتے ہیں تو خود اللہ تعالےٰ کا جود و کرم بھی اللہ سے اجابت و قبولیتِ دُعا کا تقاضا کرتا ہے۔ چنانچہ دُعا قبول ہو جاتی ہے لیکن بعض اوقات عدمِ قبولیت کے باعث نہیں بلکہ کسی مصلحتِ الٰہی کے تحت اُسکی تعمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے جو مومنین کے لیے اضطراب کی وجہ نہیں۔ پس ہونا یہ چاہیئے کہ بندہ مصائب کے دوران ذکرِ الٰہی کا التزام کرے اور اوامر و نواہی کی پیروی اختیار کرے اور اپنی حاجات و ضروریات اللہ تعالیٰ کے حضور پے در پے عرض کرے، کیونکہ اُسی نے ارشاد فرمایا" ادعونی استجب لکم" تم میرے حضور اپنی حاجات و ضروریات عرض کرو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا" نیز بندہ مصیبت و اذیت کے زمانہ میں عجز و تضرع اور خشوع و خضوع کو ہرگز نہ چھوڑے اور اس پر مداومت کرے کیونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا، بعض اوقات اللہ تعالیٰ مصائب و شدائد ہی کے ذریعہ مومن سے متواتر دُعائیں کرانا چاہتا ہے اور غفلت و مصیبت کو اُس سے دُور کر کے اسے اپنا مقرب و پسندیدہ بنانا چاہتا ہے۔

مقالہ نمبر ۵۳

رضائے الٰہی کا مطالبہ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالےٰ سے اُسکی رضا طلب کرو، اور اُس کی خوشنودی کے لیے نفسِ امّارہ کی خواہشات کے اتباع سے کنارہ کش ہوجاؤ۔ جو شخص رضائے الٰہی میں فنا ہوا حقیقی بقاء اُسی نے پائی۔ اپنی خواہشات اور اپنے ارادوں کو رضائے الٰہی کے تابع کرنا ہی دُنیا میں" راحتِ کُبریٰ اور جنتِ عالیہ ہے اور یہی قربِ الٰہی پانے کا سب سے پہلا اور بہتر ذریعہ ہے۔ پھر جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا ہُوا اور اپنی خواہشات اُس کے اوامر کی تعمیل کے لیے چھوڑ دیں۔ اُس پر دُنیا و عقبیٰ میں ہر قسم کا عذاب حرام ہوگیا۔ نیز جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا معاملہ کرتا ہو اور اُسکی رضا چاہے اُسے یہ بھی لازم ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی مشیّت کے تحت جو نعمتیں اور جو رزق اُسے عطا فرماتا ہے اُس پر شکر گزار ہو اور دیگر خلقِ خدا کے حقوق ہرگز غصب نہ کرے اور نہ کسی قسم کے ظلم یا بددیانتی سے اُن کا وہ رزق اور وہ چیزیں چھیننے کی کوشش کرے جو اُن کے مقدر میں ہیں اور جو اللہ تعالےٰ اُنہیں عطا فرمانا چاہتا ہے۔ کیونکہ حقوق العباد کا کسی طرح بھی غصب کرنا مشیّتِ الٰہی میں دخل دینا ہے اور صریحًا شرک ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناقابلِ عفو ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "ایک دوسرے کے اموال و

املاک اور جائداد کو باطل ذرائع سے غصب مت کرو۔"

یہ واضح اور بنیادی اصول ہے جس کے پیشِ نظر ہر ممکن بددیانتی کی تردید ہو جاتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے والے کو چاہیئے کہ وہ ذکر و عبادات میں اخلاص کو اس کی مکمل صورت میں اختیار کریں۔ اخلاص صرف یہی نہیں کہ جملہ عبادات میں ریاکاری سے اجتناب کیا جائے اور ہر عبادت رضائے الٰہی کے لیے ہو، بلکہ اخلاق کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ کوئی عبادت بھی، خواہ وہ فرائض کی حیثیت رکھتی ہو یا نوافل کی، بجالاتے وقت اللہ تعالےٰ سے اجر و ثواب یا معاوضہ کی خواہش نہ رکھے، بلکہ عبادت کا مقصد صرف رضائے الٰہی اور اطاعتِ احکامِ الٰہی ہو۔

جن اہلِ اللہ اور اولیاء و صوفیا نے توحید کی حقیقت و ماہیّت کو پا لیا ہے، وہ ہر ایسی عبادت کو شرک سمجھتے ہیں، جو اللہ تعالےٰ سے معاوضہ اور اجر کی نیّت کے ساتھ بجالائی جائے۔ ذکر و عبادت اور اتباعِ احکام کے لیے اجر و ثواب عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور بذل و عطا کا تقاضا ہے ہمیں ایسی نیّت نہیں کرنی چاہیئے۔ ورنہ توحید کی نفی ہو گی۔ تمام عبادات اللہ کی جانب سے ہیں اور اگر ہم وہ عبادات بجالاتے ہیں اور اُس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں، تو وہ بھی سراسر اُسی کی توفیق اور تائید و نصرت سے تعمیلِ اوامر کے لیے جو صحت و قوت اور ہمت و توفیق درکار ہے، وہ بھی تو اُسی کی عطا کردہ ہے۔

پس عبادات کے لیے اجر و جزاء طلب کرنے سے بہتر یہ ہے کہ بندہ زیادہ

سے زیادہ حمد و شکر بجالائے تاکہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے نعمتوں میں اضافہ ہو اور دُنیا و عقبیٰ میں سعادت و برکت کا موجب ہوں۔

پس اگر تُو رضائے الٰہی کا خواستگار ہے اور اللہ تعالےٰ کا مغضوب و معتوب نہیں ہونا چاہتا تو لوگوں کے قدرتی حقوق کو کسی بھی ذریعہ سے غصب مت کر، کیونکہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے دیئے رزق پر شکر گزار نہ ہوتے ہوئے دوسروں کے حقوق ظلم و تعدّی سے غصب کرتے ہیں۔ وہ دونوں جہاں میں ذلّت و خسارہ پانے والے ہیں۔ نیز ایسے غاصب لوگوں کی وہ تمام نیکیاں جو اُنہوں نے کی ہوں گی بالکل ضائع کر دی جائیں گی۔ یہ بدترین مخلوق ہیں اور حسبِ کلام اللہ انہی کو ظالم و جاہل قرار دیا گیا ہے۔ جو عقل و بصیرت سے بالکل عاری ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر رضامند رہے۔ اُس کا شُکر بجالائے اور دیگر خلقِ خدا کے حقوق ناجائز طور پر غصب نہ کرے تو یقیناً حسبِ آیہ شریفہ لئن شکرتم لأزیدنّکم، اُن کے رزق میں بہت اضافہ کیا جاتا اور اُن کی مُرادیں قبول کی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اُن لوگوں میں سے کر دے جنہوں نے ذکر و اطاعت سے رضائے الٰہی کا مطالبہ کیا۔ اللہ تعالےٰ کے عطا کردہ رزق پر شکر گزار ہوئے اور حسبِ شریعت اپنے حفظِ حال کے لیے اللہ کی توفیق و نصرت کے خواستگار ہوئے۔



مقالہ نمبر ۵۴

زہد و تقویٰ کی تشریح و توضیح

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص عقبیٰ میں اپنی فلاح و بہبود چاہتا ہو اُسے چاہیئے کہ نفس اور اسبابِ دنیوی کی پرستش چھوڑ دے اور اسی طرح جو شخص اللہ تعالےٰ کی رضا چاہتا ہو، اُسے چاہیئے کہ عقبیٰ کی خواہشات یعنی اپنے نیک اعمال کی جزا کا تصور چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ توحید کے منافی ہے۔ جس سے اخلاص پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ بالفاظِ دیگر جب تک کسی شخص کے دل میں شہوات و لذاتِ دُنیوی کی ہوس موجود ہے، وہ اپنی عاقبت کو نہیں سنوار سکتا اور جب تک کوئی شخص عاقبت میں لذاتِ نفسانی مثلاً بہشت و مافیہا کا خواہشمند ہے وہ خالصتاً دیدار و رضائے الٰہی کا طلبگار نہیں ہے۔ بنابریں ایسے شخص نے ابھی زہد و تقویٰ کی حقیقت و ماہیت نہیں پائی اور اُس کے تقاضوں سے ناآشنا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اشیائے دنیوی بہرکیف ہوس و خواہشِ نفس سے متعلق ہیں۔ اور نفس شرک کے رجحانات پیدا کرتا ہے۔ پس مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنی رغبت و محویت اور انس و محبت کو فقط رضائے خداوندی کے لیے وقف کرے اور نفس کی ایسی ترغیبات سے احتراز کرے جو انسان کو غفلت اور شرک کی طرف لے جانے والی ہیں۔ اس طرح نفس کی تمام ترغیبات کا مقاطعہ اور لذاتِ سفلی سے کنارہ کشی کرے، پھر ہی ایک شخص کا زہد و تقویٰ مکمل طور پر پختہ و معتبر ہو سکتا ہے اور وہ درگاہ خداوندی میں عزت و قبولیت کا رتبہ پا سکتا ہے۔

جب ایک شخص زُہد میں پختہ ہو جائے گا تو پھر اُسے حقیقی معنوں میں اطمینانِ قلب حاصل ہو گا۔ اُس کے تمام مصائب و آلام رفع ہو جائیں گے اور اللہ کی بے پایاں نعمتیں اس پر کشادہ کر دی جائیں گی۔ جیسا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "زہد دُنیا میں مومن کے قلب کو سکون و اطمینان اور جسم کو راحت دیتا ہے۔ پس یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب تک کسی شخص کے دل پر غیر اللہ کا غلبہ رہے گا وہ حقیقی خوشی اور طمانینت نہیں پا سکتا اسی طرح نفسِ انسانی کے کثیف حجاب بھی اُس وقت تک نہیں اُتر سکتے جب تک کہ وہ مکمل طور پر قطع خلائقِ دینوی نہ کرے۔ پس مومن کو چاہیئے کہ زہد فی الدنیا کی تکمیل کے بعد زہد فی الآخرت اختیار کرے اور اُسکی تفصیل یہ ہے کہ اپنے زہد و تقویٰ اور ذکر و عبادت کے عوض عقبیٰ میں جنّت اور اُسمیں ذکر کی گئی کسی بھی چیز کا خواہشمند نہ ہو۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اُس کی عبادت خالصتاً رضائے الٰہی کے لیے نہیں، بلکہ حُور و غلمان وغیرہ کے لیے ہو گی۔ جب مومن زہد فی الآخرت اختیار کریگا تو اللہ تعالےٰ خود ہی اُسے بڑے بڑے عطیات اور نعمتیں عطا فرمانے کے علاوہ اُسے اپنا محبوب و مقرب بندہ بنا لے گا اور اُس پر بے بہا لُطف و کرم فرمائیگا۔ جسطرح کہ انبیاء اولیاء اور عارفین کے ساتھ اُسکی سُنت و عادتِ جاری ہے۔ پس زہد فی الدنیا اور زہد فی الآخرت کی برکت سے بندہ ظاہری و باطنی ہر دو لحاظ سے عروج و برکت پاتا رہیگا اور اُسے دُنیا و عقبیٰ میں ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی جائیں گی، جنہیں حسبِ ارشادِ نبویؐ نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اُن کا وہم و گمان گزرا اور وہ ایسی ربانی اور الٰہی نعمتیں ہیں، جن کے سمجھنے سے انسانی عقلیں قاصر ہیں اور جن کی تشریح و اظہار عبارات میں ناممکن ہے۔"

مقالہ نمبر ۵۵

تکمیلِ ولایت

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "میں تمہیں لذاتِ نفسانی کو ترک کرنے کے مختلف مدارج بتاتا ہوں اور یہ بھی واضح کرتا ہوں کہ ہوا و ہوس اور نفسِ امارہ کی پیروی سے مجتنب رہنے پر تکمیلِ ولایت کیونکر ہوتی ہے۔ نفس کی اُلجھنوں اور پابندیوں سے نجات کے لیے شروع میں انسان خود انتہائی جدوجہد اور قوتِ ارادی سے کام لیتا ہے اور چونکہ لذّات و خواہشاتِ نفسانی سے اُس کا مزاج مانوس اور عادی ہو چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا عادات کی بیخ کنی کے لیے اُسے نہایت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے لیکن چونکہ اُس کی نیت اور مقصد مبارک ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے خاص تائید و توفیق سے اُس کی نصرت و اعانت فرماتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ "یعنی جو لوگ ہمارے وصل اور ہماری رضا جوئی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، ہم اُنہیں اپنا راستہ (صراطِ مستقیم) ضرور دکھاتے ہیں۔ خود رہنمائی فرمانے کے علاوہ اللہ تعالےٰ نفسِ امّارہ کی اُلجھنوں سے نجات پانے والوں کو اپنے بعض اولیاء اور برگزیدہ بندوں کی صحبت بھی نصیب کرتا ہے۔ جسکے ذریعے نہایت مؤثر طور پر اُن کا روحانی و باطنی تزکیہ ہوتا رہتا ہے۔ پھر ایسا بندۂ مومن اپنے نفس سے فانی اور ذاتِ الٰہی کے ساتھ باقی و جاودانی ہو جاتا ہے۔ وہ تمام حرام و مشتبہ چیزوں سے احتراز کرتے ہوئے جملہ ضروریاتِ زندگی میں حلال و مباح چیزوں

کو اختیار کرتا ہے، جس سے اُس کے ذکر و عبادت کی قبولیت میں بھی کوئی شُبہ نہیں رہتا۔ اس طرح شہواتِ نفسانی کی پیروی سے اجتناب کرنے، محرمات سے محفوظ رہنے اور اللہ تعالےٰ کی حلال و جائز کردہ چیزوں کو استعمال کر کے ذکر و عبادت میں منہمک رہنے کی برکت سے وہ آستانِ ولایت تک پہنچ جاتا ہے اور اُسے اہلِ ہمت و عزیمت اولیاء اللہ اور خواص کے زمرہ میں داخل کیا جاتا ہے جہاں وہ اپنے باطن میں اللہ کی جانب سے یہ آواز سنتا ہے کہ "جب تو نے رضائے الہیٰ نفسانی اور دنیوی خواہشات کو چھوڑا، تو عقبیٰ کے متعلق بھی اپنی خواہشات کو چھوڑ دے اور اخلاص و توحید کے اتمام کے لیے تمام کائنات سے اور اپنی تمام خواہشات سے احتراز کر اور اُس کے ساتھ ہر قسم کے شرکیہ و بدعیہ تصورات و رجحانات سے کنارہ کش ہو کر فنا فی التوحید ہو جا۔ پھر خاموشی اور ادب کے ساتھ ہماری بساطِ قرب اور مقامِ صدق میں داخل ہو جا۔ جہاں تیرے لیے دائمی مسرت و طمانیت ہے جس میں کوئی غم و تشویش خلل انداز نہیں۔

پس تُو اپنے خالق و پروردگار کی رضا اور خوشنودی کے لیے تمام مخلوقات اور لذات سے روگردانی اختیار کر۔ ایک مخلص و موحد شخص کو جب یہ مرتبہ مل جائے تو اُس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے علوم و معارف منکشف کیئے جائیں گے۔ انواع فضل و کرم کے انوار اُسے ڈھانپ لیں گے اور غیب سے خلعتِ الہیٰ اُسے پہنایا جائیگا۔ پھر اُسے تلقین کی جائیگی کہ اللہ تعالےٰ کی ان خاص نعمتوں اور عطیات کا ہر وقت شکر بجالا کیونکہ ان کی ناقدری کرنا اُن کے عطا فرمانے والے رازق کی توہین کرنا ہے۔ اُس وقت بندہ ذکر و شکر کی افراط کے باعث اپنے ارادہ کے بغیر بھی اللہ تعالےٰ کی رضا، فضل و کرم اور قُربِ خاص سے واصل و محفوظ ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ کی نعمتوں اور عطیات

کو قبول کرنے کی بھی مختلف حالتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بندہ محض اپنی ہوس اور خواہش سے اُنہیں قبول کرے اور یہ مکروہ و ناجائز ہے۔ دُوسری صورت یہ ہے کہ اُنہیں حکمِ شریعت، ایمائے غیبی اور حکمِ باطن کے ساتھ قبول کرے۔ یہ ترکِ ہوائے نفس اور ولایت کا رُتبہ ہے پھر اس سے بھی بلند و ارفع طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی تمام نعمتوں اور عطیات کو اپنی خواہش و ارادہ قطعی نفی اور مشیّتِ الٰہی کی موافقت سے قبول کرے۔ یہ مُرید سے مُراد ہو جانے، ابدالیت کو حاصل کر لینے اور فعلِ خداوندی کی کامل مطاعت ہے جو ولایت کی انتہا ہے۔ پس جو شخص اس رُتبۂ ابدالیت کو پالے حقیقت میں خطابِ صالح کا مستحق وہی ہے اور یہی معنی ہیں اس ارشادِ الٰہی کے کہ "اے نبی! فرمائیے کہ میرا محافظ و معاون وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے اپنا کلامِ مقدّس مجھ پر نازل فرمایا اور تمام صالحین کا متولّی ہے"۔ اس بنا پر متقی اور صالح وہ شخص ہے جو اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی کی مکمل اطاعت کرتا ہے اور محرمات اور مشتبہات سے پرہیز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ایسے شخص کی امداد و اعانت اور حفاظت و پرورش کا ذمّہ دار ہوتا ہے۔ ایسا شخص قبض و بسط کی قدرتی کیفیات اور حالات کے نشیب و فراز کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے مشیّتِ الٰہی کے تحت ہمیشہ خوش و خُرم رہتا ہے اور افعالِ الٰہی کے ساتھ موافقت کرتا ہے۔ یہی وہ بلند ترین مقام ہے، جہاں اولیاء و ابدال کے احوالِ باطن منتہی ہوتے ہیں، جہاں ولایت تکمیل پاتی ہے اور جہاں بندہ پر ہر وقت انوار و برکات کا نزول ہوتا رہتا ہے۔



مقالہ نمبر ۵۶

باقی باللہ ہونے کا مطلب

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:۔ جب ایک بندۂ مومن مخلوقات اور خواہشاتِ نفسانی سے خواہ وہ دُنیا کے متعلق ہوں یا آخرت سے بالکل بے تعلق ہو کر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ واحد میں محو ہو جاتا ہے اور غیر اللہ کے تصورات اپنے قلب و دماغ سے نکال دیتا ہے تو وہ یقیناً فانی بغیر اللہ و باقی باللہ ہو جاتا ہے اور یہی توحید کی منتہا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ خود بھی نہایت مقرب و محبوب رکھتا ہے اور مخلوقات کے دل میں بھی اُس کی عزت و محبت کا سکہ جما دیتا ہے۔ وہ بندہ اللہ کے ذکر و حمد کو تمام چیزوں پر ترجیح دیتا ہے اور اس کے فضلِ عظیم سے صاحبِ نعمت و ثروت ہو جاتا ہے۔ اللہ کی جانب سے اُسے مژدہ سنایا جاتا ہے کہ ہم اپنی نعمتوں اور بخششوں کو ہمیشہ تیرے لیے وسیع رکھیں گے اور تیرے لیے رزق میں کشائش پیدا ہوتی رہے گی۔ نیز اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہمیشہ تیرے شاملِ حال رہے گا۔ اُس حالت میں بندہ اللہ تعالےٰ کی اطاعتِ کاملہ اختیار کرتا ہے اور اُسی کے ارادے کے ساتھ ارادہ اور اُسی کی تدبیر کے ساتھ تدبیر کرتا ہے اور وہی کچھ چاہتا ہے جو اللہ کی مشیت چاہتی ہے۔

اور بہمہ وجوہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ راضی رہتا ہے، وہ اللہ کے سوا غیر اللہ کے وجود کو نہ تو وجوداً دیکھتا ہے اور نہ فعلاً۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں اُس پر اس طرح بسیط کر دیتا ہے کہ اُسے کبھی اُن کا وہم و گمان بھی نہ ہُوا تھا۔ اس لیے کہ بندہ کے ذاتی ارادہ و خواہش کے زائل ہوتے ہی ارادۂ الٰہی نے اپنے غیبی معجزات دکھانا شروع کیۓ اور اس پر تعمیلِ توحید کی برکات ظاہر ہونے لگیں اور اب وہ بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کا ارادہ بلکہ اُس کی مُراد بن گیا۔

اب ارادۂ خواہش کو بندہ کی ذات سے کوئی تعلق نہ رہا، بلکہ اُس کی مُراد

بن گیا۔ اب ارادۂ خواہش کو بندہ کی ذات سے کوئی تعلق نہ رہا، بلکہ اُنہیں سراسر ذاتِ خداوندی کی طرف منسوب کر دیا گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بالکل خیر ہے اور اس میں شر کو کسی قسم کا دخل نہیں لہٰذا وہ ہر لمحہ اپنے اندر اوج و ارتقاء کی شان رکھتا ہے اور بندہ کے ظاہری اور باطنی احوال، عروج و بلندی پاتے چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو مخاطب کر کے فرمایا "ہم کسی آیت سے جو کچھ بھی منسوخ یا فراموش کرا دیتے ہیں، تو پھر ہم اس آیت کی مثل یا اُس سے بھی بہتر آپ کے پاس لے آتے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی معنوی اور روحانی عروج کا یہ رُتبہ اس لیے عطا فرمایا گیا تھا کہ آپ ذاتی ارادہ و خواہش سے پاک کیۓ گئے تھے اور خود کو ہر لحاظ سے مشیتِ الٰہی کا تابع کیۓ ہُوئے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب و

مقرب ہی نہ تھے۔ بلکہ رُتبۂ مُراد کو پائے ہوُئے تھے، جو فنا فی اللہ ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ آیات سے ثابت ہوُا کہ آپ کے افعال درحقیقت اللہ کے افعال ہوُا کرتے تھے اور جو صحابہ حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے، وہ درحقیقت اللہ تعالےٰ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ متعدد معجزات اور خوارق عادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے اور ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے اُن معجزات کو حضورؐ کے روحانی عروج و تقدّس کا قدرتی نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرمایا "کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔ یعنی آپؐ کے ارشادات اور اعضا و جوارح سے تقدیراتِ الٰہی کا ظہور ہوتا ہے، اگرچہ کفار اور منافقین اُن کو دیکھ کر کتنے ہی متعجب کیوں نہ ہوں۔

پس حقیقت اور حکمتِ دین کے ہر متلاشی کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک ولی کے روحانی و باطنی عوامل کی انتہا ایک نبی کے روحانی و باطنی عوامل کی ابتداء ہے اور ولایت و ابدالیّت کے انتہائی رُتبہ کے بعد نبوّت کے سِوا کوئی رُتبہ نہیں ہے۔

پس ہر اُس شخص کو جو اپنے باطن کا تزکیہ چاہتا ہو اور نفسِ امّارہ کے شرور سے نجات کا متمنّی ہو، ایسے لوگوں کی صُحبت اختیار کرنی چاہیئے جو فانی بغیر اللہ اور باقی باللہ ہو چُکے ہیں۔ کیونکہ حیاتِ ابدی کا راز یہی ہے۔

مقالہ نمبر ۵

احوالِ اولیاء میں قبض و بسط کی وضاحت

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "اولیاء اللہ کو اپنے احوالِ باطن میں کبھی قبض سے واسطہ پڑتا ہے اور کبھی بسط سے۔ اصطلاحِ تصوّف میں قبض اُس باطنی کیفیت کو کہتے ہیں جو روحانی حجاب و غفلت کا اثر رکھتی ہے اور جس کے دوران کشف و مشاہدہ کی لذت معدوم ہو کر قلبِ مومن پر کثافت و انقباض کی حالت طاری ہو جاتی ہے جو روحانی اور ذہنی طور پر انتہائی پریشانی اور درد و کرب پیدا کرتی ہے لیکن چونکہ اس کیفیت کا لازمی نتیجہ و مفاد بسط و کشاد کی کیفیت ہے جو قبض کی رموز واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا اولیاء اللہ قبض کے ناگوار اور درد انگیز تاثرات کو خوشی سے برداشت کر لیا کرتے ہیں۔ پس قبض کی کیفیت اثر و نتیجہ کے لحاظ سے بہر کیف ارتقائے روحانی اور بیش از بیش سکون و اطمینان کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا اُس سے مکمل استفادہ کی تلقین کی گئی ہے۔ بنا بریں مشیتِ ایزدی کیساتھ موافقت کرنا بھی تمام کا تمام بسط ہے۔ پس ولی کیلئے لازم ہے کہ وہ امورِ تقدیریہ میں کسی قسم کا جھگڑا نہ کرے اور عواملِ قبض و بسط کے تحت حالات کے تغیرات سے موافقت کرے۔ اس لیے کہ واقعات و حالات کی تمام حکمتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو عالم الغیب ہے اور جس کے افعال اور تقدیرات کی کوئی انتہا نہیں۔ اس ضمن میں یہ رمز بھی یاد رہے کہ ایک بندۂ مومن حظوظ و لذاتِ نفس سے جس قدر اجتناب کریگا اور خواہشاتِ سفلی سے جسقدر

محترز ہو گا۔ اُسی تیزی کے ساتھ حالتِ قبض سے نجات پاتے ہوئے حالتِ بسط حاصل کرتا چلا جائے گا۔ اس لیے کہ کیفیتِ بسط کا حصول سراسر منحصر ہے نفسِ امّارہ کی اُلجھنوں سے خلاصی پانے پر جب ایک ولی کا باطن حظِ نفس سے بالکل پاک ہو گیا اور اُس میں اپنے خالق و پروردگار کے سِوا کچھ باقی نہ رہا تو بسط بھی اپنے مکمل روحانی و سرمدی کوائف کے ساتھ جلوہ گر ہو گا۔ پھر اُس برگزیدہ بندے کو اللہ تعالےٰ کیفیّتِ بسط سے متمتع کرتے ہوئے اُس سے کرامات اور خوارق عادات ظاہر فرمائیگا۔ پس خواہشاتِ سفلی اور حظوظ نفس سے خلاصی پانا ہی قبض کے بعد بسط کی علامت ہے اور حصولِ بسط کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ وہ رُتبہ ہے جہاں عرضِ حاجات کے لیے بندہ کی طرف سے خُدا کے حضور سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ بلکہ خطاب و کلام کے بغیر اللہ تعالیٰ خود ہی بندہ کی مُشکل کشائی اور حاجت روائی فرماتا ہے۔ اگر یہاں یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ کلام اور عقیدہ زوال تکلیف شرعی پر دُعا و التجا کے فقدان پر اور زندقہ یعنی خروج از شریعت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا رد کرتا ہے کہ اے پیغمبر! اپنی تمام زندگی آخری دم تک اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر و دُعا میں مصروف رہ تو ہم حسبِ شریعت اس اعتراض کا جواب یہ دینگے کہ جب ایک ولی اللہ نفسِ امّارہ کی پیروی سے کُلّی طور پر نجات پاتے ہوئے بہمہ وجوہ رضائے الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے تو وہ بذاتِ خود قضائے الٰہی یعنی مشیتِ خداوندی بن جاتا ہے اور اسکی گفتار و التجا کے بغیر بھی محض اُسکے ارادہ اور نیّت و توجّہ کے تحت عجائب و غرائب ظہور میں آتے ہیں اور اسکے احکام کائنات میں مبہم و نامعلوم طور پر جاری ہوتے ہیں۔ یہی وہ رُتبہ ہے جہاں حسبِ حدیثِ قدسی اللہ تعالیٰ اُسکے کان بن جاتا ہے جس سے وہ

سُنتا، اُس کی آنکھیں بن جاتا جن سے وہ دیکھتا ہے اور اُسکی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے۔ اللہ کو اپنا ولی بہت پیارا ہے اور اللہ کی شانِ کرم یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے ولی کو گفتار و کردار کے لحاظ سے کسی گمراہی یا تباہی کے راستہ پر ڈالے، بلکہ اللہ تعالیٰ اُسکے ظاہر و باطن کی حفاظت فرماتا ہے اور اُسکی سلامتی کیلئے حدودِ شرعیہ کی حفاظت و متابعت کی اُسے توفیق عطا فرماتا ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اوامرِ الٰہی کی اطاعت اور نواہی سے پرہیز اُسکے احوال کی سلامتی کے ضامن ہوتے ہیں اور اُس کے لیے بسط و کشاد کے فوائد کو مستقل کرتے ہیں اور اس طرح وہ اللہ کا ولی قربِ خداوندی میں فائز المرام ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا" اور اسی طرح ہم نے اپنی حفاظت و اعانت سے یوسف ؑ کو گمراہی و بدکاری سے محفوظ رکھا۔ بلاشبہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں" نیز فرمایا" اے ابلیس میرے مخلص اور برگزیدہ بندوں پر تو ہرگز غلبہ نہیں پاسکے گا کیونکہ وہ میری توحید کو قلب و روح میں اپنائے ہوئے ہوں گے" نیز ایک اور جگہ آنحضرت ؐ کو خطاب کر کے فرمایا" میرے مخلص بندوں کو شیطان کبھی گمراہ نہیں کر سکے گا کیونکہ میں خود اُن کی حفاظت کروں گا۔ پس حسبِ کلام اللہ اور حسبِ حدیثِ نبویؐ ایک ولی کا اللہ تعالےٰ خود ہی محافظ و مددگار ہوا کرتا ہے اور قرب و لطفِ خاص سے اسکی نگہداشت اور پرورش فرماتا ہے۔ پھر شیطان کا اس پر کیوں اثر ہونے لگا اور محرمات و مکروہاتِ شریعت میں وہ کیوں مبتلا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مومنین کو اپنے اوامر کی تعمیل کی توفیق عطا فرمائے نواہی سے محفوظ رکھے اور اُن لوگوں کی صحبت کے روحانی و باطنی تاثرات سے متمتع فرمائے جو قبض کی روح فرسا اذیتوں سے نجات پاکر بسط و کشاد سے محظوظ ہو رہے ہیں۔ کیونکہ تمام ذکر و عبادت کی انتہا بھی تزکیۂ روح سکونِ قلب اور بسط کی جاودانی لذات ہیں۔

مقالہ نمبر ۵۸

اپنی نگاہ کو ہستی باری تعالےٰ پر مرتکز کر

حضرت قطبِ ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا :۔

"اپنی ظاہری اور باطنی آنکھوں کو غیر اللہ سے ہٹا کر صرف ہستی باری تعالےٰ پر مرتکز کر دے۔ مخلوقات کو نہ دیکھ بلکہ خالق و پروردگار کو دیکھ اور اگر مخلوقات کا مشاہدہ کرنا بھی ہے تو تیری نظر کا منتہا اُس مخلوقات کا خالق و صانع ہونا چاہیئے تاکہ اُس کی عظمت اور صنعت کا عرفان حاصل کر سکے اور اُس کی توحید کو سمجھے۔ اسی طرح میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اس کائنات کی جسامت یعنی سمتوں میں بھی نہ دیکھ، بلکہ اُس غیر فانی اور ابدی ہستی کا مشاہدہ کر جو زمان و مکان اور حیات کی قیود سے بالکل آزاد و بالاتر ہے۔

پس جب تک تیری نظر محض مخلوقات میں اُلجھی رہے گی، تجھ پر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے اسرار منکشف نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا تُو ایک جہت توحید کی خاطر دیگر تمام جہتوں سے روگردانی اختیار کر۔ اُس وقت تیری چشمِ قلب پر اللہ تعالےٰ کے فضلِ عظیم کی جہت کُھل جائے گی اور تُو ازلی و ابدی حقائق کو نورِ ایمان کی روشنی میں اپنے سامنے واضح پائیگا۔ پھر تیرے باطن سے نورِ

توحید تیرے ظاہر پر بھی پر تو فگن ہو گا اور تیرے اعضاء و جوارح سے کرامات کا ظہور ہو گا۔ لیکن اللہ تعالےٰ پر ایک دفعہ نگاہ و توجّہ کو مرتکز کر دینے کے بعد اگر تو پھر غیر اللہ اور مخلوقات کو اپنی نگاہ و توجّہ کا مرکز بنائے گا تو شرک کا مرتکب ہو گا۔ تیری چشمِ قلب پر حجاب پڑنے لگیں گے جس کے نتیجہ میں تو قبض کی کیفیّت میں مُبتلا ہو گا۔ یہ عقوبت ہو گی شرک کی اور غیر اللہ میں مشغول و منہمک ہونے کی۔

پھر جب تُو اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں یکتا جانتے ہُوئے اپنے عشق و توجّہ کا مرکز اُسی کو قرار دے گا۔ اُس کے فضل و کرم پر نظر رکھے گا۔ اور اپنی اُمیدیں اور توقعات اُسی سے وابستہ کرے گا اور اپنے آپ کو اللہ کے ماسوا سے بے گانہ و نا آشنا بنا لے گا۔ تو اللہ تعالےٰ تجھے اپنے نزدیک تر کرے گا اور تجھے مقامِ صدق میں جگہ دے گا۔ پھر وہ اپنی گوناگوں نعمتیں تجھ پر وسیع و بسیط کر دیگا۔ ہر مُشکل میں تیری امداد و اعانت فرمائے گا اور ہمیشہ تیرا حافظ و ناصر ہو گا۔

پس اللہ تعالےٰ کی ذات پر اپنی نگاہ و توجّہ کو مرتکز کرنے کے بعد تو فانی غیر اللہ اور باقی باللہ ہو جائے گا۔ جو مومن کی حیاتِ طیبّہ کا انتہائی مقصود ہے۔



مقالہ نمبر ۵۹

صبر و شکر کی تاکید

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :" انسانی زندگی میں دو مختلف قسم کے حالات پیش آتے رہتے ہیں۔ یا تو انسان مصائب و آلام میں مبتلا ہوتا ہے یا راحت و آسائش میں بسر اوقات کرتا ہے اور حالاتِ زمانہ کے تغیرات سے یہ کیفیات رونما ہوتی رہتی ہیں۔ پس ہر مومن کو کلام اللہ اور احادیثِ نبویؐ میں تاکید کی گئی ہے کہ وہ مصائب و آلام کی حالت میں صبر و توکل کو اپنا دستور بنائے اور اللہ پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے اُس سے اپنی مشکل کشائی چاہے۔ بہر حال صبر و رضا کے ساتھ مصائب میں اللہ تعالےٰ سے استعانت کرے اُسکے خلاف شکوہ و شکایت نہ کرے اور نہ مخلوقات کے سامنے جگہ جگہ عرض حاجات کرتا پھرے اور اگر راحت و آسائش کی حالت ہے تو ایسی حالت میں تجھے اللہ تعالیٰ حکماً فرماتا ہے کہ ہر وقت میرا شکر بجالاتا رہ اور میری ناشکری ہر گز نہ کر۔ شکرِ نعمت صرف زبان ہی تک محدود نہیں ہونا چاہیئے بلکہ شکرِ نعمت دل اور اعضاو جوارح سے بھی ادا ہونا چاہیئے دل سے شکرِ نعمت یہ ہے کہ وہ غیر اللہ کے تصور و توجہ سے محترز رہ کر محوِ ذاتِ الٰہی رہے اور اپنی زبان خاموش سے ہمہ وقت حمد و شکر کے کلمات کا ورد رکھے پھر اعضاء کا شکریہ یہ ہے کہ مومن اُنہیں نواہی میں مُبتلا نہ ہونے دے اور اُن سے اللہ تعالیٰ کے اوامر و احکام کی تعمیل کرتا رہے اگرچہ مخلوقات میں رزق و نعمت کے ذرائع اور وسیلے موجود ہیں۔ لیکن چونکہ وہ تمام ذرائع

بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور وہ خالقِ کُل ہے۔ لہٰذا حقیقی شکر اُسی کی ذات کو پہنچتا ہے۔ جیسا کہ کوئی ہدیہ یا تحفہ لانیوالے غلام کو دیکھا نہیں جاتا بلکہ ہدیہ و تحفہ بھیجنے والے مالک کی طرف نظر جاتی ہے اور اُسی کا شکر بجالایا جاتا ہے۔ پس جس شخص نے ظاہر سبب کو دیکھا اور حقیقی سبب یا قاضی الحاجات کو توجہ نہ دی اُس کا علم و معرفت بہت ناقص ہے اور حقیقت و ماہیت ایمان تک اُسکی رسائی نہیں۔ نیز شکرِ قلبی کا بھی صریح تقاضہ ہے کہ حرکات و سکنات ظاہر و باطن اور منافع لذات سے جتنی بھی چیزیں انسان کو میسر ہوں، وہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے یقین کی جائیں اور ان کا شکر بجالایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ہر وہ چیز جو تمہارے پاس ہے اللہ ہی کی عطا کردہ نعمت ہے۔ اسکے علاوہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل طور پر عطا فرمادیں تاکہ تم انکا شکر ادا کرو۔ نیز فرمایا اگر تم اپنے لیے اللہ کی تمام نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم اُن کا احاطہ و شمار نہیں کر سکو گے۔ پھر اسکی ناشکری کیوں کرتے ہو۔ پس مومن پر واجب ہے کہ زبان سے شکر ادا کرنے کے علاوہ اعضاء و جوارح سے بھی خدا کا شکر بجالائے اور اعضاء سے شکر ادا کرنا یہ ہے کہ اُنہیں خالق کی اطاعت میں لگائے رکھے اور ان سے مخلوقات کی ایسی اطاعت نہ کرائے جس سے خالق کی نافرمانی اور حکم عدولی ہوتی ہو، کیونکہ جس چیز میں اللہ کی نافرمانی ہو اُس میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ یاد رہے کہ انسان کا نفسِ امّارہ اور فاسد خیالات و خواہشات بھی مخلوق میں شامل ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اصل و متبوع بنانا چاہیئے اور اُسکے علاوہ سب کو فرع و تابع کی حیثیت دینی چاہیئے اور اگر مومن اُسکے خلاف کریگا تو صراطِ مستقیم سے منحرف ہوتے ہوئے شرک میں مبتلا ہوگا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو اللہ کی نازل کی ہوئی آیات و احکام کے ساتھ حکم نہ کریں وہ لوگ کافر ہیں"۔ ایک دوسری آیہ شریفہ میں فرمایا "جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی آیات کے ساتھ حکم نہ کریں۔ وہ فاسق اور ظالم و گمراہ لوگ ہیں"۔ پس ہر مسلمان کو چاہئیے کہ وہ مصیبت و اذیت کی حالت ہو یا راحت و آلام کی اُسکے دینی و الٰہی آداب کو ہرگز فراموش نہ کرے۔ مصیبت ہو تو صبر و توکل کا التزام کرے اور راحت و نعمت ہو تو فسق و معصیت سے اجتناب کرتے ہوئے زبان اور اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا رہے مصیبت میں اللہ کے سامنے یا مخلوقات کے سامنے رنج و اضطراب اور شکوہ و شکایت کا اظہار نہ کرے۔ بس تو صبر و رضا کے ساتھ مشیت الٰہی کیساتھ موافقت کر اور اُسکے فضل و کرم پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے اُس سے مشکل کشائی اور حاجت روائی کی درخواست کر۔ اللہ تعالےٰ اسی دستور اور اسی طریق پر انبیاء اولیا اور اپنے برگزیدہ بندوں کے مصائب و آلام دفع فرماتا رہا ہے اور اُن کی حاجت روائی فرمائی ہے جیسا کہ رات کے بعد دن اور خزاں کے بعد خوشگوار بہار آیا کرتی ہے اور ایک دائمی قانون قدرت کے تحت ہر شئے کے لیے ضد اور غایت انتہا ہے اور اسی طرح حسب آیات کلام اللہ عُسر کے بعد یُسر اور مصیبت کے بعد راحت و آسائش لازمی ہے۔ بشرطیکہ اللہ کی ذاتِ واحد پر توکل کامل اور اعتقاد راسخ ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ صبر کامل ایمان ہے اور توکل صبر کی رُوح ہے۔ نیز ایک آیہ شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا مومنوں کو چاہئیے کہ وہ ہمیشہ اللہ پر توکل رکھیں اور مصیبت میں اُسی سے مدد و اعانت چاہیں۔ نیز فرمایا اللہ صبر و توکل اختیار کرنیوالوں کے ساتھ رہتا ہے۔ تجھے یہ حقیقت نہیں بھولنی چاہئیے کہ انبیاء کرام اور اولیائے عظام کو اتنے بڑے بڑے رتبے اور روحانی اوج و کمال صبر و توکل کی برکت سے حاصل ہوئے اور شکر و حمد کے باعث انکے لیے اضافہ نعمت کیا گیا۔ پس تو بھی اخلاص و صداقت کیساتھ اُنکی اس سُنت کا اتباع کر تاکہ تجھ پر صراطِ مستقیم منکشف ہو۔ ::

مقالہ نمبر ۶۰

اتباعِ کتاب و سُنّت

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "کسی مومن کا اپنی عاداتِ طبعی کو چھوڑ کر مشروع چیزوں کو اختیار کر لینا اور اتباعِ دستورِ شریعت کرنا سلوک کی ابتداء ہے۔ بعدازاں مقدراتِ الٰہیہ سے موافقت کرنا سلوک کا بلند تر درجہ ہے اور پھر دستورِ شریعت اور حدود اللہ کی متابعت و نگہداشت کے ساتھ ہی ساتھ رجحاناتِ طبعی اور مقتضیاتِ بشریت کو حلال و جائز طریق پر نباہنا صفاتِ انسانیت کی انتہا ہے اور سیرت و کردار کی تکمیل ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ مقتضیاتِ بشریت کی حلال و جائز تعمیل کے باوجود اتباعِ دستورِ شریعت میں بھی اُمّت کے لیے ایک کامل نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ایسا اسوۂ حسنہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو لوگ اللہ کی رضا چاہتے ہوں اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہوں، اُن کے لیے ہمارے نبیؐ کی زندگی ایک بہترین مثال ہے" پس سیرت کی تکمیل ہونے پر تو اپنے حوائجِ بشری مثلاً اکل و شرب لباس حرکات و سکنات اور نکاح وغیرہ جو کچھ بھی کریگا وہ اتباعِ سُنّتِ رسول اللہ کی نیت سے کریگا اور آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اتباعِ سُنّت کے متعلق فرمایا۔ ہمارا پیغمبر جن چیزوں پر تمہیں عمل پیرا ہونے کی تلقین کرے اُنہیں اختیار کر لو اور جن چیزوں سے تمہیں منع کرے اُن سے باز رہو۔ نیز فرمایا "اے نبی! اُن سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری

پیروی اختیار کرو، میرا اتباع کرنے پر اللہ بھی تم سے محبت کریگا بس یاد رکھو کہ اتباعِ سُنّت کرنے پر تیرے باطن میں اللہ کی توحید و معرفت کا نور جلوہ فگن ہوگا اور تو بذاتِ خود حسنِ عمل اور تقویٰ کا ایسا پیکر ہو جائیگا جو خلق خدا کے لیے قابلِ اتباع ہوگا۔ ظاہر و باطن میں تیرے تمام احوال شریعت کے ترجمان ہوں گے۔ لوگ تیری صحبت سے مستفید ہونے کے لیے مضطرب رہیں گے۔ پھر تیری سیرت اور باطنی امور کا تعلق براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہوگا تو کشف حکمت و معرفت کا مرکز ہو جائیگا۔ اس درجہ پر تیرے حدود شرعی کی نگہداشت ہوگی۔ تجھے افعالِ الٰہی سے موافقت حاصل ہوگی اور تجھے اتباعِ سنت نبویؐ کی توفیق عطا فرمائی جائے گی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہمیں نے اپنا کلام نازل فرمایا اور ہم ہی اسکی حفاظت کے ضامن ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نواہی اور گناہوں سے تیری حفاظت فرمائیگا اور اپنے اوامر کی تعمیل کے لیے تجھے توفیق بخشے گا۔ کیونکہ جو شخص ناموسِ شریعت کی حفاظت کرتا ہے اور احکامِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت ہمیشہ اُسکے شاملِ حال رہتی ہے۔ لیکن شریعت کے دُنیوی اور ظاہری تقاضوں سے نفرت اور انحراف نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ تقاضے انسان کے ساتھ لازمی ہیں اور ان سے گریز رہبانیت کی جانب مائل ہونا ہے جو اسلام میں حرام ہے۔ جسمی اور بشری تقاضوں سے اگر مبرا ہیں تو ملائکہ ہیں۔ انسان تو اُن کے تصرف سے بے نیاز نہیں۔ بلکہ سوچنا چاہیئے کہ بشریت کے حوائج اور ضروریات جبکہ اتباعِ شریعت کے ماتحت ہوں۔ دُعا و التجا کی صورت میں بندہ کو درگاہِ الٰہی سے قریب کرتے چلے جاتے ہیں اور مومن کا تعلق باللہ مضبوط و استوار

کرنے میں معاون ہیں۔ اگر بشریت اور اُس کے حوائج آدمی سے زائل ہو جائیں تو وہ فرشتوں میں جا ملے گا اور نظامِ عالم درہم برہم ہو جائیگا۔ پس انسان کے ظلماتِ جسمانی اُسکے انوار روحانی و باطنی میں بالکل خلل انداز نہیں۔ بنا بریں حکمتِ الٰہی کے تقاضائے بشریت کے تقاضے تجھ میں اس لیے موجود ہیں کہ تو اللہ کی نعمتوں سے اپنے حظوظ پر حاصل کرے اور دُنیا میں مقدّرات اعلیٰ کا تجھ پر اتمام ہو۔ لہٰذا عادت طبعی کا مومن میں باقی رہنا وظیفہ و دستور کے طور پر ہے۔ اصلی اور بنیادی طور پر نہیں۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "تمہاری دُنیا سے میں خوشبو اور عورت کو پسند کرتا ہوں۔ لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا اطمینان نماز میں ہے"۔

پس آنحضرتؐ کو سیر الی اللہ اور اتباع اوامر الٰہی کے ساتھ ہی ساتھ حوائج بشریت کے ضروری حظوظ بھی عطا فرمائے گئے اور اُن دنیوی نعمتوں کے قبول میں حضور نے انکار و تامل سے کام نہیں لیا۔ بلکہ حسبِ حکم خداوندی اُن کا شکر و اظہار فرمایا۔ پس اللہ تعالےٰ کے ظاہری اور باطنی فیوض و برکات انبیاء اور اولیاء کو بھی شامل ہیں اور روحانی نعمتوں کے ساتھ ہی ساتھ انہیں جسمی حوائج بھی عطا فرمائے گئے اور انہوں نے جائز طور پر اُن کا استعمال کیا۔ پس جسم انسانی اور روحِ انسانی کی ہدایت پر نیابت کے یہی معنی ہیں اور اعتدال کے ساتھ حسبِ شریعت ان کی تعمیل ہی سیرتِ انسانی کی تکمیل ہے۔

٭٭٭

مقالہ نمبر ۶۱

مومن استعمالِ اشیاء میں

احتیاط و تفتیش کرتا ہے

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "ہر مومن اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی اور دستورِ شریعت کے تحت اشیاء کو قبول کرنے اور انہیں استعمال میں لاتے وقت توقف اور تفتیش کے لیے مکلّف ہے کہ مبادا کوئی چیز حرام اور مشکوک و مشتبہ تو نہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مومن قبولِ اشیاء میں تحقیق کرنے والا اور منافق بلا تامل جلد لے لینے والا ہے"۔ نیز آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "مومن چیزوں کے استعمال میں احتیاط و توقف کرنیوالا ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ نے مومن کو تاکیداً فرمایا۔ جو چیز تجھے شک و شبہ میں ڈالے اُسے چھوڑ دے اور جو چیز شک میں نہ ڈالے اُسے اختیار کر"۔ پس مومن دستورِ شریعت کے اتباع و احترام میں استعمال کی جانے والی تمام اشیاء میں توقف اور تفتیش سے کام لیتا ہے اور تقویٰ کے خلاف کوئی چیز گوارا نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ شریعت اور امرِ باطن اُسکے جواز و قبولیت کا حکم نہ دے اور اگر مومن حالتِ ولایت و ابدالیت میں ہے تو براہِ راست علم و فعلِ الٰہی ہر شئے کے قبول یا ردّ کے متعلق حکم صادر کریگا اور حالتِ ابدالیت فنائے محض کی حالت ہے جہاں صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی ہر موضوع پر حکم صادر فرماتی ہے۔ پس جب امرِ باطن یا علمِ الٰہی مومن کو ایک چیز کے

قبول کرنے سے منع نہ کرے تو اُس کو لے لیتا ہے اور اگر ممانعت کر دے تو وہ اُس شئے کو ترک کر دیتا ہے اور یہ اس کیفیت کی ضدِ اوّل ہے۔ کیونکہ اس حالت میں توقف و تامل غالب تھا اور اپنے ارادہ کو بھی دخل تھا لیکن اس حالت میں سراسر امرِ باطن اور ایمائے الٰہی غالب ہے اور مومن اس حالت میں حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے اور تمام معاصی سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہم نے حضرت یوسفؑ کو ہر معصیت سے محفوظ و مامون رکھا۔ کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں۔"

پس مومن حلال و مباح کے لیے مکلف و پابند کر دیا گیا۔ حرام و مشکوک چیزوں سے منع کیا گیا ہے اور صراطِ مستقیم اُس کے لیے آسان کر دی گئی ہے۔ وہ اللہ کی رضا اور اُس کے احکام سے موافقت کرتا ہے اور بہر کیف اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی و خوشنودی ہی اس کا منتہائے مقصود ہے۔ اس سے بلند تر اور کوئی حالت نہیں ہے اور یہی غایت ولایت ہے۔ یہ حالت ان اولیائے کبار اور اصحابِ اسرار کی ہے جنہیں انبیاکرام کی سیرتِ مقدسہ تک عملاً رسائی حاصل ہے اور جو اُن کی سنت و طریقت کا کامل اتباع کرتے رہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔



مقالہ نمبر ۶۲

محبّت اور محبوب کے متعلّق

حضرت قُطبِ ربّانی ؒ نے ارشاد فرمایا :۔ ”تو مصائب و نوائب اور زندگی میں مشکلات و مواقع پیش آنے پر ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے خلاف شکوہ و شکایت کیا کرتا ہے اور اُس کی ربوبیت کو طرح طرح کے الزام دیتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے بندوں میں سے کسی پر ذرہ برابر ظلم و زیادتی نہیں کرتا اور جو مصائب اور مشکلات مواقع بندہ کو در پیش آتے ہیں وہ یا تو اُس کے مشرکانہ عقائد و اعمال یا فسق و فجور اور حدودِ شریعت سے متجاوز ہونے کے باعث آتے ہیں، کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور وہ عبادت میں شرک کی نفی کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ جو عشق و محبت اُس کے لیے خاص ہے وہ غیر اللہ کی طرف راجع نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کفّار کے متعلّق اس نے فرمایا ”مشرکین نے اپنے کچھ دیوتا اور حاجت روا بنا رکھے ہیں اور ان سے ایسی گہری محبت رکھتے ہیں جو صرف اللہ کے لیے خاص ہونی چاہیئے۔“

پس جو محبّت و رغبت اور جذبۂ ذراثیت محبوبِ حقیقی کے لیے خاص ہے اُسے تو غیر اللہ اور دُنیوی ہستیوں کے لیے وقف کیے ہوئے ہے اور یہی سبب ہے تیرے

مصائب و آلام کا بس تجھے شکوہ و شکایت اپنے مشرکانہ طرزِ عمل کا کرنا چاہیئے، نہ کہ اللہ تعالےٰ سے ہو۔ پھر تجھے مصائب ہی اس لیے پیش آتے ہیں کہ تو اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرے اور مشرکانہ رَوش سے باز آ جائے۔ اللہ چاہتا ہے کہ تُو اپنے قلب اور دماغ اور ظاہر و باطن کو اُسی کی ذات کے لیے وقف کر دے اور غیر اللہ کو اپنی محبت و رغبت کا مرجع نہ بنائے۔ پھر تُو خیر کو بھی دیکھے تو اُسی کی جانب سے اور شر کو بھی دیکھے تو اُسی کی طرف سے اور اطاعت کرے رضائے الہٰی کے لیے، نفسِ امّارہ اور مخلوقات کی پیروی سے اجتناب کرے۔ جب تُو ایسا ہو جائے گا تو اللہ تعالےٰ اپنی بخشش و عطا اور نعمتوں کو تیرے لیے وسیع و بسیط کر دے گا اور زبانیں تیری تعریف و توصیف میں کھول دی جائیں گی اور اللہ تعالےٰ تجھے دُنیا و عقبیٰ میں ہمیشہ ناز و نعم کے ساتھ رکھے گا۔

پس تُو اپنی مُخلوق کو مخلوقات میں پراگندہ کرنے کی بجائے اُسے محبوب حقیقی کے لیے وقف کر دے۔ کیونکہ محبت ایک جاودانی ہستی ہے۔ لہٰذا خود بھی جاودانی بن۔ اس ہستی کی جانب رغبت و توجہ کر، جو تیری طرف متوجہ ہے اور اُس کو دوست رکھ جو تجھے دوست رکھتا ہے اور اُس سے ہم کلام ہو، جو تجھے پکارتا ہے اور اُس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے جو تجھے گرنے اور صراطِ مستقیم سے منحرف ہونے سے بچاتا ہے اور اپنے قلب و دماغ کا میلان اُس ہستیٔ مقدس کی طرف کر جو تیرے باطن کو شرک و فسق کی آلائشوں سے پاک و صاف کرنا چاہتی ہے۔ تیرا نفس اور تیرے جاہل و منافق دوست

تجھے راہِ راست سے بھٹکانے والے شیاطین ہیں جو تیرے اور اللہ کے درمیان حائل ہیں۔

پس تو مخلوقات اور عادات میں کب تک اُلجھا رہے گا اور اتباعِ نفس میں کب تک محبوبِ حقیقی سے دور افتادہ رہے گا۔ اپنے خالق و معبود سے قریب تر ہو اور یاد رکھ کہ اوّل و آخر، ظاہر و باطن اسی کی ہستی حاکم و حامی ہے۔ تمام مخلوق کا مرجع و مُشکل کشا، نگہبان اور رازق وہی ہے، تمام عطاء و احسان اور بخشش و سخا اُسی کی جانب سے ہے۔

پس یاد رکھ کہ قلب و ارواح کی طمانیت، اُسی کی محبّت اور اُسی کے ذکر و فکر سے ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "مشرکین اپنے دیوتاؤں سے ایسی محبّت رکھتے ہیں جو صرف اللہ تعالےٰ کے لیے خاص ہونی چاہیئے۔ لیکن جو سچّے ایماندار ہیں وہ تو صرف اللہ تعالےٰ کی محبّت میں شدت اختیار کرتے ہیں۔ نیز فرمایا: "ایمان داروں کے دل تو صرف ذکرِ الٰہی سے اطمینان پاتے ہیں"۔

اور یاد رکھیئے کہ قلب کو اطمینان اور سکون و توانائی ذکرِ الٰہی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔



مقالہ نمبر ۶۳

ایک نکتۂ معرفت

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :-

"میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کہہ رہا ہوں" اے انسان ! اے ظاہر میں اللہ کی مخلوق کو اُس کے ساتھ شریک کرنے والے اور عملِ الٰہی میں اپنے ارادے کو شریک ٹھہرانے والے اور اے باطن میں اپنے نفسِ امّارہ کو اپنے پروردگار کے ساتھ شریک کرنے والے۔ توحید و اخلاص کو اپنے قلب میں جاگزین کر۔" یہ سُن کر ایک شخص جو میرے پاس موجود تھا۔ بولا : یہ کیا کلام ہے اور اس کا مقصد کیا ہے ؟ میں نے جواب دیا۔ یہ توحید و شرک کا امتیاز ہے اور معرفت کی ایک رمز ہے۔"

مقالہ نمبر ۶۴

دائمی موت اور دائمی حیات کیا ہے؟

حضرت قُطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "ایکدن ایک دقیق مسئلہ نے میرے مزاج میں انقباض پیدا کیا اور نفس اس کشمکش اور اضطراب سے نجات پانیکا طلبگار ہوا۔ غائبانہ طور پر مجھ سے دریافت کیا گیا تو اپنے سکون واطمینان کیلئے اس وقت کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا "میں ایسی موت چاہتا ہوں جس میں حیات اور ایسی حیات چاہتا ہوں جسمیں موت نہیں۔ پھر مجھ سے دریافت کیا گیا وہ موت کونسی ہے جسمیں حیات نہیں اور وہ حیات کونسی ہے جسمیں کسی طرح بھی موت کو دخل نہیں۔ میں نے جواب دیا، وہ موت جسمیں حیات نہیں، میرا اپنی ہم جنس مخلوقات سے مرجانا یعنی بیگانہ و بے تعلق ہو جانا ہے جسکا مقصد فنا فی اللہ ہونا اور غیر اللہ سے اپنی امیدیں اور توقعات منقطع کر کے انہیں ہستی باری تعالےٰ سے وابستہ کرنا ہے۔ نیز میرا مرجانا نفسِ امارہ کی خواہشات سے تاکہ میں اللہ کی رضا اور اُس کے ارادوں کا تابع و مطیع ہو جاؤں اور پھر ایسی حیات جسمیں موت نہیں وہ میرا اپنے زندہ و باقی رہنے والے پروردگار کے فعل و مشیت میں زندہ رہنا ہے۔ اسطرح کہ میرا وجود اُسکے وجود کیساتھ زندہ و قائم ہو اور میرے ارادے اُسی کے ارادوں کے تابع ہوں۔ ذاتی طور پر نہ تو میرا کوئی وجود ہو اور نہ ارادہ و خواہش۔ یہ وہ حیاتِ ابدی ہے جسمیں موت کو کوئی دخل نہیں اور میں ایسی حیات کا خواستگار ہوں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ میری یہ آرزو زندگی کی تمام آرزوؤں سے زیادہ قیمتی اور محبوب تھی جب سے کہ میں نے ہوش سنبھالا۔

٭٭٭

مقالہ نمبر ۶۵

اللہ کی طرف ظُلم کو منسُوب کرنا کُفر ہے

حضرت قُطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا، تو بعض اوقات زمانہ کے نشیب و فراز اور حالات کی نامساعدت سے اُکتا کر اللہ تعالےٰ کے خلاف اظہارِ ناخوشی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ میری درخواست اور عرض و التجا کو نہیں سُنتا اور مصائب کو رفع نہیں کرتا ہے۔ مَیں تجھ سے دریافت کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے حکم و فرمان کے تحت تُو آزاد ہے یا غلام؟ اگر تُو کہے کہ مَیں آزاد ہوں تو کافر ہو گیا۔ کیونکہ یہ دستورِ شریعت کی اطاعت سے انکار ہے اور اگر تو کہے کہ مَیں غلام ہوں اور یہی بندۂ مومن کو چاہیئے تو پھر تجھ سے تقاضہ کیا جائیگا کہ ایمان و توکّل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھ اور پے در پے اُس کی درگاہ میں حاجت روائی اور مُشکل کشائی کے لیے درخواست کر۔ اُس نے اپنے بندوں سے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ "میری درگاہ میں اپنی حاجات و ضروریات عرض کرو، مَیں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا۔"

پس تجھے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور نصرت و اعانت پر ہرگز شک و شُبہ نہیں کرنا چاہیئے اور نہ کبھی مصیبت میں یا رنج و اضطراب میں ظلم و زیادتی کو اُس کی ذاتِ مقدّس سے منسوب کرنا چاہیئے۔ بعض اوقات بندوں کی

التجاؤں کی قبولیت اور حاجت روائی و مقصد برآری میں تاخیر بھی ہو جائے تو اس میں بھی مصلحتِ خداوندی ہوتی ہے۔ لہٰذا تجھے بے چینی میں اُس پر تہمت و الزام نہیں لگانا چاہیئے۔ کیونکہ اس عقیدہ سے اللہ تعالےٰ کی طرف ظلم منسوب ہوتا ہے اور یہ کفر ہے۔ حالانکہ وہ اپنے بندوں پر انتہائی رحم و کرم فرماتا ہے اور ذرّہ برابر ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اللہ اپنی مخلوقات پہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ نیز سابقہ تباہ و برباد ہو جانے والی قوموں کے متعلق فرمایا "ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ لوگ اپنے شرک و کفر اور فسق و فجور سے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کرتے رہے اور اُنہیں جو عذاب پہنچا وہ اُنکی اپنی ہی بدعملی اور کجروی کا نتیجہ تھا۔

پس میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ تُو اللہ تعالےٰ سے ناراض ہونے اور اُس کے خلاف زبان اور شکوہ و شکایت کھولنے سے احتراز کر اور اُس کے افعال پر اعتراض ہرگز نہ کر۔ شکرِ نعمت اور موافقتِ رضائے الٰہی کا طریقہ اختیار کر اور اُن خواہشاتِ نفسانی کا اتباع چھوڑ دے جو خُدا تعالےٰ کے غضب اور خفگی کا باعث ہیں، بلکہ صدق و خلوص کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور عرضِ حاجات کر اور تحمّل کے ساتھ اُس کے فضل و کرم کا امیدوار رہ۔ ہر حال میں نفس کی موافقت و اطاعت سے پرہیز کر۔ اس لیے کہ نفس تیرا اور اللہ کا دشمن ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف ظُلم کو منسوب کرنے سے یہ طرزِ عمل تیرے لیے بہت زیادہ مفید ہو گا کہ تو ظلم اور زیادتی کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرے اور

پھر اپنی بے اعتدالیوں کی اصلاح میں کوشاں ہو۔ لہٰذا تقویٰ اختیار کر۔ اللہ کے اوامر و نواہی کا مطیع ہو جا۔ حدودِ شریعت کا احترام کر۔ توکّل علی اللہ سے کبھی دست بردار نہ ہو اور نفس کو اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد تلقین کر کہ "اللہ تمہیں عذاب کیوں کرے گا۔ اگر تم اس پر ایمان اور اس کا شکر بجا لاؤ"۔ نیز یہ ارشادِ خداوندی بھی پیشِ نظر رکھ "جو عذاب بھی بندوں پر آتا ہے وہ اُن کی اپنی بدعملیوں کا نتیجہ ہُوا کرتا ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظالم و جابر نہیں ہے۔ اس موضوع پر جو دیگر آیات و احادیث ہیں وہ بھی مخالفتِ نفس کی تلقین کرتی ہیں۔

پس اللہ تعالےٰ کی اطاعت و رضامندی کے لیے نفس کا مخالف ہو جا اور اُس کی بُری ترغیبات سے نفرت و انکار کر۔ کیونکہ اللہ کے دشمنوں میں شیطان کے بعد نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے جو اُسے صراطِ مستقیم سے منحرف کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کتب سماوی میں تمام انبیائے کرام کو تاکید فرمائی کہ وہ اپنی اُمتوں کو نفسِ امّارہ کے اتباع سے منع کریں کیونکہ یہ شرکِ خفی اور جہل و ضلالت کا بدترین محرّک ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں اس کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔



مقالہ نمبر ۶۶

التزامِ دُعا کی تاکید

حضرت قُطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا: "یہ کبھی نہ کہہ کہ میں اللہ تعالےٰ سے سوال نہیں کروں گا۔ کیونکہ سوال اگر معیوب و ممنوع ہے تو مخلوقات کے سامنے ہے نہ کہ خالق و پروردگار کے سامنے۔ اللہ تعالےٰ سے اپنی تمام حاجات و ضروریات کے لیے سوال کرنا اور پے درپے سوال کرنا بندہ کے لیے موجبِ سعادت و نیک بختی ہے اور توحید و ایمان کا واضح ثبوت ہے۔ لہٰذا میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اپنی ہر ضرورت کے لیے اللہ تعالےٰ کے حضور سوال کر کہ اسی میں دُنیا و عقبیٰ کی سعادت ہے۔ اگر تیری طلب کی گئی چیز علم الٰہی میں تیرے لیے مفید ہوگی اور باعث راحت و ترقی ہوگی تو وہ تجھے ضرور ملے گی اور اگر اس میں حسبِ علم الٰہی تیرے لیے نقصانات ہوں گے تو وہ تجھے نہیں ملے گی۔ بہرکیف تجھے دُعا کی قبولیت یا فعلِ الٰہی کے خلاف کوئی حرفِ شکوہ و شکایت ہرگز زبان پر نہیں لانا ہوگا۔

پس اپنی ہر حاجت و ضرورت کے لیے اللہ کے حضور سوال اس لیے کر کہ اللہ تعالےٰ نے سوال کرنے کا حکم دیا ہے اور بندہ کو پے درپے دُعا کی تاکید

فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ میرے حضور دعا کرو، مَیں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔ نیز فرمایا۔" اللہ تعالےٰ سے اُس کا فضل مانگا کرو۔ اس کے علاوہ فرمایا مَیں اپنے بندوں سے بہت قریب ہوں۔ جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے مَیں اُس کی دُعا کو قبول کرتا ہوں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ سے قبولیّت کا یقین رکھتے ہوئے دُعا مانگا کرو اور اس معنی میں اور بھی بہت سی احادیث وارد ہیں اور یہ بھی نہ کہہ مَیں تو اُس سے سوال کرتا ہوں لیکن وہ میری دُعا قبول نہیں کرتا، لہٰذا مَیں آئندہ اُس سے دُعا نہیں کروں گا۔ کیونکہ ایسا کہنا کفر و ہذیان ہے۔ مَیں نے بعض اوقات بندہ کی دُعا قبول نہ ہونے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ یا تو اُس پر حُرمت و عدمِ جواز کا پہلو ہوتا ہے یا وہ بندہ کے لیے وجہ فساد و ضرر ہوتی ہے حقیقتِ حال چونکہ وہ عالم الغیب ہی جانتا ہے۔ لہٰذا بندہ کو گستاخی یا کفر و انکار کے کلمات زبان پر نہیں لانا چاہئیں۔

باایں ہمہ اللہ تعالےٰ تجھے راضی اور خوش و خرم رکھے گا اور تیرے بعض سوالات کی تعمیل نہ ہونے پر بھی اُن کی تلافی کی جائے گی اور تجھے دُنیا و عقبیٰ میں اجرِ عظیم عطا فرمایا جائے گا۔ عام امور میں تیرے لیے آسائش پیدا کی جائے گی اور اگر تو مقروض ہے تو قرض خواہ کو شدّتِ تقاضا اور سوءِ مطالبہ سے منع کیا جائے گا اور تیرے لیے قِسم قِسم کی رعایت اور آسانی پیدا کرائی جائیگی۔ اس لیے کہ رحیم و کریم اور غنی و مغنی اللہ تعالےٰ کے اسمائے صفاتی ہیں اور اللہ تعالےٰ اپنے در کے سائل کو مایوس و نا اُمید نہیں کرتا۔

پس یاد رہے کہ درگاہِ الٰہی سے بندہ کے دعاوسوال کا اجر و فائدہ ضرور عطا فرمایا جاتا ہے اور بعض اوقات یہ فائدہ اگر دُنیا میں نہ دیا جائے تو عقبیٰ میں اُس کی تلافی دی جائے گی۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن مومن اپنے نامۂ اعمال میں کچھ ایسی نیکیاں دیکھے گا۔ جو اُس نے دُنیا میں نہ کی ہوں گی اور نہ وہ اُنہیں جانتا ہوگا۔ اُس سے پُوچھا جائے گا کہ کیا تو یہ نیکیاں پہچانتا ہے؟ مومن کہے گا کہ میں نہیں جانتا یہ نیکیاں میرے لیے کہاں سے آئی ہیں۔ پھر اُسے بتایا جائیگا کہ یہ نیکیاں تیرے اُن سوالوں اور دُعاؤں کی جزا ہیں جنہیں دنیا میں تو نے مانگا تھا اور کسی مصلحت کی بناء پر قبول نہیں کیا گیا تھا۔ اور ایسی جزائے عظیم اس وجہ سے ہے کہ مومن اللہ تعالےٰ سے سوال کرنے اور ذکر و عبادت میں حاملِ یقین و ایمان اور موحد ہے۔ نیز وہ اپنے فطری اور طبعی جذبۂ عدل کی بناء پر ہر چیز کو اُس کے موقع و محل پر رکھنے والا ہے اور حق دار کو اُس کا قدرتی اور حقیقی حق دیانت داری کے ساتھ پہنچانے اور ادا کرنے والا ہے۔ وہ غرور تکبّر اور ذاتی حول و قوت سے بے نیاز رہ کر اپنی ہر حاجت روائی اور آسائش و کامیابی کو تائید و نصرتِ الٰہی کا نتیجہ سمجھتا ہے اور یہ سیرتِ انسانی کی ایسی بلند صفات ہیں جن کے لیے اُسے نہ صرف دنیا میں بلکہ عقبیٰ میں بھی اجرِ عظیم عطا فرمایا جاتا ہے۔



مقالہ نمبر ۶۷

مجاہدۂ نفس کی تاکید

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: ”قرآن و حدیث میں مجاہدۂ نفس کی بہت تاکید آئی ہے۔ لیکن جب تُو اپنے نفس کے خلاف جہاد کریگا اور اُسے مغلوب کریگا تو اللہ تعالےٰ بعض ذرائع سے نفس کو دوبارہ تجھ پر غلبہ و اقتدار دیگا تاکہ تُو پھر ریاضت و مجاہدہ کی طرف لوٹے اور اپنے نفس سے جنگ آزما ہو تاکہ تیرا عزم و ایمان پہلے سے زیادہ پختہ ہو اور آئندہ شیطان کے لیے تجھے گمراہ کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ آنحضرتؐ کے اس قول کے یہی معنی ہیں کہ ہم نے جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف رجوع کیا۔ گویا نفس کے خلاف جہاد کو جہادِ اکبر فرمایا۔ لیکن جہاد بالسیف کو اس کے مقابل جہاد اصغر قرار دیا۔

پس جہادِ اکبر سے مُراد مجاہدۂ نفس اور عبادت و ریاضت ہے جس کا اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو حکم صادر فرمایا۔ اے پیغمبر! اپنے پروردگار کی عبادت آخری دم تک کرتا رہ۔ اس عبادت پر دوام کا حکم ہے اور اس عبادت کی بہترین صُورت مجاہدۂ نفس ہے۔ اس لیے کہ نفس محوِ لذات رہ کر عبادت سے غفلت و اجتناب چاہتا ہے اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آنحضرتؐ کا نفسِ معصوم و مطہر عبادات

سے کیونکر غفلت اختیار کر سکتا تھا کہ انہیں مجاہدۂ نفس کی تاکید کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ حرکت و عمل تو کیا حضورؐ کا کوئی ارشاد بھی خلافِ منشائے الٰہی نہ ہُوا کرتا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہمارا نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کرتا، بلکہ اُس کی ہر بات وحی ہُوا کرتی ہے جو اُس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایسا خطاب تعلیم و تدریس شریعت کا ایک طریقہ ہے ورنہ خطاب کا حقیقی مرجع اس قدر آنحضرتؐ کی ذاتِ مقدس نہیں جس قدر کہ افرادِ اُمّت ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو جو احکام صادر کئے گئے اُن کا حقیقی مُدّعا اُمّت کو مخاطب کرنا اور امورِ شریعت کی تاکید کرنا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نبی اکرمؐ کو نفس و خواہش پر مکمل غلبہ و اقتدار عطا فرمایا تھا اور افرادِ اُمّت کے برعکس جو ہر وقت مجاہدۂ نفس کے حاجتمند ہیں۔ حضورؐ کو مجاہدۂ نفس کی ضرورت نہ تھی۔

پس جب مومن مجاہدۂ نفس پر مداومت کرے اور اتباعِ دستورِ شریعت سے نفس کو مغلوب کرے تو اللہ تعالےٰ اُسے دُنیا و عقبیٰ میں اپنی برگزیدہ نعمتوں سے فیض یاب کریگا اور اُسے بہشت کے بلند ترین درجات عطا فرمائیگا۔ جیسا کہ فرمایا "جو شخص روزِ حشر اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خلافِ شریعت خواہشات کی پیروی سے محفوظ رکھا اُس کا مسکن یقیناً جنت ہے۔"

پس جب مومن کی قرارگاہ جنّت ہو گی اور دیدارِ الٰہی سے محظوظ ہو گا تو

پھر وہ غیر جنت کی طرف رجوع کرنے اور دُنیا کی طرف لوٹنے سے بے پرواہ ہو گا جس طرح وہ دُنیا میں احکامِ الٰہی کا احترام کرتے ہوئے نفسِ امّارہ کی خواہشات سے اجتناب کرتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ بہشت میں اُس کے تقویٰ کی خاطر جزا دیتے ہوئے انواع نعیم کو اُس کے لیے بسیط کر دے گا جن کی کوئی غایت و انتہا نہ ہو گی۔ اِن مخلصین و مومنین کے برعکس چونکہ کافر و مشرک لوگ فقدانِ ایمان کے باعث فسق و فجور میں مُبتلا رہا کرتے تھے۔ لہٰذا اُنہیں اتباعِ نفس کی وجہ سے دوزخ کے عذابِ الیم میں مُبتلا کریگا۔ جیسا کہ فرمایا "مُسلمانو! تم اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور جس میں وہ ہمیشہ جلا کریں گے۔

پس روزِ حشر کفّار اور فاسق و فاجر لوگوں کے لیے طرح طرح کے عذابوں کا بُنیادی سبب اُن کا اتبّاعِ احکامِ الٰہی سے احتراز اور خواہشاتِ نفس کی اندھا دھند پیروی ہو گا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "اے نبیؐ! کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اپنا معبود اپنے نفس کو بنا رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مجاہدۂ نفس کرنے والے مومنین کو جنت میں ہر وقت نئی نئی اور تازہ نعمتیں عطا فرمائے گا اور اُن کی یہ خاطر و تواضع اور عزّت و توقیر دُنیا میں نفس کے خلاف جہاد کرنے اور اُسے اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی کا مطیع بنانیکا باعث ہو گی اور یہی معنی ہیں اس ارشادِ نبویؐ کے کہ "دُنیا آخرت کی کھیتی ہے"۔

مقالہ نمبر ۶۸

ارشادِ الٰہی کے معنی کہ "اللہ ہر دن نئی شان میں ہے"

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے اِملا اور مطالبِ قرآن میں غور وفکر کرنیوالے لوگ اس آیۂ کریمہ کے حقیقی معنی کا ادراک نہیں کر پلٹے کہ اللہ ہر دن نئی شان میں ہے اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ تمام مخلوقات خواہ وہ کسی نوع سے تعلق رکھتی ہوں بہر کیف فانی اور زوال پذیر ہیں اور ایک عارضی و ہنگامی حیات وقرار رکھتی ہیں۔ لیکن مخلوقات کے برعکس خالقِ کائنات کی یہ شان ہے کہ وہ حیّ القیّوم ہے دائمی وابدی ہے اور نہ صرف ذات سے بلکہ اپنی صفات سے بھی ہمیشہ باقی و پائندہ ہے۔ اُسکی حیات اور قوت واختیارات میں ہر دن فروغ وارتقاء تو ہے لیکن زوال اور متنزلی ہرگز نہیں۔ اسی طرح احکام اور ارادے روز بروز قوت واثر اور دوام کو حاصل کرتے ہیں لیکن اُن میں ضعف واضح نہیں ہوتا۔ پس جب اللہ تعالیٰ بندہ کی دُعا قبول فرماتا ہے اور اُسکی مطلوبہ چیزیں اُسے عطا کرتا ہے تو اس سے اللہ کا ارادہ نہیں ٹوٹتا اور اُسکی مشیّت کی خلاف ورزی لازم نہیں ہوتی ہے مخلوقات کے لیے جو مقدار ازل سے معیّن ہے علمِ الٰہی کے مطابق اُن کے حصول کا وقت آنے پر وہ حاجات پوری ہوجاتی ہیں اور بندہ کی مراد برآتی ہے۔ بہر کیف دُعا کرنے والوں کی ضروریات وحاجات کا ظہور مشیتِ الٰہی اور دستورِ ازل کے تحت ہوا کرتا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ بندوں کا

اصلی انجام ہی علمِ الٰہی اور رکھم خداوندی کے تحت ہے۔ چنانچہ یہ حدیث اسی حقیقت کے معنی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے نبی کریمؐ سے دریافت فرمایا کیا جنت میں لوگ محض اپنے نیک عملوں کے باعث داخل ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی رحمت و بخشش سے داخل ہوں گے۔ جنابہ عائشہؓ نے پھر پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپ بھی نہیں؟" فرمایا "میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ کی رحمتِ کاملہ مجھے ڈھانپ لے۔" اس وقت حضورؐ نے دستِ مبارک اپنے سر پر پھیرا اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالےٰ اپنے احکام اور ارادوں میں مخلوقات کا مطیع و محکوم نہیں ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اس سے کوئی پرسش نہیں کیجائیگی بلکہ بندے سے اوامر و نواہی کے متعلق پوچھا جائے گا۔ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات اسی کی بنی ہوئی ہے اور طوعاً و کرہاً اسی کی مطیع و محکوم ہے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کیا اللہ کے سوا کائنات کا کوئی خالق و مختار ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود و مسجود ہے؟ نیز فرمایا کیا تو اللہ کے ساجھی اور ہم نام کو جانتا ہے؟ نیز آنحضرتؐ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے پیغمبر! کہیئے اے مالک الملک! تو جس کو چاہتا ہے ملک و سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک و سلطنت چھین لیتا ہے کہ تو جسے چاہتا ہے عزت و توقیر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ عزت و آبرو اور ترقی و فرازی صرف تیرے ہاتھ میں ہے اور بلاشبہ ہر شئے پر حاکم و مختار ہے۔ تو ہی جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے مخلوقات پر حقیقی اور مستقل حکومت صرف تجھی کو حاصل ہے۔

⁂

مقالہ نمبر ۶۹

اللہ تعالیٰ سے کونسی چیزیں مانگنا چاہئیں؟

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا: "اگر تُو اللہ تعالیٰ کے حضور سوال کرتا ہے تو ان چیزوں کا سوال کر: اُس سے اپنے گزشتہ گناہوں کے لیے مغفرت طلب کر اور مستقبل میں گناہوں سے بچنے کی توفیق مانگ۔ اُس سے طاعت و عبادت کا التزام کرنے اور اوامر و نواہی کی تعمیل، مشیتِ خداوندی پر راضی رہنے، مصائب پر تحمل کرنے، جائز اور حلال نعمتوں کی فراوانی، توسیع رزق اور نعمتوں پر حمد و شکر کی طاقت و توفیق چاہتا رہ۔ نیز سلامتی ایمان کے ساتھ موت آنے اور حشر میں انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور امت کی مصاحبت و رفاقت حاصل ہونے کی دُعا کرتا رہ۔ کیونکہ یہ بھی ایک بڑی سعادت ہے۔ نیز جو چیزیں مذہبی اور شرعی طور پر تیرے لیے حرام و ناجائز قرار دی گئی ہیں وہ ہرگز نہ کر اور نہ اُن کا متلاشی ہو۔ پس اپنے معاملات اور مصالح سراسر اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دے اور خود بھی کسی قسم کا دخل نہ دے۔ حضرت عمر بن الخطاب کے متعلق روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ میں کس حالت میں صبح کروں گا۔ آیا اُس حالت میں جسے میں بُرا سمجھتا ہوں یا اُس حالت میں جسے میں پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ علمِ الٰہی کے تحت میرے لیے بہتری کس حالت میں ہے؟ پس میں نے اپنے موجودہ اور آئندہ معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر رکھے ہیں اور وہ بہترین دوست اور بہترین حافظ و ناصر ہے۔ یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے اللہ کی تدبیر پر

حُسنِ رضا اور اُس کے حکم و اختیار پر کامل اعتماد و اطمینان کی بناء پر ارشاد فرمائے۔
چنانچہ بندوں کے ناقص و محدود علم اور معمولی واقعات پر مضطرب ہو جانیکے باعث اللہ تعالےٰ نے تنبیہ فرمائی "مسلمانو! جہاد تم پر فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں عافیت پسندی اور راحت طلبی کے باعث مکروہ و ناگوار گزرتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ جس چیز کو تم بُرا سمجھ کر اُس سے گریز کرتے ہو وہ تمہارے لیے مفید اور نفع بخش ہو اور عین ممکن ہے کہ جس چیز کو تم اپنے لیے مفید سمجھتے ہو وہ حقیقتاً تمہارے لیے مضر اور تباہ کن ہو۔ پس خیر و شر کی حقیقت و ماہیت کو عالم الغیب اللہ ہی جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے" لہٰذا تو شیوۂ تسلیم و رضا اُس وقت تک اختیار کر جب تک نفسِ امّارہ کی اُلجھنوں سے آزاد ہو جائے اور رضائے الٰہی کو اپنا شعار بنا لے۔ پھر تیری ذاتی خواہشات اور ذاتی ارادے محو ہو جائیں گے اور تمام کائنات سے تیرا قلبی تعلق ہو کر اسمیں ربِ واحد کے سوا کوئی اور چیز باقی نہیں رہے گی۔ یہی مقامِ توحید ہے جہاں تیرا دل اللہ کی محبت سے معمور و سرشار ہو جائیگا اور اللہ کی طلب و جستجو ہی تیرا نصب العین ہو گی۔ اُسی حالت میں تیرا پروردگار تجھے دنیوی نعمتیں اور جاہ و ثروت عطا کریگا تو تُو اُسکا شکر بجا لائیگا اور اسکی مشیت سے موافقت و سازگاری کرتے ہوئے اُسکے عطا کردہ رزق کا عملاً احترام کریگا۔ پھر حیاتِ دنیوی کے نشیب و فراز میں اگر تجھے کبھی عسرت و تنگ حالی پیش ہو گی تو اپنے پروردگار سے ناراض نہ ہو گا اور اُسکو رزق نہ دینے کی تہمت نہ لگائیگا۔ اس لیے کہ ایک مومن اور موحد ہونیکے لحاظ سے تو اپنی خواہش و ارادہ سے کنارہ کش ہو کر اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر چکا ہے اور ارادۂ الٰہی کی متابعت میں اپنے ارادوں سے فارغ القلب ہے۔ پس وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ کے مصداق تو دعا اور سوال کرنے میں صرف امرِ الٰہی کی اطاعت و بجا آوری کرنیوالا ہے۔

مقالہ نمبر ۷

اپنی نیکیوں پر مغرور نہ ہونے کی تلقین

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا "تیرا اپنی نیکیوں پہ اترانا، اُن نیکیوں کو اپنے نفس سے منسوب کرنا اور خلق میں اپنی راست بازی پر فخر کرتے پھرنا صریحاً شرک اور گمراہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور نیکیوں کی توفیق اللہ تعالےٰ ہی کی تائید و توفیق اور فضل و کرم سے ہے اسکے برعکس اگر کوئی شخص شرک وکفر اور طرح طرح کے گناہوں سے بچتا ہے تو پھر وہ بھی سراسر اللہ کی امداد و اعانت اور تائید و نصرت سے ہے۔ پس تو اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق اور نصرت و اعانت کا اعتراف کرنے میں بخل و تامل سے کیوں کام لیتا ہے اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کو محض اپنے نفس کی طرف کیوں منسوب کرتا ہے حالانکہ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء اور اولیاٴ اللہ بھی ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم یعنی اللہ تعالےٰ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے محفوظ رہنے کی توفیق صرف اللہ کی تائید و نصرت سے ہے۔ پس تجھے چاہیئے کہ حسبِ کلام اللہ تقویٰ کو تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھے لیکن بدی اور گناہ کو اپنے نفسِ امّارہ کی جانب منسوب کرے کیونکہ معاصی کا محرک و منبع وہی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا نیک عمل کرو اور نیک عملوں کی توفیق اللہ تعالیٰ سے چاہو۔ گناہوں سے بچنے کیلئے نفسِ امّارہ کو مغلوب کرو، اپنے پروردگار کی قربت چاہو اور اللہ کے بن جاؤ۔



مقالہ نمبر ۱۷

مُرید اور مُراد کی وضاحت

حضرت قُطبِ ربّانیؒ نے ارشاد فرمایا: "حقیقت میں تیری دو ہی حالتیں ممکن ہو سکتی ہیں۔ تُو یا تو مُرید ہو گا یا مُراد۔ اگر تُو مرید ہے تو پھر تُو ایک بھاری بوجھ اور شریعت کی بہت بڑی ذمّہ داری اُٹھانے کے لیے مکلّف ہے۔ اس لیے کہ ابھی تو جویائے راہِ صداقت و حقیقت اور طالبِ مختار ہے اور عابد کو بہت محنت و مشقت اور ریاضتِ مُجاہدہ میں سے گزرنا پڑتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنے مطلوب و مقصود کو پہنچ جائے اپنے محبوب کو پالے۔ پس راہِ حقیقت میں تیرے لیے مناسب نہ ہو گا کہ موانع و مشکلات اور مصائب پر واویلا کرے اور اللہ تعالیٰ کے خلاف شکوہ و شکایت کرے۔ تجھے تحمل اور برداشت سے کام لینا ہو گا۔ ثبات و استقلال سے صراطِ مستقیم پر قائم رہنا ہو گا۔ یہاں تک کہ مصائب و آلام کا بوجھ تجھ سے اُٹھا لیا جائے اور تکلیف و مصیبت تجھ سے رفع کر کے تجھے اپنی رحمت عطا فرمائی جائے۔ پس طریقت میں مصائب و مُشکلات درحقیقت تیرے باطن کے تزکیہ و طہارت اور رفع درجاتِ روحانی کے لیے ہُوا کرتی ہیں۔ اور ان کا مقصد احتیاجِ مخلوق سے تیری نگہداشت کرنا ہے۔ اور اگر تو مُراد ہے تو تجھ پر جہاد ہے اور تجھ پر آفات وارد ہوں تو اُن آفات کے خلاف بھی اللہ تعالیٰ پر تہمت نہ لگا اور اُس کی شکایت نہ کر۔ نیز اُس کے نزدیک تیری جو قدر و منزلت

اور توقیر ہے اُس میں شک و شبہ نہ لا۔ اس لیے اللہ تعالےٰ صاحبِ مُراد اولیاءُ اللہ پر بھی اس وجہ پر بلائیں نازل کرتا ہے کہ انکے درجات کو بلند تر کرے اور اُن کو روحانی رفعت وقوت بخشے۔ لہٰذا تیرے مراد ہونے کی صُورت میں بھی اللہ تعالےٰ کا منشاء یہ ہے کہ وہ تیرا رُتبہ اولیاء کرام اور ابدال کے رُتبہ سے ملائے اور تجھے اپنے نزدیک و قریب بلند کرے۔

کیا تُو یہ گوارا کرے گا کہ تجھے اولیاء اور ابدال سے بے تعلّق اور دُور افتادہ کر کے غافل وفاسق لوگوں کے زمرے میں رکھا جاتے اور جو قوتِ ایمانی تجھے اُن کی صحبت میں حاصل ہوئی ہے وہ زائل ہو جائے۔ اگر تو اس بلندیٔ درجات سے غفلت و اغماض بھی برتے تو اللہ تعالےٰ ہرگز پسند نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے "تمہارے مصالح اور فلاح وبہبود کو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ پھر اگر تُو یہ کہے کہ ابتلاء تو طالب و مُرید کے لیے ہونا چاہیئے جو راہِ طریقت میں بلندی ہے نہ کہ مُراد کے لیے جو منتہی اور صاحبِ مقصود ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مُراد کا مبتلا ہونا ایک کُلیہ نہیں بلکہ محض اور نادرالوقت شئے ہے۔ چنانچہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ سب سے زیادہ ابتلاء برگزیدہ انبیاء کو پیش آیا۔ ابراہیم علیہ السلام کی سوانح واحوال دیکھو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب و نوائب پر نظر کرو کہ اُن پہ کیسا شدید ابتلاؤ وارد ہوا ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا۔ مَیں اللہ تعالےٰ کے دین میں جس قدر ڈرایا گیا ہوں، اُس قدر کوئی دُوسرا نہیں ڈرایا گیا اور

جس قدر اللہ تعالےٰ کی راہ اور اطاعت میں کفار کی طرف سے مجھے تکلیف و اذیت میں مبتلا کیا گیا اور کسی کو نہیں کیا گیا۔ بے شک مجھ پر دین میں مسلسل دو ماہ ایسے گزرے ہیں کہ اُن کے دوران مجھے اتنا طعام دیا گیا کہ جسے بلالؓ کی بغل چھپا لے۔"

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خصوصاً انبیاء کے گروہ پر دوسرے لوگوں سے بہت زیادہ سخت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوئی ہیں۔" پھر اسی طرح درجہ بدرجہ دیگر بندگانِ خدا مصیبت و ابتلاء سے ہو کر گزرے ہیں۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا "میں تم سب سے زیادہ اللہ کو پہچاننے والا اور اُس سے ڈرنے والا ہوں۔" اس سے معلوم ہوگا کہ کس طرح نبی اکرمؐ صاحبِ مراد و مقصود اور محبوب و مطلوب جیسے واصل ہو کر بھی ابتلاء میں ڈالے گئے اور یہ مبتلا کرنا اور اللہ سے ڈرانا حضورؐ کو روحانیت میں بلند تر کرنے اور جنت میں اُن کے درجات کو رفیع کرنے اور قربِ خداوندی کے لیے تھا۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے اور انبیاء و اولیأ اور صدیقین کا طریقہ احوالِ ابتلاء پر تحمل کرنا اور مشیتِ الٰہی سے موافقت کر کے شیوۂ تسلیم و رضا اختیار کرنا ہے۔ بعد ازاں بلا اُن سے دُور کر کے انہیں دیدارِ الٰہی سے محظوظ کر کے عقبیٰ میں درجاتِ عالیہ عطا فرمائے جاتے ہیں۔ پس یہ واضح ہُوا کہ دُنیا میں ہر صاحبِ مراد و مقصود کا ابتلاء لازمی نہیں اور نہ ہی اُسے کلیہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت جس کے ساتھ چاہتا ہے یہ معاملہ کرتا ہے۔

مقالہ نمبر ۷۲

بازار میں داخل ہونیوالوں کی اقسام

حضرت قطبِ ربّانی ؒ نے ارشاد فرمایا: "خلقِ خدا میں دینی روحانی اور باطنی لحاظ سے انسانوں کے مختلف مدارج ہیں۔ لہٰذا لوگ جو بھی عمل کرتے ہیں وہ اپنی روحانی و باطنی کیفیت و صلاحیت کے مطابق کرتے ہیں اور ہر عمل میں اُن کی نیت، خواہش اور نقطۂ نظر جداگانہ ہوتا ہے جس کی بناء پر انہیں اجر و ثواب دیا جاتا ہے یا عذاب کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر لوگوں کا بازار میں جانے کا فعل ہے۔ ان سب کے ارادے اور تصورات جداگانہ اور اس لحاظ سے ان کی چند اقسام ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جب بازار میں داخل ہوتے ہیں اور لذات و شہوات میں مبتلا کرنے والی اشیاء کو دیکھتے ہیں تو اُن میں پھنس جاتے ہیں اور وہ اشیاء انہیں اپنی کشش و جاذبیت میں محو کر لیتی ہیں۔ پس یہ لوگ ان چیزوں سے وابستہ ہو کر اُن کے جائز و ناجائز حصول میں مصروف ہوتے ہیں اور فتنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ لذات شہوات میں ڈالنے والی ایسی اشیاء کا نظارہ اُن کے گمراہ اور بیگانۂ دین و عبادت ہو جانے کا باعث ہوتا ہے اور اس طرح وہ نفسِ امّارہ کی خواہش و ضرورت کا اتباع کر کے اللہ کی اطاعت سے دُور جا پڑتے ہیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں

اپنے فضل وکرم سے شرِ نفس سے بچائے اور لذّات سے اجتناب کی توفیق دے تو پھر وہ سلامت رہتے ہیں اور پھر بازار میں جانے والوں سے بعض وہ ہیں کہ جب وہ لذّات و شہوات کی چیزوں کو دیکھتے ہیں اور انہیں غافل و گمراہ کرنیکا موجب سمجھتے ہیں تو وہ عقل و شعور سے کام لے کر دین کیطرف رجوع کرتے ہیں اور صبر و تحمّل کے ساتھ اتباعِ شریعت اختیار کرتے ہیں۔ ایسے لوگ مجاہدین کی طرح ہیں اور نفس و شہوات پر غلبہ حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت پاتے ہیں اور اُن کے عمل جہاد بالنفس کا اللہ تعالیٰ دیگر نیکیوں سے بہت زیادہ ثواب دیتا ہے۔ جیساکہ بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "جب کوئی مومن بعض لذّات و شہواتِ نفس پر قبضہ و اختیار پاکر اُنہیں اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ دے تو اُسکو اس نیکی کا ستر گنا ثواب زیادہ دیا جاتا ہے" اور پھر ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو لذّات و شہوات کی چیزوں کو فوراً حاصل کرتے ہیں اور ان سے واصل و مختلط رہتے ہیں۔ یہ لوگ بھی اپنے لیے غفلت و گمراہی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔

پھر بعض لوگ وہ ہیں جو بازار میں جاتے ہیں تو اپنی پسند اور خواہش و ضرورت کو صرف اللہ تعالےٰ کی جائز و حلال کی ہوئی چیزوں تک محدود رکھتے ہیں اور اپنی وسعت و فراخیٔ مال سے اُنہیں جائز و صحت مند طریق پر حاصل کر کے استعمال میں لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا ہر دم شکر بجالاتے ہیں۔ یہ لوگ برکت و فلاح پانے والے ہیں اور پھر بازار میں جانے والے لوگوں میں سے بعض خُدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو لذّات و شہوات کے اسباب کو نہیں دیکھتے اور نہ اُنہیں توجّہ دیتے ہیں وہ اُن سے بالکل بے خبر اور ماسوا اللہ سے

اندھے ہیں وہ غیر اللہ کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں اور نہ درخورِ اعتنا سمجھتے ہیں۔ پس وہ اپنے حواس اور اپنی توجہ و دل چسپی کو ہمہ وقت محبوبِ حقیقی پر مرتکز رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ جلوت میں بھی اُس خلوت کا لطف و سرور لیتے ہیں جو ذکر و وجد سے معمور ہو۔ چنانچہ جب تُو انہیں بازار میں پائے اور ان سے پُوچھے کہ "بازار میں آپ نے کیا کچھ دیکھا ہے؟ تو وہ کہیں گے ایک ہی ذاتِ ابدی کے سِوا اور کچھ نہیں دیکھا اور اُن کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کیونکہ اُنھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سر کی آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اتفاقیہ اور اچانک دیکھا ہے، خواہش و آرزو کی نظر سے دیکھا ہے۔ محض صُورت میں دیکھا ہے۔ معنی میں نہیں دیکھا ظاہر ہی میں دیکھا ہے باطن میں نہیں دیکھا اور پھر جتنا کچھ اور جو کچھ بھی دیکھا ہے اُس میں بھی خالق اور صانع ہی کو دیکھا ہے۔ وہ مخلوقات کے کسی پہلو میں تو اُس کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور کسی رُخ میں اُس کے جلال کو دیکھتے ہیں۔

بازار جانے والوں میں اللہ تعالےٰ کے بعض برگزیدہ بندے ایسے بھی ہیں کہ جب وہ کسی جگہ عوام الناس کو گفتار و کردار کی لغزشوں اور گمراہیوں میں مُبتلا پاتے ہیں تو اُن کا دل اُن کے لیے ہمدردی رحم و شفقت سے لبریز ہو جاتا ہے اور اُن سے نفرت کرنے یا اُنہیں لعنت و ملامت کرنے کی بجائے بازار میں داخل ہونے کے وقت سے نکلنے کے وقت تک اللہ تعالیٰ کے حضور اُن کے لیے شفاعت و مغفرت کی دُعا کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی التجا کرتے ہیں کہ پروردگار! ان لوگوں کو ہدایت دے اور راہِ راست کی طرف اُن کی

مدد و رہنمائی فرما، تاکہ یہ تیری نافرمانی اور شریعت کی خلاف ورزی سے محترز رہیں۔

پس ایسے ہی اللہ تعالےٰ کے مخلص بندے شہروں اور اُن کی آبادیوں پر اللہ تعالےٰ کے کوتوال اور محافظ ہیں۔ اور اگر تُو چاہے تو بلا تامّل و بلا تکلف اُن اللہ کے پیاروں کو اولیاء، ابدال، زاہد و متقی، محبوب و مراد، زمین پر خداوند کریم کے نائب وخلیفہ، خوش اخلاق، شیریں بیان ہادی و مہدی اور مُرشد و رہنما وغیرہ جیسے خطابات دے سکتا ہے۔

ایسے لوگ کبریت احمر یعنی اکسیر اعظم کی طرح نادر الوجود ہیں اور خلوت و جلوت میں اُن کی دُعا اور صحبت کے فیوض و برکات نہایت خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور خوشنودیاں نازل ہوں اور نوعِ انسانی کی ہدایت وسعادت کے لیے اللہ تعالیٰ اُنہیں سلامت و صاحبِ قوت و توفیق رکھے۔

٭٭

مقالہ نمبر ۳۷

اولیاء پر حالتِ فُسّاق کا کشف

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا "بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی اور برگزیدہ بندے کو بعض فاسق و فاجر لوگوں کے ظاہری و باطنی عیوب سے آگاہ فرماتا ہے اور اس کشف کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بزرگ اُن گمراہ و بدکردار لوگوں کو شریعت کے حفظ و احترام کی تلقین و تبلیغ کرے۔ کلام اللہ کی روشنی میں حق و باطل کا فرق اُن پر واضح کرے۔ چنانچہ وہ ولی اللہ آدابِ تبلیغ کے تحت کسی مشرک یا فاسق و فاجر شخص کی تذلیل و مذمت لوگوں کے سامنے ہرگز نہیں کرتا بلکہ آیہ شریفہ تو اپنے پروردگار کی سیدھی راہ کی طرف لوگوں کو حکمتِ عملی، لطف و محبت اور نرمی و شیریں کلامی سے بلا اور اُن سے بحث و مناظرہ بھی کر تو خوش اخلاقی سے تاکہ وہ صراطِ مستقیم کی جانب راغب و مائل ہوں" کے حسبِ ہدایت وہ اُنہیں خلافِ شریعت کاموں سے تنہائی میں محبت و لطف کے ساتھ منع کرتا ہے اور ایسی سند و معقولیت سے اُنہیں توحید و شرک اور نیکی و بدی کا فرق و امتیاز سمجھاتا ہے کہ احکامِ شریعت و تعلیماتِ نبویؐ اُن کے دل میں اُتر جاتی ہے اور وہ شرک و فسق کے تخریبی تاثرات کو اچھی طرح سمجھ کر اوامرِ الٰہی کی اطاعت پر بطیبِ خاطر مائل ہونے لگتے ہیں وہ ولی اللہ اُنہیں بتاتا ہے کہ تم لوگ شرک و فسق سے اپنے باطن کا مکمل تزکیہ کئے بغیر مسلمان یا مومن ہونے کا یقین و اطمینان نہیں رکھ سکتے اور مسلمان رہنے کے لیے اور خود کو مسلمان

یقین کرنے کیلئے دستورِ شریعت کا اتباع لازمی چیز ہے۔ کیا تم لوگ اللہ تعالے کا یہ ارشاد نہیں جانتے کہ اللہ تعالے شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ ہاں اسکے علاوہ جو گناہ بھی چاہے معاف کر دے۔ نیز فرمایا اے مسلمانو! اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔ کیونکہ سفرِ آخرت کے لیے تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے۔ خلقِ خدا کا ایسا مشفق و ہمدرد بزرگ فساق و مشرکین کے عیوب پر آگاہ ہو کر اُن کی تذلیل و تحقیر نہیں کرتا، بلکہ خوش اخلاقی اور شیریں کلامی سے اُنہیں صراطِ مستقیم کی جانب مائل کرتا ہے۔ نیز وہ کسی کی غیبت و بدگوئی بھی نہیں کرتا کیونکہ یہ چیز ایک ولی اللہ کی پاکیزہ سیرت اور حسنِ عمل سے بعید ہے کہ وہ لوگوں کی پیٹھ پیچھے اُن کی غیبت کرے اور اُنہیں بُرا بھلا کہے یا اُن کے خفیہ عیوب دیگر لوگوں پر ظاہر کرے۔ حالانکہ وہ خلقِ خدا کو غیبت جیسی عادتِ بد سے منع کرتا پھرتا ہے۔ نیز وہ تنہائی یا مجالس میں مشرک و فاسق لوگوں کے طرزِ عمل پر طعن و تشنیع بھی نہیں کرتا۔ بہرکیف اُس ولی اللہ کی تبلیغ و تلقین جس میں گمراہ اور بدعقیدہ لوگوں کے ظاہری و باطنی عیوب کو من جانب اللہ آگاہ کیا گیا ہے، سراسر اذنِ الٰہی کے تحت ہُوا کرتی ہے اور وہ اس وسعت ظرف اور سلیقہ مندی کے ساتھ ہُوا کرتی ہے کہ اکثر و بیشتر مشرک و فاسق لوگ شرک و فسق سے بے زار ہو کر توحید و تقویٰ اختیار کر لیتے ہیں اور حسبِ آیہ شریفہ "اللہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی فرماتا ہے" وہ توفیق و نصرتِ خداوندی سے اللہ تعالے کے متعین کردہ صحیح راستے پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

٭٭

مقالہ نمبر ۴۷

کائنات توحید کے آثار سے معمور ہے

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" میری زمین میں یقین و ایمان لانے والی بہت سی آیات ہیں اور یہ آیات تمہارے اپنے نفوس میں بھی موجود ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ؟" پس اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور وحدانیت پر یقین و ایمان لانے کے لیے زمین اس کی صنعت کے غرائب سے معمور ہے. لہٰذا ہر صاحبِ عقل و شعور کو چاہئیے کہ وہ تحصیلِ عرفان و ایمان کے لیے غور و تدبر اور مشاہدہ اپنی ذات سے شروع کرے اور اپنے وجود کی ظاہری و باطنی ترکیب کو غور و فکر سے نظر سے دیکھے اور جب عرفان نفس اور علم ابدان میں اُسے بصیرت حاصل ہو جائے تو پھر تمام کائنات اور حکمتِ اشیاء پر غور و تدبر کرے۔

پس مخلوقات میں غور و تدبر کرنے سے اُس پر خالق کی عظمت و کبریائی واضح ہوتی چلی جائے گی اور مصنوعات کو دیکھ کر وہ صانع کی ذات و صفات کا اندازہ کر سکیگا اور اس طرح توحید و معرفت کے حقائق چشمِ قلب پر منکشف ہوتے چلے جائیں گے۔ کیونکہ یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ صنعت اپنے صانع کے کمال فن کی ترجمان ہوا کرتی ہے اور فعل اپنے فاعل کی قدرت و صلاحیت پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا "اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو تمہارے لیے مسخر و مطیع کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے

اسرار و حِکم کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا: "کائنات کی ہر شئے اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم ہے اور ہر شئے کا نام اللہ کے کسی نہ کسی اسم کی علامت ہے۔ حتیٰ کہ اے انسان! تو بھی بذاتِ خود کچھ نہیں ہے۔ مگر اسی کے اسم اور صفت اور فعل کا عکس و پرتَو ہے اور اُسی کی قدرت سے پوشیدہ اور اُسی کی حکمت سے ظاہر و نمایاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنی صفات کو ظاہر فرمایا ہے اور ذات کو چھپایا ہے۔ بایں ہمہ ذات کو صفت میں اور صفت کو فعل میں ظاہر و واضح فرمایا ہے۔ نیز اپنے علم کو مشیت و ارادہ سے اور ارادہ کو حرکات و افعال سے ظاہر کیا اور اللہ تعالیٰ اپنے امورِ غیبیہ میں باطن، لیکن اپنی قدرت و حکمت میں ظاہر و نمایاں ہے۔ تمام اشیائے کائنات اس کی صنعت و قدرت کی مظہر و ترجمان ہونیکے باوجود کوئی بھی شئے اس کی مثل نہیں ہے اور وہ عالم الغیب، سمیع و بصیر، زمان و مکان کی حدود سے بالاتر اور ہمیشہ زندہ و باقی رہنے والا ہے۔

بلاشبہ حضرت ابنِ عباسؓ کا یہ کلام اسرارِ معرفت سے معمور ہے اور ایسے نکات و معانی کا ظہور ایسے ہی سینہ میں ہوسکتا ہے جسمیں قلب زندہ و روشن ہو۔ حکمت و معرفت میں حضرت ابنِ عباس کی یہ شان اسی وجہ سے تھی کہ آنحضرتؐ نے اُن کے حق میں دُعا فرمائی تھی" یا اللہ! اسکو دین میں حکمت اور سمجھ عطا فرما اور اسکو معانی آیات کا علم لدنی مرحمت فرما۔" اللہ تعالیٰ ہمیں ان حاملینِ اسرارِ کتاب اللہ کی برکات عطا فرمائے۔ اور ان کے گروہ میں ہمارا حشر و نشر کرے۔

❁

مقالہ نمبر ۵۰

تصوّف کی صِفات و مقتضیات

حضرت قطب ربّانی نے ارشاد فرمایا: "میں تجھے تاکید کے ساتھ ان چیزوں کی وصیت و تلقین کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ سے خوف کھاؤ اور اُسکی فرمانبرداری کرو۔ ظاہر شریعت کی پابندی کر۔ اپنے سینہ کو شرک و فسق کی کدورت سے پاک رکھ۔ بخل سے بچ اور عدل و سخا اختیار کر۔ حقوق العباد کو کسی بھی ذریعہ سے غصب مت کر۔ خوش خلقی اختیار کر اور اپنے چہرہ کو ہشاش و بشاش رکھ۔ تصرّف میں آنے والی جائز و مباح چیزوں کو خرچ کر۔ خلقِ خدا کو ایذا رسانی نہ کر۔ فقر و طریقت میں جو مصائب و مشکلات پیش آئیں، اُن پر تحمّل کر اور یقین و خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے استعانت کا طلبگار ہو۔ اولیاء اور مشائخ کی عزّت و حرمت کو نگاہ میں رکھ۔ مُسلمان بھائیوں کیساتھ اچھا معاملہ کر اور دیانتداری سے پیش آ۔ اپنے سے بڑوں کا ادب کر اور چھوٹوں کو نیک کاموں کی نصیحت کر۔ مصیبت زدہ اور درماندہ لوگوں کی حاجت برآری کر۔ اجناس اور اشیائے ضروریہ کا اپنے یہاں ذخیرہ مت کر کہ اس سے خلقِ خُدا مصیبت میں مُبتلا ہوتی ہے۔ جو لوگ فاسق و فاجر ہیں، اولیاء اللہ کی عزّت نہیں کرتے۔ اُن کی صُحبت چھوڑ دے۔ دینی و دُنیوی امور میں بندگانِ خُدا کی امداد و اعانت کر۔ فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تُو اپنے ہم جنسوں کا محتاج نہ ہو اور اپنی حاجات و

ضروریات صرف اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرے اور غنا یہ ہے کہ حسب ارشادِ نبویؐ تجھے فنائے نفس حاصل ہو جائے اور تو مخلوقات کی جانب رجوع کرنے کی بجائے ربِ واحد کو اپنا ملجا و ماویٰ بنا لے۔

اور یاد رکھ کہ تصوّف محض قیل و قال اور بحث و تمحیص سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ تصوّف کا حصول لذّات و شہوات کو چھوڑ دینے اور ذکر و فکر کے احترام سے وابستہ ہے اور فقیر سے صحبت و موافقت اختیار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس کے سامنے پہلے ہی علمی مسائل نہ کھول بیٹھ۔ کیونکہ علم اُس مبتدی کو وحشت میں ڈالے گا۔ بلکہ نرمی اور محبت کے ساتھ ذکر و معرفت کی باتیں کر۔ کیونکہ وہ ان چیزوں سے طبعاً مانوس ہے اور یاد رکھ کہ تصوّف کی بنیاد آٹھ چیزوں پر رکھی گئی ہے :-

(۱) حضرت ابراہیمؑ کی طرح سخی ہونا۔

(۲) حضرت اسحاقؑ کی طرح راضی برضائے الٰہی ہونا۔

(۳) حضرت ایوبؑ کی طرح صبر و تحمّل اختیار کرنا۔

(۴) حضرت ذکریاؑ کی طرح مُناجات کرنا۔

(۵) حضرت یحییٰؑ کی طرح وجد و ذکر اختیار کرنا۔

(۶) حضرت موسیٰؑ کی طرح صوف پہننا۔

(۷) حضرت عیسیٰؑ کی طرح سیر فی الارض کرنا۔

(۸) حضرت نبی اکرمؐ کی طرح فقر و توکل اختیار کرنا۔

ان تمام حضرات پر ہمارا سلام ہو۔ پس تصوّف کے بُنیادی اصول کو اپنانے کے لیے مذکورہ صفات کا اتباع نہایت ضروری ہے :-

مقالہ نمبر ۷۶

مُسلمان کو چند ضروری وصایا

حضرت قُطب ربّانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "مَیں تجھے مندرجہ ذیل امور پر اخلاص کیساتھ عمل پیرا ہونیکی وصیّت کرتا ہوں۔ امراء سے غیرت و خودداری کے ساتھ مل اور فقراء سے عجز و تواضع اور فروتنی اختیار کر۔ عمل میں خلوص اختیار کرنا تجھ پر لازم ہے اور خلوص یہ ہے کہ تمام اذکار و عبادات میں صرف اللہ تعالیٰ پر نظر رکھے اور مخلوق کو اپنی رغبت و توجّہ کا مرکز نہ بنائے۔ اپنے مُسلمان بھائیوں کے حقوق کو درشتی کے ذریعہ ضائع مت کر، صحبتِ فقراء کو عجز و تواضع، ادب و احترام اور بذل و سخا کے ساتھ اختیار کر، نفسِ امّارہ کے اتباع سے احتراز کر، تاکہ تجھے حیاتِ معنوی عطا کی جائے، اپنے مشرب و اخلاق کو وسیع کر۔ کیونکہ جس کا اخلاق وسیع ہے، وہ اللہ تعالےٰ سے قریب تر ہے۔ اپنے باطن کو ماسوا اللہ کیطرف مائل ہونے سے بچا۔ کیونکہ یہی توحید اور افضل الاعمال ہے۔ شرک و فسق میں مُبتلا لوگوں کو ہمیشہ تبلیغِ حق کر، کیونکہ تبلیغ ہر مُسلمان پر فرض کی گئی ہے۔ جہاں تک ہو سکے سچے فقیر اور ولی اللہ کی خدمت کر۔ اپنے سے کمزور اور چھوٹے پر حملہ نہ کر کہ یہ نامردی ہے۔ اپنے سے بڑے پر بھی حملہ نہ کر کہ یہ بدتہذیبی اور بدخلقی ہے۔ ہمیشہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہ۔ اس لیے کہ ذکر تمام نیکیوں اور سعادتوں کا جامع ہے۔ خدا کے عہد و پیمان کا عملی طور پر احترام کر۔ کیونکہ یہ چیز مُسلمان کو ہر قسم کے ضرر سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس عقیدہ پر ایمان پختہ رکھ کہ تیرے تمام حرکات و سکنات

اور گفتار و کردار کی اللہ کے حضور پرسش ہوگی۔ لہٰذا گناہوں کو چھوڑ کر نیک کاموں میں مشغول ہو جا۔ [16] اپنے اعضاء و جوارح کو حرام و ممنوع چیزوں سے بچا۔ [17] اللہ اور اللہ کے نبیٔ برحق کی اطاعت کو اپنے اُوپر لازم کر لے کہ یہی صراطِ مستقیم کے ضامن ہیں۔ [18] نیز اللہ تعالیٰ نے جسکو ملک و حکومت کا والی بنایا ہے اُس کی فرمانبرداری کر اور اُسکے حقوق ادا کر۔ [19] خدا کی زمین میں امن قائم ہونیکے بعد کسی قسم کا فساد برپا نہ کر۔ [20] مسلمانوں سے گمان نیک رکھ اور [21] نیک نیتی کیساتھ اُن سے اچھا سلوک کر، [22] اپنی زبان کو غیبت اور بدگوئی سے بچا۔ [23] اپنے دل میں کسی مُسلمان کی بدخواہی اور کینہ و عداوت نہ رکھ [24] اپنے کسی لفظ یا حرکت سے کسی مسلمان کی دل آزاری نہ کر، [25] حلال روزی کما اور [26] اہل و عیال کی خدمت کر کہ یہ بھی عبادت ہے۔ [27] شریعت کے جو مسائل تو نہیں جانتا وہ علمائے دین سے دریافت کر اور محض قیاس و گمان سے کوئی اقدام نہ کر۔ [28] اللہ تعالیٰ کیساتھ مصاحبت اور باطنی ربط و تعلق رکھ اور [29] مخلوقات سے الٰہی تعلقات کا لحاظ رکھتے ہوئے مل۔ [30] ہر صبح اپنے مال و جائداد کا صدقہ دے اور [31] غرباء و مساکین کی امداد و اعانت کر۔ [32] اپنے اوقاتِ ذکر و عبادت میں اپنے مرحومین اور دیگر مومنین کے لیے دعائے مغفرت کر اور انکے لیے درود و تلاوتِ قرآن کا التزام کر۔ [33] ہر صبح و شام سات مرتبہ اس دُعا کو پڑھا کر:۔

"اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ط

هُوَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ" ۔ الخ

یہ آیات آخر سورۂ حشر تک پڑھنے کا التزام کر اور اللہ تعالیٰ ہی ہمیں ذکر و عبادت کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

مقالہ نمبر ۸۰

خالق اور مخلوق کے ساتھ برتاؤ

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا :۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت میں اسطرح محو رہ کہ گویا مخلوق موجود ہی نہیں اور مخلوق کیساتھ ایسا برتاؤ کر کہ گویا تیرا اپنا نفس موجود نہیں۔ پس جب تو مخلوق سے بے تعلق ہو کر اللہ تعالیٰ کیساتھ ربط کامل پیدا کرلے گا، تو حقیقی معنوں میں اُسکا قرب و وصل پائیگا اور جب تُو نفس کی پیروی کے بغیر مخلوق کیساتھ ہوگا تو عدل کریگا اور حق و صداقت پر قائم رہے گا اور یہ روش تجھے ہر قسم کے نقصان اور تباہی سے محفوظ رکھے گی اور جب تُو خلوت اختیار کرنے لگے تو اُس کے دروازہ پر سب کو چھوڑ دے اور خلوت میں تنہا رہنے کا التزام کر پس تُو ذکر کی برکت سے خلوت میں اپنے حقیقی دوست اور مونس و ہمدم کو باطن کی آنکھ سے دیکھ لیگا اور اُسکی تجلّیات کا مشاہدہ کریگا۔ اُس جگہ نفسِ امارہ کا غلبہ و تسلّط تجھ سے رفع ہو جائیگا اور اُسکی جگہ اللہ تعالیٰ کا عشق و قُرب تجھے حاصل ہوگا۔ اُس وقت تیرا جہل علم سے اور تیرا بُعد قرب سے بدل جائیگا۔ وہاں تیری خاموشی جد و جہد تیری گفتار ذکر ہے اور تیری ہستی اللہ کا اُنس ہے۔ یاد رکھ کہ مقامِ عبودیت میں محویتِ حق لازمی چیز ہے اور یہاں جس کی توجّہ پراگندہ وہ مبتلائے شرک ہے۔ اگر تُو نے خالق کو اختیار کیا ہے تو مخلوق کی ایسی متابعت نہ کر جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو۔ جس شخص نے عشقِ الٰہی کا مزہ چکھا اُسی نے اُسکو جانا پہچانا۔" یہ سُنکر کسی نے

حضرت سے پوچھا جس شخص پر تلخیٔ صفرا غالب ہو، وہ شیرینی کا ذائقہ کیونکر پائیگا؟ آپ نے جواب دیا وہ اپنی طرف سے حتی الوسع ریاضت و مجاہدہ کرے اور قصد و تکلف کے ساتھ خواہشاتِ نفس کی پیروی سے احتراز کرے۔ پھر اُس کا ذوقِ حق گوئی درست ہو جائیگا اور اُسے ذات و صفاتِ خداوندی کا عرفان ہو گا۔ اے مومن! یاد رکھ! کہ وارداتِ قلب و عقل و شعور میں تضاد و تصادم اُس وقت رفع ہوتا ہے، جب مومن مقامِ معرفت میں توحیدِ الٰہی کے نشہ سے سرشار ہو جائے۔ پھر اُسکا قلب، دماغ بن جاتا ہے اور دماغ قلب اور اس طرح دونوں میں کامل یگانگت و ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اے مومن! خلائق کو اپنی طبیعت سے محو و نابود کر دینا گویا انسانی طبیعت کا بدل بن کر ملائکہ کی طبیعت بن جاتا ہے۔ پھر خصائصِ ملائکہ سے بھی بلند تر ہو کر تیرا عہد اول اور عہد الست میں محو و مستغرق ہو جانا ہی وہ فنا ہے جسے دائمی بقا حاصل ہو گی۔ اُس وقت تیری گفتار اور تیری تمام حرکات و سکنات اذنِ الٰہی سے ہونگی۔ اگر تُو اس بلند روحانی و باطنی رتبہ کا خواہاں ہے تو تجھ پر لازم ٹھہریگا کہ نفسِ امارہ کے اتباع سے کنارہ کش ہو کر اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا مطیع و پابند ہو جائے پھر تجھے معرفتِ پروردگار کا علم لدنی حاصل ہو گا اور تو ہر شئے سے فانی ہو کر صرف وجودِ حق تعالیٰ کیساتھ باقی رہے گا۔ پس جب تیری ہستی وجودِ حق کیساتھ باقی ہو گی تو تیرا سب کچھ اُسی کی رضا و خوشنودی کیلئے ہو گا۔ اگر تو زہد اور تقویٰ اور معرفت کا معنوی و باطنی فرق معلوم کرنا چاہے تو سمجھ لے کہ زہد کا عمل گویا ایک ساعت ہے۔ تقویٰ اور عمل دو ساعت کا اور معرفتِ حق تعالیٰ ایک دائمی و ابدی عمل ہے۔



مقالہ نمبر ۳۸

اہلِ مجاہدہ کی دس خصلتیں

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "محاسبہ و مجاہدۂ نفس کرنیوالے اہلِ طریقت کے لیے دس عمدہ خصلتیں ہیں۔ جن پر وہ ہمیشہ عمل پیرا رہے ہیں، جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارشادِ نبویؐ کی اتباع میں ان خصائل پر قائم و راسخ ہو جاتے ہیں تو معرفت و روحانیت کے بلند پائے پا لیتے ہیں۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ قصداً و سہواً جھوٹی یا سچی قسم ہرگز نہ کھائے اور خود کو قسم کھانے کا عادی ہرگز نہ بنائے۔ خواہ وہ قسم اللہ کے نام سے ہو، اُس کی کتابِ مقدس کے نام سے، نبیٔ اکرمؐ کے نام سے یا کسی بھی اور ذریعہ سے۔ کیونکہ جب کوئی شخص قسم کھانے کا عادی ہو جاتا ہے تو اُسکے نزدیک قسم کی کوئی عظمت و اہمیت نہیں رہتی اور وہ دانستہ یا نادانستہ اُسکی خلاف ورزی کرنے لگتا ہے جو بدعہدی کے علاوہ خدا کے غیظ و غضب کو برانگیختہ کرتی ہے لیکن جب انسان خود کو ترکِ حشمت کا عادی بنائے اور اشد ضرورت کے وقت بھی قسم نہ کھائے تو اللہ تعالیٰ اُس پر اپنے انوار و برکات نازل فرماتا ہے جس سے وہ ظاہری و باطنی نعمتوں میں اضافہ پاتا ہے۔ اُسکے درجات بلند ہوتے ہیں۔ لوگوں میں اُسکی تعریف و توصیف ہوتی ہے۔ لوگ اُسے ایک عمدہ مثال سمجھ کر اُسکی پیروی کرتے ہیں اور جو اُسے دیکھتا ہے اُس سے مرعوب و ہیبت زدہ ہوتا ہے۔ دوسری خصلت یہ ہے کہ بندہ احتیاطاً یا ہنسی مذاق میں جھوٹ بولنے سے احتراز کرے۔ اسلئے کہ جھوٹ انسان کو بزدل اور اُس کے

قلب و دماغ کو زنگ آلود کر دیتا ہے اور اُس سے خلقِ خدا میں اُسکا اثر و اعتبار اُٹھ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جو شخص انسانوں کے سامنے جھُوٹ بول سکتا ہے وہ خدا پر بھی کذب و افترا پردازی اور بہتان تراشی سے گریز نہیں کرتا۔ اسکے برعکس اگر وہ اپنی زبان کو سچ بولنے کا عادی کر لے تو اللہ تعالیٰ اُسے شرحِ صدر عطا فرمائیگا اور اسکا سینہ علوم و معارفِ اسلامیہ کے لیے کھول دیگا۔ جب وہ دوسروں سے جھُوٹ سُنے گا تو اپنی زبان اور عمل سے اُنکو سچ کی تبلیغ و تلقین کریگا۔ نیز وہ جھُوٹوں کی اس عادت کے رفع ہونے کی دُعا کریگا۔ الغرض جھُوٹ ضعیف العقیدہ اور فاسق و فاجر لوگوں کا شیوہ ہے اور سچ یا حق گوئی صاحبِ ایمان اولیاء صلحاء اور صدیقین کا دستورِ عمل ہے۔ تیسری خصلت یہ ہے کہ جب بندہ کسی شخص سے کوئی عہد و پیمان کرے تو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرے۔ قرآن و حدیث میں پابندیٔ عہد کی پَے درپَے تاکید آئی ہے اور اُسے ایمان کی ایک بہت بڑی علامت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "اَے مسلمانو! تم اپنے عہد و پیمان کی تعمیل کیا کرو۔ کیونکہ تم سے تمہارے وعدوں کے متعلق باز پُرس ہو گی"۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا "جو شخص اپنے عہد و پیمان کی پابندی نہیں کرتا اُس میں ایمان ہی نہیں"۔ پس یاد رکھ کہ کسی سے وعدہ کر کے توڑ دینے کے مقابل یہ طرزِ عمل زیادہ بہتر ہے کہ تو وعدہ ہی نہ کرے۔ بالفاظِ دیگر ایسا وعدہ کرنے سے جسکی بعد میں تعمیل نہ کی جا سکے یا تعمیل کرنے کی نیت ہی نہ ہو، اُس وعدہ کا نہ کرنا ہی مُبارک اور موجبِ فلاح و بہبود ہے۔ اس لیے کہ وعدہ کی خلاف ورزی بھی جھُوٹ کی بدترین قسم ہے۔ قوتِ ارادی کا فقدان ہے۔ حُسنِ سلوک اور خوش معاملگی کی بربادی ہے اور خلقِ خُدا میں بدعہدی کرنیوالے

شخص کی کوئی عزت و وقعت نہیں رہتی لیکن جو شخص صداقت اور ذمہ داری کیساتھ اپنے عہد و پیمان کی پابندی کرتا ہے، وہ ہمیشہ اور ہر جگہ لوگوں کی نظر میں دن بدن زیادہ عزت و توقیر اور اعتماد حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ اللہ بھی اُسے محبوب رکھتا ہے اور وہ دُنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود اور ترقی و کامرانی حاصل کرتا ہے۔ چوتھی خصلت یہ ہے کہ انسان کسی بنی آدم یا چیز پر لعنت نہ کرے کیونکہ لعنت کرنیکا حق صرف اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے اور عالم الغیب ہونیکے لحاظ سے وہی خُوب جانتا ہے کہ کون سا شخص یا کون سی چیز لعنت کے قابل ہے اور معتوب و مغضوب ہونے کی مستحق ہے۔

پس لعنت نہ کرنا اور مخلوقات کو ضرر و ایذا نہ پہنچانا اولیاء اللہ اور ابرار و صدیقین کی صفت ہے اور اس موضوع پر اُن کا اتباع کرنیوالوں کے درجات دُنیا و عقبیٰ میں بلند کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُنکے ایمان کی حفاظت فرماتا ہے۔ پس مومن کو چاہیئے کہ جگہ جگہ لعنت کرتے پھرنے سے اللہ کے علم و فعل میں دخل نہ دے اور دُوسروں کو لعنت و ملامت کرنیکی بجائے اپنی سیرت اور اپنے عقیدہ و عمل کی اصلاح کرے۔ پانچویں خصلت یہ ہے کہ مُسلمان کسی کے لیے بددُعا کرنے سے پرہیز کرے۔ اگر اُس پر کسی جانب سے زیادتی اور ناخدا ترسی ہُوئی ہے تو اُس کے لیے بددُعا کرنے کی بجائے اُس کے راہِ راست پر آجانیکی دُعا کرے، اور تحمّل و برداشت سے کام لے۔ یہ خصلت اپنے صاحب کے درجات بلند کرتی ہے اور بندہ جب اس نیک صفت سے آراستہ ہوتا ہے تو سیرت کی پختگی اُس میں پیدا ہوتی ہے، اور وہ مخلوق میں محبّت و مقبولیّت کے جذبات پیدا کرتا ہے اور قلبِ مومنین میں اعزاز و احترام پاتا ہے۔ کلام اللہ میں بددُعا کا جواز بھی صریحًا موجود ہے اور انبیاء نے جب

بھی بعض اقوام یا افراد کو یقینی طور پر بد دُعا کا مستحق پایا ہے تو اُن کے لیے مختلف مواقع پر بد دُعائیں کی ہیں لیکن جب کوئی شخص بد دُعا کرنے لگے تو ہمارے بیان کے مطابق پہلے اُسے ہر لحاظ اور ہر حیثیت سے یہ یقین و اطمینان کر لینا ہوگا کہ بدُعا کیا جانے والا شخص ٹھوس بنیادوں پر فی الواقع بد دُعا کا مرجع و مستحق ہے۔ چھٹی فضیلت یہ ہے کہ مومنین اور اہلِ قبلہ میں سے کسی شخص پر یقین و وثوق کیساتھ کافر و مشرک یا منافق ہونیکا حکم نہ لگائے تاوقتیکہ اُس کے پاس پختہ اور واضح ثبوت مہیا نہ ہو جائے کسی کی تکفیر کرنا ایک بہت نازک اور ذمہ داری کا فعل ہے اور ہر شخص کو بلا سوچے سمجھے اور تحقیق بغیر اس کا مرتکب نہیں ہونا چاہیئے۔ بخلاف اس کے کہ کسی کی تکفیر نہ کرنا علمِ الٰہی میں دخل دینے سے بچنا ہے اور اتباعِ سُنتِ نبوی ہے نیز مومن کے لیے احتیاط کا اچھا طریقہ ہے۔ یہ خصلت اللہ کی رحمتِ رضامندی سے بہت قریب ہے اور انسان کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر یا منافق قرار دینے سے محفوظ رہتے ہوئے اپنے ہی ایمان کی نگہداشت کرتا ہے اور خدا کا مغضوب ہونے سے بچتا ہے۔ پھر ساتویں خصلت یہ ہے کہ انسان گناہ و معصیت میں مبتلا کرنیوالی یا حرام چیزوں کو دیکھنے یا اُن کی طرف راغب ہونے سے پرہیز کرے اور اپنے اعضاء کو نواہی اور اللہ تعالیٰ کی ممنوع قرار دی ہوئی چیزوں سے باز رکھے۔ یہ احکامِ الٰہی کا احترام ہے جس کے لیے اللہ اپنے بندے کو دُنیا و عقبیٰ میں عزت و سرفرازی عطا فرماتا ہے۔

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کسی پر خواہ وہ اپنے سے بڑا ہو یا چھوٹا اپنا بوجھ ناروا طریق پر نہ ڈالے اور اُنہیں ظلم و زیادتی سے مکلف نہ کرے۔ یہ خصلت دیندار اور ذاکر و عابد لوگوں کی عزت ہے اور اُسی کی تعمیل سے وہ امر بالمعروف و

نہی عن المنکر کی قوت و توفیق پاتے ہیں۔ جب مومن کی یہ روش ہو اور وہ اپنی حاجات و ضروریات کے لیے اللہ کے علاوہ مخلوقات کو مکلف نہ کرے اور نہ اُن کے صدقات پر نظر رکھے تو اللہ تعالیٰ اُسے توکّل اور استغنا کی بے مثل صفات عطا فرماتا ہے۔ یہ خصلت توحید و اخلاص کا بلند رُتبہ پانے کے لیے سب سے اہم اور مفید صفت ہے۔

نویں خصلت یہ ہے کہ مُسلمان حرص و ہوس کا اتباع نہ کرے۔ اللہ کی دی ہُوئی نعمتوں پر حمد و شکر بجالائے اور مخلوقات کو اپنی خواہشات و مطالبات کا مرجع نہ بنائے۔ یہ توکّل کی رُوح ہے اور اعتماد علی اللہ کا اصول اور یہ اُن برگزیدہ بندگانِ حق اور اولیاء اللہ کی علامات میں سے ہے، جنھوں نے مخلوقات سے روابط منقطع کر کے اللہ تعالےٰ سے اپنے روحانی و معنوی تعلّق کو محکم و استوار کیا اور انھیں دُنیا و عقبیٰ میں سعادت و فلاح حاصل ہُوئی۔

دسویں خصلت یہ ہے کہ تواضع اختیار کی جائے اور عجز و انکساری کو اپنا شعار بنایا جائے۔ تواضع سے مُسلمان کا رُتبہ بلند ہوتا ہے۔ خالق و مخلوق کے نزدیک وہ عزّت و توقیر حاصل کرتا ہے اور اُسکی دُعا و مناجات میں وہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے مہیّا فرما دیتا ہے۔ یہ خصلت تمام عبادات کی اصل ہے اور ایمان و اخلاق کی تمام عمدہ صفات اسی سے جنم لیتی ہیں۔ اس خصلت سے مومن ان اولیاء اللہ کی سیرت پاتا ہے جو راحت یا تکلیف اور خوشی یا غمی دونوں میں اللہ سے راضی رہتے ہیں اور یہ خصلتِ تواضع حقیقت میں کمالِ تقویٰ ہے اور تواضع کی تعریف یہ ہے کہ انسان کسی کو حقیر و ادنیٰ نہ سمجھے اور جس سے بھی ملے سمجھے کہ ممکن ہے علمِ الٰہی میں یہ شخص رُتبہ و صفات میں مجھ سے بلند تر ہو۔ لہٰذا وہ اگر اُس سے چھوٹا ہے تو سمجھے کہ اُس نے

اللہ کی اس قدر نافرمانی نہیں کی جس قدر میں نے کی ہے اور اسلئے وہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر وہ اُس سے بڑا ہے تو کہے کہ اُس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت شروع کی اور مجھ سے زیادہ نیکیاں کیں، لہٰذا اُسے مجھ پر فوقیت حاصل ہے اور اگر وہ عالم ہے تو سمجھے کہ اُسے وہ نعمت و فضیلت دی گئی ہے جس تک میری رسائی نہیں ہوئی۔ اُس نے وہ کچھ سیکھا سمجھا اور معلوم کیا ہے جو میں نے نہیں کیا۔ نیز وہ علم سے متمتع ہو کر اُس سے اپنے عقیدہ و عمل کی اصلاح کا فائدہ بھی اُٹھاتا ہے۔ لہٰذا اُسکی فضیلت و برتری مجھ پر مسلّم ہے۔ اگر وہ جاہل ہے تو کہے کہ اُس نے اللہ کی جتنی نافرمانی کی ہے وہ علم نہ ہونیسے کی ہے لہٰذا اس حیثیت سے مجھ پر اُس کی برتری ظاہر ہے اور اگر وہ کافر ہے تو کہے کہ میں نہیں جانتا شاید وہ مسلمان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اُسے کسی بھی وقت اپنی توفیق و نصرت سے راہِ حق دکھادے۔ اور پھر اُسکا خاتمہ ایمان و اسلام پر ہو، لہٰذا میرے لیے اسکی تحقیر جائز نہیں۔ پس تواضع بہت سے اوصافِ پسندیدہ کی جڑ ہے اور اس سے طبع انسانی میں کبر و غرور پیدا ہونیکی بجائے خلقِ خدا سے ہمدردی اور محبت و شفقت کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جب بندہ متواضع ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے آفاتِ نفس سے محفوظ رکھیگا۔ لوگوں کے دل میں اُسکی عزت و توقیر پیدا کریگا اور اُسے اپنے مقبول و محبوب بندوں میں شمار کریگا۔ حسب حدیث "تواضع عبادت کا مغز ہے، متقی اور راست باز بزرگوں کی پہچان ہے اور کوئی شئے اس سے افضل نہیں ہے"، اسکے باعث مومن کی زبان لغویات و ہزلیات اور دل آزار باتوں سے محفوظ ہو جاتی ہے اور وہ ظاہر و باطن میں یکساں ہو جاتا ہے۔ وہ نہ خود کسی کی غیبت کرتا ہے نہ دُوسروں سے کسی کی غیبت سُننا گوارا کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث میں غیبت کی مذمت آئی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں تواضع اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

⁂

مقالہ نمبر ۷۹

حضرتؒ کی وصیتیں اور مرضُ الوصال

مرض الوصال میں آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ عبدالوہابؒ نے آپکی خدمت میں عرض کیا۔ مجھے ایسی وصیت فرمائیے جس پر میں آپ کے بعد عمل کروں" حضرتؒ نے ارشاد فرمایا" تجھ پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتا رہے اور اُسکی مخلوقات میں کسی سے خوف نہ کھائے۔ اللہ کے سوا مخلوقات میں کسی سے اپنی اُمیدیں اور حاجات وابستہ نہ کر۔ اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے رکھ اور اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کر۔ اُس پر توکل رکھ۔ اُسی سے اپنی تمام ضروریات طلب کر اور اللہ کے سوا کسی سے وثوق نہ رکھ کہ یہ شرک ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کے متعلق توحید کو پختگی سے اختیار کر کیونکہ توحیدِ باری تعالیٰ پر سب کا اجماع ہے"۔

علاوہ ازیں فرمایا "جب مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق درست اور راسخ کر لیتا ہے تو عقیدہ وعمل کی کوئی عمدہ صفت اُس سے خارج نہیں رہتی۔ نیز فرمایا" میں ایک ایسا مغز ہوں جس کا پوست نہیں "۔ پھر اپنی اولاد کو مخاطب کر کے فرمایا" تم لوگ میرے پاس سے ہٹ جاؤ، کیونکہ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن باطن میں کسی اور کے ساتھ ہوں "۔ پھر فرمایا" تمہارے علاوہ اور بھی لوگ ہیں جو میرے پاس آئے ہیں۔ انہیں جگہ دو اور اُن کا ادب کرو۔ اُنکی خاطر یہ

جگہ وسیع کر دو۔ اس جگہ خُدا کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے"۔ اور آپ اس حالت میں اکثر وفود کو "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" ارشاد فرماتے۔ یعنی تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ اُسکی رحمتیں اور برکتیں ہوں اور اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے"۔ اسی طرح آپ ایک رات اور ایک دن تک فرماتے رہے۔ اس دوران میں بعض اوقات آپ فرماتے "مَیں اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات میں کسی سے نہیں ڈرتا ہوں۔ حتیٰ کہ ملک الموت بھی مُجھے خائف نہیں کر سکتا۔ اے ملک الموت! مَیں صرف تیرے خالق و پروردگار سے ڈرتا ہوں، تجھ سے ہرگز نہیں ڈرتا" اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے بآوازِ بلند نعرہ لگایا اور رُوحِ مقدّس قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ جس پر خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

مُجھے آپ کے صاحبزادوں حضرت عبدالرّزاق اور حضرت مُوسیٰ نے بتایا کہ وصال سے پیشتر آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو مصافحہ کے طور پر اُٹھاتے اور دراز فرماتے تھے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرماتے تھے۔ "وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"۔ توبہ کرو اور اپنی صف میں داخل ہو جاؤ۔ مَیں ابھی تمہاری طرف آتا ہوں"۔ اس کے بعد آپ پر سکرات کی کیفیت طاری ہوئی اور ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے واصل باللہ ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ۔

مقالہ نمبر ۸۰

حضرتؓ کا بقیہ کلام

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: "باطنی تاثرات اور کشف و مشاہدہ کے لحاظ سے میرے اور تمہارے اور تمام مخلوقات کے درمیان گویا زمین و آسمان کا بعد ہے، لہٰذا تم مجھے کسی اور شخص پر، اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرو۔" پھر آپ کے صاحبزادہ عبدالرزاق نے کیفیت دریافت کی۔ آپ نے فرمایا "مجھ سے کوئی شخص کچھ نہ پوچھے، کیونکہ میں اللہ کے علم کے مطابق ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کیا جا رہا ہوں۔" اس وقت کوئی انسان، جن یا فرشتہ میرے مرض کو جانتا سمجھتا نہیں۔ اللہ کے حکم سے اللہ کا علم ساقط نہیں ہوتا۔ حکم بدل جاتا ہے لیکن اسکا علم نہیں بدلتا۔ حکم منسوخ ہو سکتا ہے مگر اسکا علم منسوخ نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے یہ آیۂ شریفہ پڑھی "اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت و قائم رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا" اللہ کے نزدیک اُسکے علم کی اصل کتاب لوحِ محفوظ ہے۔ پس روزِ حشر اُس کتاب کے مندرجات اور احکام و اوامر مسئول نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہمارے اپنے عقیدہ و عمل کے متعلق پوچھے جائیں گے۔ صفاتِ الٰہی کے بارے میں جو خبریں ہمیں کلام اللہ میں پہنچائی گئی ہیں، وہ اُسی طرح دُنیا کے اندر ظہور پاتی رہتی ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت عبدالجبارؒ نے آپ سے پوچھا "آپ کے جسمِ مطہر میں کونسا عضو درد و کرب محسوس کر رہا ہے؟" آپ نے فرمایا "میرے تمام اعضاء میں اس وقت درد و کرب محسوس ہو رہا ہے

لیکن الحمد للہ کہ میرے قلب میں کوئی دُکھ درد نہیں اور اُسکا تعلق اللہ تعالیٰ کیساتھ بالکل درست ہے۔" اس دوران میں آپ فرماتے تھے لاالٰہ الا اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کے دجودِ مقدس سے مَیں اللہ تعالےٰ کی مدد و نصرت چاہتا ہوں اور اس ذاتِ حیّ سے استعانت طلب کرتا ہوں جو موت اور فنا سے محفوظ و بے خوف ہے، پاک ہے وہ ذات جو اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ تمام کائنات پہ حاکم و غالب ہے اور جس نے خود کو مستثنیٰ کر کے تمام مخلوقات کے لیے موت مقدر فرمائی ہے۔" لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ"

مجھے آپ کے صاحبزادہ موسیٰ نے بتایا کہ بوقتِ وصال آپ بار بار "تعزّز" فرماتے تھے اور آپ نے اس لفظ کے ساتھ اس لفظ کو بلند کیا، حتیٰ کہ آپکی زبان مُبارک اُسکے تلفظ کے ساتھ درست ہو گئی۔ پھر تین بار آپ نے "اللہ" فرمایا اور زبانِ مُبارک تالُو سے مل گئی اور آپ کی رُوحِ مقدّس پرواز کر گئی۔ رضوان اللہ علیہ۔ یہ وہ خطبات و مقالات ہیں جو حضرت محبوبِ سُبحانی و قُطبِ ربّانیؒ نے جامع مسجد بغداد میں سامعین اور مُریدوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرتؒ کی رُوحِ پُرفتوح کی برکات سے اور ان مقالات کی برکت سے جو باطنی و روحانی اسرار و حکم سے معمور ہیں، فلاحِ دارین عطا فرمائے اور ایمان و اسلام پر ثابت قدم رکھے۔ نیز اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل پیرا ہونے اور ان کی تبلیغ و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بحرمتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم وعلیٰ جمیع الانبیاء والاولیاء یا ارحم الرّاحمین

